www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

افروز سیدہ

میری روح کی ہر اک خواہش
میرے ٹوٹے جسم کی نس نس
ہاتھوں میں کشکول اٹھائے
تجھ سے تجھی کو مانگ رہی ہے
گر حالات کی گردش تم کو
اک لمحے کی مہلت دے دے
میری بکھری ذات کو صنم
اپنی قربت میں لے لینا
اپنی چاہت اپنی الفت
بے شک اپنے پاس ہی رکھنا

سانسوں کی یہ کچی ڈوری
ہو سکتا ہے ٹوٹ ہی جائے
روح سے میرے جسم کا رشتہ
ہو سکتا ہے ٹوٹ ہی جائے
جب مر جاؤں جانِ جاناں
میری قبر پر پھول چڑھانے
تم چلے آنا۔۔۔۔۔۔۔۔تم چلے آنا۔۔۔۔۔۔

واجد! میں عمر کی اس سرحد میں قدم رکھ رہی ہوں جہاں پہنچ کر تنہائی کا شدید احساس ہوتا ہے۔یہ موڑ عورت کی زندگی کا سنگینموڑ ہوتا ہے۔ایک ایسے ساتھی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو ان تاریک راہوں پر اس کا ہاتھ تھام کر چل سکے۔

اپنے بستر پر لیٹی وہ کروٹیں بدل رہی تھی۔قریب ہی اس کی بیمار ماں بے سدھ سوئی ہوئی تھی۔پھر بھی روزی اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہی تھی۔ٹیپ ریکارڈر پر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

درد میں ڈوبی ہوئی میوزک کمرے کی فضاء کو اور بھی اداس کر رہی تھی۔ماں کی خاطر اس نے وقت سے پہلے ریٹائر منٹ لے لیا تھا۔وہ ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھی بڑی مصروف زندگی تھی۔اس نے وا جد کو فون پر بتا دیا تھا کہ وہ لندن سے واپسا گئی ہے اور اس کے لئے بیش بہا تحفے بھی لائی ہے۔اسے صبح کا شدت سے انتظار تھا ایک ہفتہ بعد وا جد سے ملنے کی خوشی تھی لیکن دل جا نے کیوں ایک انجانے خوف کی گرفت میں تھا۔روزی سونے کی کوشش کر رہی تھی۔آنکھیں بند کئے ان لمحوں کو تلاش کر رہی تھی جو اس کی زندگی میں آئے ہی نہیں تھے۔وہ شا دی کر کے اپنا گھر بسانا چاہتی تھی۔ملازمت کے دوران ایسا کوئی سا تھی نہ ملا جو اس کے معیار پر پو را اترتا۔یوں تو اسے بے شمار لوگ ملے لیکن ہر ایک کی نظر اس کے حسنو شباب پر دولت اور شہرت پر تھی۔زندگی بڑے ہی اضطراب میں گزر رہی تھی۔پتہ ہی نہ چلا ماہو سال کب گزر گئے اور ڈھلتی عمر کی دہلیز پر جو انی پڑی سسکنے لگی۔ملازمت چھوڑنے کے بعد اس نے ایک گونہ سکون محسوس کیا جیسے صحرا کی خاک چھانتی ہوئی طویل مسافت طے کر کے آئی ہو۔اسے تھکن کا احساس ہو رہا تھا کہ اچانک ایک دن پٹرول پمپ پر واجد سے ملاقات ہو گئی۔وہ اس کی باغو بہار طبیعت اور سحر انگیز شخصیت میں کھو گئی۔وہ چند ماہ پیشتر ہندوستان سے امر یکہ آیا تھا۔اسے پٹرول پمپ پر ملازمت مل گئی تھی۔روزی نے محسوس کیا جیسے کڑی دھوپ میں چلتے ہوئے کسی گھنے درخت کی چھاؤں میں آگئی ہو۔زندگی نے ایک نئی کرو ٹلی روزی کی را ہوں میں گلاب بکھر گئے تھے وہ کل وا جد سے صاف بات کر نا چاہتی تھی کہ وہ اس سے شا دی کرے گا یا نہیں ؟

دو سرے دن وا جد حسب وعدہ آگیا صحت اور زندگی سے بھرپور مسکراتا چہرہ خوش اخلاق اور خوش گفتار وا جد کو دیکھ کر وہ کھل اٹھی اور پھر گفتگو کا سلسلہ چل نکلا رو زی کے اچانک سوال پر اس نے جو اب دیا:

"روزی میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا کہ میں ایک اچھے دو ست کی حیثیت سے تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں لیکن تم سے شادی نہیں کر سکتا مانتا ہوں کہ تم اپنا مذہب چھوڑنے کیلئے تیار ہو لیکن میری اپنی مجبوریاں ہیں۔میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے۔"

"واجد میں اپنا مذہب ہی نہیں چھوڑ رہی ہوں بلکہ کروڑوں کی جائیداد، بینک بیلنس اور اپنی باقی زندگی تمہارے نام کر دینا چاہتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں کہ سوائے بیمار ماں کے میرا کوئی نہیں ہے۔رشتے داروں اور دوستوں نے مجھے خوب لوٹا۔میں سچے پیار اور محبت کے لئے ترستی تڑپتی رہی ہوں تم سے ملنے کے بعد میں نے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسلامک لٹریچر پڑھا سمجھا اور دل سے مسلمان ہو نا چاہتی ہوں۔تم جیسے مرد کا ساتھ چاہتی ہوں کیا میرے لئے تمہارے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے ؟ کیا تم اپنی بیوی کو طلاق دے کر مجھ سے شادی نہیں کر سکتے ؟ اگر امریکہ میں دو شادیوں کی ممانعت نہ ہوتی تو میں تمہیں ایسا قدم اٹھانے کیلئے مجبور نہ کرتی۔تمہاری بیوی اور بچوں کے لئے اتنا کچھ دینے کے لئے تیار ہوں جتنا کہ تم برسوں امریکہ میں محنت کر کے نہیں کما سکتے۔"

"روزی میں تمہارے جذبات و احساسات کی قدر کرتا ہوں تم دل سے مسلمان ہو نا چاہتی ہو میرے لئے خوشی کی بات ہے لیکن خزانہ کے لئے خاندان کی قربانی میں نہیں دے سکتا۔جن کی خاطر روپیہ کمانے امریکہ آیا ہوں وہی میرے نہ رہیں گے تو میں دولت کا کیا کروں گا ؟ ہم ہندوستانی آج بھی رشتوں کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں "۔"میں تم سے روحانی محبت کرتی ہوں جو ایک نور ہے ایسا چراغ ہے جسے کوئی آندھی بجھا نہیں سکتی۔شاید تم میری زندگی میں آنے والے تھے اس لئے میں آج تک تنہا رہی ویسے میری ملازمت میں شادی کی ممانعت تھی۔واجد میں عمر کی اس سرحد میں داخل ہو رہی ہوں جہاں پہنچ کر تنہائی کا احساس شدید ہو جاتا ہے۔یہ موڑ ایک عورت کی زندگی کا سنگین موڑ ہوتا ہے۔ایک ایسے ساتھی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جوان تاریک راہوں پر ہاتھ تھام کر چل سکے کیا تم میرا ساتھ نہیں دو گے ؟ تمہارے در پر سجدہ ریز ہونے والی محبت اور دولت کو کیوں ٹھکرا رہے ہو؟ کیوں ؟ روزی کا گلا رندھ گیا۔

"روزی ڈیر!تم زندگی کے خار دار راستوں پر چل کر آئی ہو تم ایک با ہمت عظیم خاتون ہو میں تمہاری عزت کرتا ہوں لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔"

"یہ لیکن ویکن چھوڑو! سنو واجد! اب میں تمہیں وہ بات بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں جو بتانا نہیں چاہتی تھی۔کیا تم سننا چاہو گے کہ آج میں کیسی کشمکش میں مبتلا ہوں ؟

"ہاں!روزی بتاؤ تمہیں کیا پریشانی ہے ؟ کیسی الجھن ہے ؟"

"تم جانتے ہو میری ماں بیمار ہے لیکن یہ نہیں جانتے کہ بیماری کیا ہے ؟"

"وہ الزائمر کی مریض ہے تمہیں یہ جان کر تعجب ہو گا کہ دنیا میں ابھی تک اس کا علاج دریافت نہیں ہو سکا"۔"میں سمجھا نہیں یہ کیسا مرض ہے کیا تم وضاحت کرو گی؟"

"ساٹھ (60) سال سے زائد عمر والے مرد اور عورتیں اس بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔انسان کا حافظہ آہستہ آہستہ کمزور ہونے لگتا ہے وہ ہر بات بھولتا جاتا ہے جب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مرض بڑھ جاتا ہے تو وہ اپنے قریبی رشتے داروں کو تک پہچاننے سے قاصر ہوتا ہے۔یہاں تک کہ ایک دن اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے۔میری ماں الزائمر کی مریضہ ہے ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ یہ موروثی بھی ہو سکتی ہے شاید اسی لئے میں بھی اس مرض میں مبتلا ہو رہی ہوں۔اکثر اپنے اہم اور ضروری کام بھول جاتی ہوں۔اب ڈاکٹروں نے فیصلہ کیا ہے کہ زہر کا انجکشن دیکر ماں کی زندگی کا خاتمہ کر دیں کیونکہ میں خود زیادہ عرصہ تک ان کی دیکھ بھال نہیں کر سکوں گی دوا خانوں میں ایسے مریضوں کے مرنے کا انتظار نہیں کیا جاتا۔شاید ایک دن میرا بھی یہی حشر ہو گا۔تم جانتے ہو میں بے اندازہ دولت کی مالک ہوں میری موت کے بعد یہ سب کچھ گورنمنٹ کا ہو جائے گا میں اُس حالت کو پہنچنے سے پہلے چاہتی ہوں کہ اپنا سب کچھ تمہارے حوالے کر دوں اب فیصلہ تم پر چھوڑتی ہوں۔"

"روزی یہ سب کچھ جان کر مجھے حیرانی ہوئی۔میری دلی ہمدردی تمہارے لئے بڑھ گئی ہے۔اگر میں نے تم سے شادی کر بھی لی تو تمہاری گورنمنٹ میرا کیا حشر کرے گی ، کیا اس شادی کا سیدھا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ میں نے دولت کی خاطر یہ قدم اٹھایا ؟ تمہاری مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھایا تب میری الجھن کتنی بڑھ جائے گی ؟ "

روزی خالی خالی آنکھوں سے واجد کو دیکھ رہی تھی اس کے چہرہ پر التجا تھی۔بے بسی تھی وہ سوچتے ہوئے گویا ہوئی"سنو! ہم ایک کام کر سکتے ہیں تم اپنے بیوی بچوں کو یہاں بلوالو۔بچوں کی تعلیم تو اچھی ہو جائے گی پھر ملازمت بھی مل جائے گی اس طرح تم میرے قریب تو رہ سکتے ہو میں سب کا تمام خرچ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔"

ایک دن واجد کی بیوی اور بچے امریکہ پہنچ گئے دو تین مہینے سیر تفریح میں گزر گئے۔واجد اور اس کی فیملی بہت خوش تھی۔روزی مطمئن سی ہو گئی تھی واجد سے اس کی قربت اور بے تکلفی نے اس کی بیوی کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا اس نے اپنی طرف سے خلع نامہ واجد کو دے دیا اور وہ سب ہندوستان واپس چلے گئے۔ چند ماہ بعد ہی ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ہوا۔پھر وہاں مسلمانوں کی کایا ہی پلٹ گئی بے حساب لوگ اپنے اپنے وطن لوٹ گئے جن میں واجد بھی تھا۔ آج روزی گورنمنٹ کی طرف سے دوا خانہ میں شریک ہے الزائمر کے مرض نے اسے پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔اسے واجد کے سوا کچھ بھی یاد نہیں ہے کبھی یاد داشت عود کر آتی ہے تو اپنے تیمار داروں سے پوچھتی ہے واجد کہاں گیا ہے ؟کتنی دیر میں آئے گا؟ اسے جلدی آنے کو کہو۔میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔ واجد! واجد!

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جلدی آؤ نا! "۔کچھ دیر بعد اس پر غنودگی چھا جاتی ہے۔شاید انجکشن کے اثر سے نیند کی آغوش میں چلی جاتی ہے۔لیکن اس کی ادھ کھلی آنکھیں کہتی ہیں کہ انھیں کسی کا انتظار ہے۔

*****

تاریک راہوں کے مسافر

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہو گا

سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہو گا

گزر گیا وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے

بنے گا سارا جہاں مئے خانہ ہر کوئی بادہ خوار ہو گا

"واہ رضیہ بیگم! تم نے اور تمہاری لاڈلی نے خاندان کا نام خوب روشن کیا ہے تم لوگوں نے ہمیں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رکھا۔کیا اس چڑیا کے پر تمہیں نظر نہیں آئے ؟اڑنے سے پہلے اس کے پر کیوں نہ کاٹ دیئے ؟کیا باہر سے آنے والی رقم کافی نہیں تھی جو بیٹی کو کمانے کیلئے بھیج دیا ؟ دین کی اور دنیا کی عدالت میں تمہیں جواب دینا پڑے گا۔بتاؤ تم نے یہ قدم کیوں اٹھایا جو سیدھے جہنم کی طرف لے جانے والا ہے جواب دو!!

اس دن ثمینہ کے پیروں میں جیسے پہیے لگ گئے تھے۔ وہ بنا پروں کے اڑتی پھر رہی تھی اس نے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈیویژن میں پاس کیا تھا اسی خوشی میں جشن منایا جا رہا تھا۔آسمانی رنگ کا نیا سوٹ سونے کی خوبصورت چین اور بالیاں پہنی ہوئی ثمینہ کا سونے جیسا رنگ دمک اٹھا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ثمینہ کا تعلق ایک قدامت پسند اوسط گھرانے سے تھا بچے بڑے سبھی دین کے پا بند تھے۔گھر میں T.V تھا لیکن بڑے بزرگ صرف خبریں سن لیا کرتے تھے۔ بچوں کو T.V کھولنے کی اجازت نہیں تھی۔لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے سے گریز کیا جاتا تھا چونکہ ثمینہ بچپن ہی سے شوخ و شریر اور بے حد ذہین تھی اس کے والد کا خیال تھا کہ وہ جہاں تک پڑھنا چاہے پڑھائیں گے بدلتے حالات اور بڑھتی ضروریات کے تحت انھوں نے دیار غیر جا کر روپیہ کمانے کا ارادہ کیا چند مہینوں کی کوشش کے بعد سعودی عرب کی ایک کمپنی میں ملازمت مل گئی ثمینہ کے پاس ہونے کی خوشی میں تقریب کے اہتمام کے لئے انھوں نے معقول رقم اور کچھ تحفے بھیجے تھے۔

پیسے کی ریل پیل نے اپنا رنگ دکھایا نئے زمانے کی نئی چیزیں گھر کو زینت بخش رہی تھیں۔خاندان کے لوگ اس تبدیلی کو دیکھ کر انگشت بدنداں تھے۔دوسرے دن ثمینہ کی سہیلی فاخرہ کی کامیابی پر اس کے گھر دعوت تھی۔جس میں شرکت کے لئے ثمینہ کو مشکل سے اجازت ملی۔ماں نے جلدی لوٹ آنے کی تاکید کی۔ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لئے جب اس نے فاخرہ کے گھر میں قدم رکھا تو دیکھا ہر طرف رنگ و نور بکھرا ہوا ہے۔مہکتی چہکتی خوشبو میں نہائی لڑکیوں اور قہقہے لگاتے خوش لباس لڑکوں کو دیکھ کر وہ الٹے پاؤں واپس جانا چاہتی تھی کہ فاخرہ نے اسے دیکھ لیا اور ہاتھ پکڑ کر ہال میں لے آئی۔گھر والوں سے تعارف کے بعد شرمائی لجائی سی ایک بازو کرسی پر بیٹھ گئی اس کی ہم جماعت کچھ لڑکیاں اس کے قریب آکر بیٹھ گئیں اور کچھ فاخرہ کی کزنس تھیں جو بات بات پر ہنس رہی تھیں۔کچھ تو فلموں پر تبصرہ کر رہی تھیں کچھ T.V سیریلس پر بحث کر رہی تھیں کوئی کسی کے کپڑوں کی تعریف میں رطب اللسان تھی ان سب کے درمیان ثمینہ اپنے آپ کو ہونق سمجھ رہی تھی۔جو نہ فلموں کے بارے میں جانتی تھی نہ T.V سیریلس کے بارے میں معلومات رکھتی تھی۔اس کے سامنے ایک میز پر رکھے T.V- پر کوئی پروگرام چل رہا تھا۔ثمینہ حیران سی۔T.V پر بدلتے مناظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی ہمارے گھر والے عجیب ہیں جو اتنی اچھی تفریح سے ہمیں محروم رکھا۔بھاگتے کھیلتے بچے کبھی چینل بدل دیتے تو کچھ اور دلچسپ مناظر نظر آتے تھے۔وہ -T.V دیکھنے میں محو تھی تب ہی فاخرہ ایک خوبرو نوجوان کا ہاتھ پکڑے اس کی طرف آتی نظر آئی وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس خاصہ اسمارٹ لگ رہا تھا۔ثمینہ کے قریب آکر فاخرہ نے نوجوان کا تعارف کراتے ہوئے کہا"ثمینہ ان سے ملو یہ میرے پیارے بھیا سہیل ہیں ""اور ڈگمگاتی کشتیوں کے ساحل ہیں "۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سہیل نے جیسے جملہ پورا کیا۔اور مسکراتے ہوئے قدرے جھک کر ثمینہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ثمینہ نے اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے غیر ارادی طور پر اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔سہیل نے ہاتھ تھام لیا فاخرہ کھلکھلا کر ہنس پڑی ثمینہ نے گھبرا کر ہاتھ کھینچ لیا اور خجالت میں ڈوبی مسکراہٹ کے ساتھ گردن جھکا لی۔اس کے تن بدن میں جیسے بجلی کے قمقمے روشن ہو گئے اس کے ہاتھ پر چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں۔اچانک ایک اجنبی کے ہاتھ کا لمس پا کر اس کا دل دھڑکنے لگا-سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں -اسکا چہرہ بھیگ سا گیا۔ پر تکلف کھانے کے بعد فاخرہ نے ثمینہ کو اس کے گھر چھوڑ دیا۔کار میں بیٹھی ہوئی ثمینہ محسوس کر رہی تھی جیسے وہ ہواؤں میں اڑی جا رہی تھی وہ تخیلات کی دنیا میں کھو گئی۔تخیلات!جو اسے بچپن سے بے قرار کئے ہوئے تھے جو آسمان کی آخری حدوں کو چھو لینا چاہتے تھے۔رات بستر پر لیٹی تو اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔رہ رہ کر-T.V کے منظر آنکھوں میں گھوم رہے تھے اور ہاتھ پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہو رہی تھیں۔ آدھی رات گزر چکی تھی گھر کے افراد گہری نیند میں تھے۔ ثمینہ ڈرتے ڈرتے اٹھی اورT.V کا بٹن آن کر دیا۔ چینل بدل بدل کر دیکھتی رہی۔جانے کب تک اور کیا کچھ دیکھتی رہی پھر یہ اس کا معمول بن گیا۔وہ چاہتی تھی کہ چھٹیاں جلدی سے گزر جائیں اور کالج میں اس کا داخلہ ہو جائے۔والد نے آگے پڑھنے کی اجازت دے دی تھی دونوں بھائیوں کو نینی تال کے اسکول میں شریک کرا دیا گیا تھا۔

کالج میں داخلے کا دن ثمینہ کی زندگی کا خوشگوار ترین دن تھا کالج کا نکھرا نکھرا رنگین ماحول اسے اچھا لگا۔نت نئے فیشن کے کپڑے زیب تن کئے ہنستی مسکراتی بے فکر سی لڑکیوں کو دیکھ کر اس کا دل کیف و سرور میں ڈوب گیا۔شعور نے کئی چھلانگیں لگائیں تخیلات نے اڑان بھری اور زندگی میلوں آگے نکل گئی۔خوف اور جھجک اس کے دل سے غائب ہو چکے تھے۔نئے زمانے کی لڑکیوں کے ساتھ وہ گھل مل گئی۔ماں سے اجازت لے کر کبھی چوری چھپے انکے ساتھ پکچرز جانے لگی کالج سے جلدی نکل کر یہ لڑکیاں چوکیدار کے ہاتھ پر پچیس پچاس روپے رکھ دیتیں اور انٹرنیٹ سنٹر کی طرف چلی جاتیں جہاں گھنٹوں گزار کر گھر جاتیں اور دیر سے آنے کی کوئی نہ کوئی وجہ بتا دیتیں۔جب کبھی کچھ لڑکیاں اپنے اپنے بوائے فرینڈس کے ساتھ انٹرنیٹ سنٹر کے کیبن میں گھس جاتیں تب باقی لڑکیاں اپنے گھر کی راہ لیتیں۔ثمینہ سوچتی رہ جاتی آخر یہ بوائے فرینڈس کیسے اور کہاں سے مل جاتے ہیں۔ایک دن ثمینہ بس سے اتر کر اپنے گھر جا رہی تھی کہ راستے میں سہیل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مل گیا۔وہ نظریں جھکائے آگے بڑھ جانا چاہتی تھی لیکن سہیل راستہ روکے کھڑا تھا۔

"ایسی بھی کیا جلدی ہے یوں چلی جا رہی ہو جیسے جان پہچان ہی نہیں ہے۔"

"جی میں جانتی ہوں آپ سہیل صاحب ہیں لیکن راستے میں کسی لڑکی کو اس طرح روک لینا کہاں کی شرافت ہے ؟"

"آپ کالج میں پڑھتی ہیں اور اس قدر فرسودہ خیالات رکھتی ہیں ذرا دیکھئے تو دنیا کدھر جا رہی ہے ؟"

"کیا کالج میں پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نئے خیالات رکھیں ؟"

"محترمہ وقت کے ساتھ چلنا ہی وقت کا تقاضہ ہے۔"سہیل نے مسکراتے ہوئے کہا

"یہ پرانا لبادہ اتار دو اور زمانے کے ساتھ چلو۔"اس کی مسکراہٹ میں اسرار کی ایک گرہ سی تھی جسے ثمینہ کوئی نام نہ دے سکی اس کے لا شعور سے ایک سر سراتا خیال اس کی سانسوں کو زیرو زبر کر رہا تھا اس نے قابو پاتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے خیال سے متفق نہیں ہوں ویسے اس سلسلے میں فاخرہ سے ضرور بات کروں گی خدا حافظ۔"کہتے ہوئے ثمینہ آگے بڑھ گئی۔

دوسرے دن اس نے فاخرہ سے اس ملاقات کا ذکر کیا تو فاخرہ نے بتایا کہ اس کے چاچا-T.V کے لئے اشتہاری فلمیں بناتے ہیں اور سہیل نے ثمینہ کے بارے میں چاچا کو بتایا تھا شاید وہ اسی سلسلے میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ثمینہ کچھ سوچتی ہوئی خاموش ہو گئی۔پندرہ اگست کے دن کالج میں فنکشن تھا طالبات کے والدین نے بھی شرکت کی تھی ایک خوبصورت ڈرامہ اسٹیج کیا گیا تھا جس کی ہیروئن ثمینہ تھی۔فاخرہ کے چاچا اور سہیل بھی فنکشن میں موجود تھے چاچا نے ثمینہ کو اور اس کے کام کو بہت پسند کیا اور ایک دن فاخرہ کے ساتھ اس کے گھر پہنچ گئے ماں سے ملاقات کی اور ثمینہ کو اپنی نئی اشتہاری فلم میں لینے کی اجازت چاہی۔انھوں نے سختی سے منع کر دیا چاچا واپس چلے گئے لیکن ثمینہ کے تخیلات نے اڑان بھری اس نے پہلے تو پیار سے ماں کو راضی کرنے کی کوشش کی جب وہ نہیں مانیں تو ضد پر اتر آئی۔ماں نے کہہ دیا کہ والد سے اجازت لینے کے بعد ہی کچھ کہے گی۔ثمینہ نے سختی سے منع کیا اور بھوک ہڑتال کر دی آخر ماں کو اجازت دینی پڑی۔لاڈلی بیٹی تھی کچھ کر بیٹھتی تو سارا الزام ان ہی پر آتا۔ثمینہ کالج کے بعد فاخرہ کے ساتھ چلی جاتی اور وہاں سے کبھی سہیل کے ساتھ کبھی فاخرہ کے ساتھ شوٹنگ پر چلی جاتی صابن کے اشتہار کی فلم تھی اور اسے نیم عریاں لباس پہننا تھا پہلے تو وہ بہت

شرمائی لجائی انکار کیا لیکن اس کی آنکھوں میں بسے سنہرے سپنوں نے زیادہ سوچنے کی مہلت نہیں دی۔اور فلم مکمل ہو گئی۔وہ اپنے آپ کو فاتح زمانہ سمجھنے لگی کیونکہ اس کی فلم بے حد مشہورو مقبول ہوئی اسے نئی آفرز ملنے لگیں وہ جیسے تخت طاؤس پر بیٹھی بے خود سی ہو گئی۔ماں سے کیا ہوا وعدہ بھول گئی کہ صرف ایک بار پہلی اور آخری بار فلم میں کام کرے گی۔وہ اب سہیل کے علاوہ اور لوگوں کے ساتھ بھی دیکھی جا رہی تھی خاندان کے کچھ لوگوں نے جب اس کے نئے رنگ روپ کو دیکھا تو آگ بگولہ ہو گئے اس کے گھر آ کرماں سے کہا"واہ رضیہ بیگم! تم نے اور تمہاری لا ڈلی بیٹی نے خاندان کا نام خوب روشن کیا ہے تم لوگوں نے ہمیں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رکھا۔کیا اُس چڑیا کے پر تمہیں نظر نہیں آئے ؟ اڑنے سے پہلے اس کے پر کیوں نہ کاٹ دئے ؟ کیا باہر سے آنے والی رقم کافی نہیں تھی جو بیٹی کو کمانے کے لئے بھیج دیا ؟ دین کی اور دنیا کی عدالت میں تمہیں جو اب دینا پڑے گا۔بتاؤ تم نے یہ قدم کیوں اٹھایا جو سیدھے جہنم کی طرف لے جانے والا ہے جواب دو" !!

رضیہ بیگم کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ان کا سر چکرا رہا تھا اعصاب شل ہوئے جا رہے تھے انھوں نے کرسی کا سہارا لیا اور بیٹھ گئیں۔جانے وہ کب تک یوں ہی بیٹھی رہیں شام اتر آئی تھی کمرے میں اندھیرا پھیل گیا تھا اور یہ اندھیرا ان کی خوشیوں کے اجالے پر چھا گیا رات دیر گئے ثمینہ گھر آئی تو اسے دیکھتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں ثمینہ کے پوچھنے پر کہا"کیا اسی دن کے لئے تمہیں خدا سے مانگا تھا کہ تم آؤ اور خاندان کی عزت کو خاک میں ملا دو تم نے میرا کہا نہیں مانا آج دنیا ہم پر تھوک رہی ہے میں تمہارے ابو کو کیا جواب دوں گی انھیں مجھ پر پورا بھروسہ تھا اور تم نے مجھے کہیں کا نہ رکھا میں کیا کروں ؟ ""بتاؤ میں کیا کروں ؟"

ثمینہ نے ڈھٹائی سے کہا"امی دنیا والوں کا کیا ہے ان کا تو کام ہی یہی ہے کہ کسی نہ کسی کو کچھ نہ کچھ کہتے رہیں دراصل یہ لوگ کسی کی عزت ،شہرت اور دولت کو دیکھ نہیں سکتے۔جل جل کر پھپھولے پھوڑتے رہتے ہیں ان کی پرواکریں گے تو جینا دشوار ہو جائے گا آپ خوامخواہ ہلکان ہو رہی ہیں میں نے ایسا کیا کر دیا ؟"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی ثمینہ نے فون اٹھایا والد کا فون تھا انھوں نے بتایا کہ وہ کل انڈیا آ رہے ہیں ثمینہ نے ماں کو بتایا تو ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔

ثمینہ کے والد ڈیڑھ ماہ کی چھٹی پر آ رہے تھے ان کی شاپنگ مکمل ہو گئی تھی وہ پیکنگ میں مصروف تھے اور خوشی خوشی اپنے دوست کو خریدی ہوئی تمام چیزیں دکھا رہے تھے T.V چل رہا تھا ان کے دوست نے کہا:

"آج کل انڈیا چینل پر ایک ad فلم میں نئی سا حرہ بجلیاں گرا رہی ہے، غضب کی لڑکی ہے کیا تم نے دیکھی ہے؟" ثمینہ کے والد نے نفی میں سر ہلا یا۔ دوست نے کہا "بڑی انمول چیز ہے ذرا غور سے دیکھنا۔ تمہاری بوڑھی رگوں میں تازہ خون گردش کرنے لگے گا۔ فلم ابھی آتی ہی ہو گی۔ ثمینہ کے والد نے فلم دیکھی تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہ گئے۔ انھوں نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "ثمینہ! میری ثمینہ۔ ان کی آنکھیں پتھرا گئیں اور لب ساکت ہو گئے۔

*****

گمشدہ منزل

تیری یادوں کے چراغوں کا اجالا ہے یہاں
ورنہ دنیا میں اندھیروں کے سوا کچھ بھی نہیں

یہ ضروری تو نہیں کہ انسان کسی چیز کی خواہش کرے اور وہ چیز اسے حاصل ہو جائے زندگی میں آرزوؤں اور تمناؤں کا خون ہوتا رہا ہے! لوگ پھر بھی زندہ رہتے ہیں ایسی خواہش کے دکھ کو دل میں کیوں بسائیں جس کا پورا ہونا ممکن نہ ہو؟

اس کا دل شام ہی سے جانے کیوں بیٹھا جا رہا تھا دھڑکنیں کبھی تیز ہو جاتیں کبھی مدھم پڑ جاتیں اختلاج کی سی کیفیت تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے اب تو اسے کوئی فکر پریشانی بھی نہیں تھی وہ دن کب کے گزر گئے تھے جب وہ حیران پریشان رہا کرتی تھی دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیدائش کے بعد اس کا شوہر فالج کا شکار ہو کر اپاہج ہو گیا تھا ملازمت جاتی رہی۔ بچے چھوٹے تھے اور کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا چند دن تک رشتے داروں نے مدد کی لیکن کسی کی وقتی مدد زندگی بھر کا سہارا تو نہیں بن سکتی۔۔۔رفیعہ کے لئے زندگی ایک چیلنج ایک امتحان بن گئی تقدیر کی ستم ظریفی سے کوئی گلہ نہیں تھا وہ ایک با ہمت دل اور پر اعتماد دماغ کی حامل عورت تھی۔گرائجویشن کے بعد ٹائپ اور شارٹ ہینڈ کا اعلی امتحان پاس کیا تھا اسے ایک بسکٹ فیکٹری میں معقول تنخواہ پر اکاؤنٹنٹ کم سوپروائزر کی نوکری مل گئی جلد ہی اس نے ایک جنرل اسٹور کھول کر شوہر کو بیٹھا دیا۔

ہمہ اقسام کے بسکٹ اپنی فیکٹری سے خرید کر اس نے دوکان پر رکھے ایک لڑکے کو بھی ملازم رکھ لیا۔فیکٹری سے نکل کر وہ کمپیوٹر سیکھنے جانے لگی۔اسکول سے آنے کے بعد بچے گھر اور دوکان سنبھالنے لگے زندگی سکون سے گزرتی رہی۔چند سال کی محنت کے بعد رفیعہ نے ایک کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ کھول لیا جہاں لڑکیوں اور خواتین کو کمپیوٹر کے علاوہ مختلف ٹکنیکل کورسس کرانے کا انتظام تھا۔مہینے میں ایک دن گھر پر دینی اجتماع ہوتا تھا جہاں امیر غریب سبھی خواتین جمع ہوتی تھیں اور چندہ کے طور پر بساط بھر رقم جمع کرتی تھیں جمع شدہ رقم سے سال میں ایک بار کسی مستحق ضرورت مند کی مدد بھی کی جاتی تھی۔محلے میں رفیعہ کا ایک مقام بن گیا تھا وہ وقت بھی آ گیا کہ بچوں کی تعلیم مکمل ہو گئی بڑے لڑکے کی شادی کر دی وہ بیرون ملک اپنی بیوی کے ساتھ چلا گیا چھوٹے لڑکے کو اچھی کمپنی میں ملازمت مل گئی پھر رفیعہ نے بڑے اہتمام کے ساتھ بیٹی کے ہاتھ پیلے کئے اور سسرال روانہ کیا جس کے چند دن بعد ہی رفیعہ کے شوہر نے رخت سفر باندھا اور اسے اکیلا چھوڑ سوئے عدم روانہ ہو گیا زندگی کے ان تمام تیز رفتار سالوں میں رفیعہ اسقدر مصروف رہی کہ کبھی اپنے آپ پر توجہ نہیں دی اسے تو بچوں کی تعلیم ، بیمار شوہر کی خدمت اور غریبوں کی مدد کے سوا کچھ یاد نہیں تھا اس نے اپنے لطیف احساسات اور جذبات کو تھپک تھپک کر سلادیا اور حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا وہ کبھی بیمار ہوئی نہ کسی نے اس کی طرف توجہ کی تھی آج جیسے اعصابی تھکن نے اسے نڈھال کر دیا تھا تنہا بستر پر لیٹی ہوئی گزرے دنوں کا محاسبہ کر رہی تھی کہ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں ہاتھ پاؤں میں لرزہ سا محسوس کر رہی تھی اس کا لڑکا رات دیر گئے گھر آتا اور اپنے کمرے میں چلا جاتا تنہا رہنے والی ماں سے بات کرنا گھر جلدی آنا وہ ضروری نہیں سمجھتا تھا جیسے وہ ماں نہیں کونے میں پڑی ہوئی کوئی مشین تھی۔ بڑا لڑکا کبھی عید بقر عید پر بات کر لیا کرتا تھا اور بیٹی تو سسرال کی ہو بیٹھی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آج اس کا دل چاہ رہا تھا کوئی اس کے قریب بیٹھے اس کا حال پوچھے تسلی اور محبت کے دو بول سننے کی خواہش نے اسے بے چین کر دیا جن بچوں کے لئے وہ اپنی تمام خوشیوں اور خواہشات کو تیاگ کر زندگی بھر شیشے کی کرچیوں پر چلتی رہی تھی ان کی نظر میں آج وہ کیا تھی؟؟!اسکا دل بیٹھا جا رہا تھا چہرہ پر کرب کی چادر سی تنی ہوئی تھی جیسے ماضی کے جزیروں سے کوئی اسے آواز دے رہا ہو دماغ کے کینوس پر ایک دھندلی سی تصویر ابھر آئی یہ!؟ یہ ؟!یہ چہرہ!یہ مجھے کیوں یاد آ رہا ہے ؟ نہیں یہ سوال ہی غلط ہے!اس چہرہ کو میں بھولا ہی کب تھا ؟

یہ ہمہ وقت میری نظروں کے سامنے میرے ساتھ ساتھ رہا ہے ہاں میں ایک شادی شدہ مشرقی عورت تین بچوں کی ماں ہوتے ہوئے اس گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں کچھ کام انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتے کچھ یادیں ذہن سے کبھی فراموش نہیں ہوتیں ناسور بن کر رستی رہتی ہیں۔یادوں کی بازگشت اسے پریشان کرتی رہی ہے کیا میں نے کچھ کھو دیا ہے ؟

نہیں!میں نے جو چاہا پایا ہی کب تھا جو کھونے کا سوال پیدا ہوتا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ دوڑ کر جائے اور شکیب احمد کے قدموں پر اپنا سر رکھ دے جو آج تک اپنے وعدہ پر قائم تھا کہ وہ کبھی۔۔۔۔۔ہاں اس رات کی مہک کو وہ کیسے بھول سکتی ہے جو اس کی ساری زندگی پر محیط ہو گئی تھی اس رات اس کی جگری دوست رخسانہ کی شادی تھی مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے ۱۱بجے جلوہ کی رسم ادا ہو رہی تھی قریبی رشتے دار جمع تھے لڑکیاں دلہن کو اور ایک دوسرے کو ستا رہی تھیں کچھ دور کھڑے لڑکے ان کے دبے دبے قہقہوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے ان ہی لڑکوں کے بیچ وہ دشمن جان و دل شکیب بھی تھے اس کی طرف ٹکٹکی باندھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے وہاں ان دونوں کے سوا کوئی نہ ہو دونوں ایک دوسرے کو گم صم کھڑے گھورے جا رہے تھے آنکھیں وفور شوق سے دمک رہی تھیں نظریں جیسے کہہ رہی تھیں تم ہی تو ہو جس کی مجھے تلاش تھی دونوں کے ہونٹوں پر طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔دوسرے دن شکیب نے اپنی ماں کو رفیعہ کے گھر بھیج دیا۔رفیعہ کی ماں نے خاطر مدارات کے بعد معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کی خالہ زاد بہن نے اپنے بیٹے کے لئے بچپن ہی میں رفیعہ کو مانگ لیا تھا اور اسکی شادی کی تیاری ہو رہی ہے شکیب کی ماں اداس دل لئے لوٹ گئیں۔

شکیب نے رخسانہ کے پیر پکڑ لئے اور کہا کہ وہ صرف ایک بار کسی طرح رفیعہ سے ملا دے۔رخسانہ کے منت سماجت کرنے اور اپنی دوستی کا، خدا کا واسطہ دینے پر وہ دھڑکتے دل کو سنبھالتی شکیب سے ملنے گئی دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے مافیہا سے

بے خبر بیٹھے رہے زبانیں گنگ تھیں اور نظریں جیسے زبان بن گئی تھیں چاہتے تھے کہ وقت کی رفتار تھم جائے اچانک شکیب نے رفیعہ کے ٹھنڈے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر کہا:

"رفیعہ کیا تم اپنی شادی سے انکار نہیں کر سکتیں ؟ رفیعہ نے بھیگی بھیگی پلکیں اٹھا کر شکیب کی طرف دیکھا

"شکیب یہ ضروری نہیں کہ انسان کسی چیز کی خواہش کرے اور وہ اسے حاصل ہو جائے زندگی میں آرزوؤں اور تمناؤں کا خون ہوتا رہا ہے!لوگ پھر بھی زندہ رہتے ہیں!بیٹیاں صدیوں سے ماں باپ کے حکم کی پابند رہی ہیں ماں باپ کا مان رکھتی ہیں!شکیب!ماں باپ کی خوشیوں کی لاش پر میں اپنی چاہتوں کا محل تعمیر کرنا نہیں چاہتی"!

"رفیعہ میرا کیا ہو گا ؟ تم سے ہمیشہ کی دوری میں برداشت نہ کر سکوں گا"

"یوں سمجھیں کہ تقدیر نے ہمیں ایک دوسرے کے لئے نہیں بنایا آپ ہاؤ زسرجن شپ کر لیں میں آپ کو اچھے مسیحا کے روپ میں دیکھنے ایک دن ضرور آؤں گی آپ مجھے بھولنے کی کوشش کریں "رفیعہ کی آنکھیں کب سے جھرنے بہا رہی تھیں اسے پتہ ہی نہ چلا تکیہ بھیگ گیا تھا۔اس کا دل شکیب سے ملنے کے لئے مچل اٹھا تھا!کون ہے وہ ؟احساس کا یہ نازک رشتہ اسقدر مضبوط کیوں ہے جو آج تک ٹوٹ نہ پایا۔رخسانہ نے بتا یا تھا کہ شکیب نے ابھی تک شادی نہیں کی ہے وہ آج بھی اپنے وعدہ پر قائم ہے کیوں ؟

رات کا پچھلا پہر تھا اسے ابھی تک نیند نہیں آئی تھی۔اس نے چھوٹے لڑکے کی شادی طے کر دی تھی جو عنقریب ہونے والی تھی تیاری تقریباً ہو چکی تھی جو کام رہ گئے تھے وہ بڑے بیٹے اور بہو کے حوالے کر دئے تھے وہ باہر سے آنے ہی والے تھے اس خیال نے اسے ہمیشہ پریشان رکھا کہ جسطرح بڑے بیٹے نے اپنی دنیا بہت دور بسالی ہے اسی طرح چھوٹا بھی اس سے دور ہو جائے گا حالانکہ وہ بچوں کو اپنی خوشی سے اپنی زندگی جینے کی آزادی دینا بھی چاہتی تھی لیکن آنے والے دنوں کی تنہائیوں کے تصور سے وہ لرز بھی جاتی تھی۔اسے صبح کا بے چینی سے انتظار تھا رات کے سوگوار لمحے آہستہ آہستہ سرکتے جا رہے تھے وہ مضطرب سی کروٹیں بدلتی رہی۔ صبح ہو گئی اس کے دل کی حالت قدرے سنبھل گئی تھی معمول کے کام نپٹائے پھر آئینے میں اپنے سراپا کو غور سے دیکھا کتنی بدل گئی تھی وہ اپنے آپ پر نظر ڈالنے کی فرصت ہی کب ملی تھی آج دیکھا تو جسم بھاری بھر کم لگ رہا تھا سر میں چاندی کے بے شمار بال جگمگ کر رہے تھے ہاتھ پاؤں بھدے اور میلے

ہو گئے تھے نیم گرم پانی سے نہانے کے بعد وہ نکھر سی گئی تھی پسند یدہ آسمانی ساڑی نکالی یہ رنگ شکیب کو بھی پسند تھا۔

ہلکا سامیک اپ کر کے بالوں کا جوڑا بنا لیا پھر اپنے سراپے کا جائزہ لیا تو کافی فرق محسوس کیا اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے کرب و بے چینی میں جاگ کر رات گزاری ہے۔لیکن یہ کیا ؟!اسے چکر سی محسوس ہونے لگی وہ سنبھلتے سنبھلتے گر گئی۔۔۔دوسرے دن اسے ہوش آیا اس کے بیڈ کے قریب دونوں بیٹے بیٹی اور بہو کھڑے ہوئے تھے وہ پھٹی پھٹی اجنبی نگاہوں سے انھیں دیکھ رہی تھی جیسے انھیں پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ اسے ڈاکٹر شکیب احمد کے ہاں لے جائیں وہ سٹیر نیورولاجسٹ ہیں۔

ڈاکٹر شکیب کا نام سن کر رفیعہ نے دونوں آنکھیں کھول دیں اس کی آنکھیں سرخ انگارہ سی تھیں جنھیں پھر موند لیا۔اس نے بڑے بیٹے کی آواز سنی کہہ رہا تھا "جانے انھیں کیا ہوا اچھی بھلی تھیں اگر یہی حال رہا تو مشکل ہو گی میں تمہاری شادی کے سلسلے میں آیا تھا وہاں بچوں کے اسکول کھلنے والے ہیں مجھے جلدی واپس جانا ہے "چھوٹے نے کہا"ہاں بھائی جان میری ملازمت بھی پرمنینٹ ہونے والی ہے میرا رخصت لینا مناسب نہیں ہے شادی کیلئے مشکل سے منظور ہوئی ہے اگر ماں کو دوا خانہ میں شریک کرنے کی نوبت آئی تو شازیہ انکے ساتھ رہیگی کیا خیال ہے ؟

شازیہ نے فوراً جواب دیا "کیا آپ لوگ میرے گھر کے حالات سے واقف نہیں ہیں میں بھلاکیسے رہ سکتی ہوں میرے بچے بھی تو اسکول جاتے ہیں بہتر ہو گا کہ ہم کسی قریبی رشتے دار کی تلاش کریں جس پر کوئی ذمہ داری نہ ہو دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ معقول تنخواہ پر کسی ملازمہ کو رکھ لیا جائے "سب خاموش تھے رفیعہ سب کی باتیں غور سے سن رہی تھی ان کے الفاظ بجلی بن کر اس کے دل پر گرے تھے دل کی دھڑکنیں جیسے اک لحظہ کے لئے رک گئی تھیں وہ ساکت و جامد ہو گئی جیسے اس کی روح نکل رہی ہو اس کی ریاضت و عبادت سب اکارت گئیں کسی نے اس کے دامن کو رواداری کے چند پھولوں کا بھی مستحق نہیں سمجھا وہ دامن جسے پھیلا کر وہ ہمیشہ ان سب کی خوشیوں اور کامیابیوں کی دعائیں مانگا کرتی تھی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے جنھیں چھپانے کے لئے اس نے ایک چیخ مار کر دوسری طرف کروٹ بدل لی سب نے یہی سمجھا کہ اب اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے اسے ڈاکٹر شکیب احمد کے پاس لے جایا گیا۔وہ موجود نہیں تھے۔

رفیعہ کو اسٹریچر سے اتار کر ایک بیڈ پر لٹا دیا گیا دونوں بھائی قریبی ہوٹل میں جا بیٹھے شازیہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی اسے نیند لگ گئی۔ کچھ ہی دیر بعد شکیب آ گئے آتے ہی رفیعہ کی کیس شیٹ دیکھنے لگے رفیعہ دوسری طرف منہ کئے لیٹی تھی کیس شیٹ میں نام پڑھ کر اسے پکارا تو وہ ایک جھٹکے سے پلٹی دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو دیکھتے رہ گئے!شکیب ؟ وہی چہرہ وہی بولتی آنکھیں وہی

"رفیعہ!رفیعہ!یہ تم۔۔۔کیا ہوا تمہیں ؟تمہاری یہ حالت کب سے ہے ؟

رفیعہ نے شکیب کا ہاتھ پکڑ لیا اور آنکھیں بند کر لیں "میں خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں تم میرے سامنے ہو مجھ سے مخاطب ہو کیا یہ حقیقت ہے ؟

"ہاں رفیعہ یہ حقیقت ہے آنکھیں کھولو نا "میری طرف دیکھو"

"شکیب!میں نے تم سے کہا تھا نا تمہیں مسیحا کے روپ میں دیکھنے کے لئے ایک دن ضرور آؤں گی تم سے ملنے کی شدید خواہش نے کئی دن سے بے چین کر رکھا تھا میں آنے کی تیاری کر رہی تھی کہ طبعیت بگڑ گئی شاید بیمار بن کر اپنے مسیحا کے پاس آنا تھا"

رفیعہ نے آنکھیں بند کر لیں تب ہی بچے آ گئے شازیہ بھی جاگ گئی بیٹوں کے پوچھنے پر ڈاکٹر شکیب نے بتا یا کہ "نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے زیادہ خوشی یا رنج وفکر سے دماغ متاثر ہوتا ہے بہت سے امراض جن میں لوگ مبتلا ہیں دماغی دباؤ کا نتیجہ ہیں پشیمانی ، مایوسی ، بے اعتمادی و بے اعتنائی اپنوں کی بے مروتی اور چاہنے اور چاہنے جانے کی خواہش اگر پوری نہ ہوئی ہو تو یہ سب انسانی دل و دماغ اور جسم کو مجروح کر دیتے کمزور بنا دیتے ہیں میں نے ان کی کیس شیٹ دیکھی ہے دوائیں بھی لکھ دی ہیں علاج میں وقت لگے گا فی وقت انھیں دوا خانہ میں رکھنا ہو گا"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر ہم آپ کی تعریف سن کر آئے ہیں آپ علاج شروع کر دیں اور ان کی دیکھ بھال کے لئے ایک نرس مقرر کر دیں "بڑے لڑکے نے کچھ رقم ڈاکٹر کے حوالے کی اور سب چلے گئے۔"بتاؤ روفی تمہیں کیا دُکھ ہے میں تمہارے تمام دکھ سمیٹ لوں گا۔تمہاری شادی کے بعد میں امریکہ چلا گیا تھا وہاں کی رنگین فضاؤں میں بھی تمہیں بھلانے کی کوشش میں ناکام رہا اور وطن واپس چلا آیا۔آنے کے بعد معلوم ہوا کہ تمہارے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے کیا بچے تمہارا خیال نہیں رکھتے ؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اب انھیں میری ضرورت نہیں ہے آج اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ میری اس حالت کا انھیں کوئی دکھ کوئی احساس نہیں ہے اور جہاں احساس نہیں ہوتا وہاں کوئی رشتہ باقی نہیں رہ جاتا آج میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہی ہوں"

"روفی میں تمہارے ساتھ ہوں تم سے ملنے کی آرزو میں جیتا رہا ہوں تمہاری پکار ہی مجھے ہزاروں میل دور سے کھینچ لائی ہے کیا تم اب بھی۔۔۔"

"شکیب میں پہلے والی رفیعہ نہیں ہوں کیا تم میرے چہرہ پر عمر کے سائے نہیں دیکھ رہے ہو؟ میں ایک ٹمٹماتا چراغ ہوں"

"رفیعہ تم آج بھی میرے لئے وہی ہو جس کی چاہت میرے دل میں تازہ ہے آؤ ہم دونوں مل کر گزرے لمحوں کو آواز دیں اپنے ماضی میں لوٹ کر حقیقی مسرتوں کو حاصل کر لیں میں تمہیں کہیں نہ جانے دوں گا اب تم میری ہو صرف میری!

"شکیب!شکیب۔۔۔میرے مسیحا!رفیعہ زار و قطار رو رہی تھی

"اب کسی بات کا غم نہ کرو ہم ایک دوسرے کے قدم سے قدم ملا کر زندگی کا باقی سفر پورا کریں گے میں بہت جلد تمہیں سوئٹزر لینڈ لے جاؤں گا وہاں تمہاری صحت بہت اچھی ہو جائے گی تم نے آج تک سب کی خدمت کی ہے اب میں تمہاری خدمت کروں گا "رفیعہ شکیب کے چہرہ کو تکے جا رہی تھی اعتماد اور طمانیت کا نور چہرہ پر جھلک رہا تھا دوسرے دن ڈاکٹر شکیب نے ہیرے کی خوبصورت سی انگوٹھی رفیعہ کی انگلی میں پہنا دی۔

*****

کرب مسلسل

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

---

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں تم سے کہہ چکا ہوں بار بار مجھے ماں کے سلسلے میں نصیحتیں نہ کیا کرو ورنہ میری نفرت بڑھتی جائے گی میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں اس نے ایک مرد سے علیٰحدہ ہو کر خود مرد بن کر جینے کی کوشش کی ہے اور تم جانتے ہو اکیلی عورت پر کتنے مردوں کی نظر رہتی ہے۔۔۔

اس دن بھی عامر اپنی سوچوں میں غرق اداس بیٹھا ہوا تھا کہ اختر آ گیا اس نے محسوس کیا کہ عامر آج کسی گہری سوچ میں ہے۔

"کیا بات ہے عامر طبیعت تو ٹھیک ہے ؟

"طبیعت کو کیا ہو نا ہے یار میری قسمت ہی خراب ہے"

"یار تم سے کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ ماں کی طرف سے دل کو میلا نہ رکھا کرو ماں اولاد کے لئے بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اسے سنبھال کر رکھو یہ کھو جائے تو اس جہاں میں اس جیسی ہستی کہیں نہیں ملے گی تم اب بچے نہیں ہو کالج کی دنیا میں قدم رکھ چکے ہو دیکھو ماں زندگی کی کڑیل دھوپ میں گھنا سایہ ہوتی ہے وہ اولاد کے ہر درد کا مسیحا ہوتی ہے اپنے ہاتھوں اسے کھو کر کچھ بھی نہ پا سکو گے "۔

"میں کیا کروں اختر میرا دل جلتا رہتا ہے یہ سوچ سوچ کر کڑھتا رہتا ہوں کہ اگر ماں نے میرے باپ سے علیٰحدگی اختیار نہ کی ہوتی تو میں باپ کی چھتر چھایا تلے کتنی آسودہ زندگی گزار رہا ہوتا ماں تو گھر کی چاردیواری میں جینے کا سلیقہ طریقہ سکھاتی ہے لیکن باپ انگلی پکڑ کر ایک وسیع دنیا کی سیر کراتا ہے اس دنیا کے نشیب فراز سے واقف کراتا ہے اپنے بچے کو مردانگی کے معنی بتاتا ہے اور۔۔۔۔۔"

"اب بس بھی کرو جن بچوں کے باپ نہیں ہوتے کیا وہ مرد نہیں ہوتے ؟ کیا بن باپ کے بچوں نے اپنا نام روشن نہیں کیا ؟ بڑے بڑے کارنامے انجام نہیں دئے ؟"

"اختر مجھے تمہاری بات سے اختلاف نہیں ہے لیکن تم نہیں جانتے کہ ماں نے میرے مقدر کے ساتھ کوئی سازش کر لی ہے دیکھو نا ہر وقت ان کاموں سے رو کتی ٹوکتی رہتی ہیں جن میں میری خوشی ہوتی ہے کہتی ہیں رات دیر تک گھر سے باہر نہ رہا کرو ' جلدی سویا کرو ، صبح جلدی اٹھ جاؤ دوستوں میں وقت نہ گزارو ہر لڑکی کو اپنی بہن سمجھا کرو ہر ہفتہ پکچر نہ دیکھا کرو میرا جینا دشوار کر دیا ہے کل پہلی بار سگریٹ کو منہ لگایا تھا جانے انھیں کیسے پتہ چل گیا کہنے لگیں بیٹا مرد کو اللہ تعالیٰ نے ایک طاقتور مخلوق بنا کر پیدا کیا ہے وہ کمزور چیزوں کا سہارا نہیں لیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرتے چائے ، پان، سگریٹ اور نشہ آور چیزیں انسان کو کمزور بنا دیتی ہیں اور کمزور مرد ایک خاندان کو صحیح طور پر نہیں سنبھال سکتا جبکہ ایک قوم کو سنبھالنے کی ذمہ داری اس کے مضبوط کندھوں پر ہوتی ہے وغیرہ "عامر نے جزبز ہوتے ہوئے کہا "آنٹی نے جو کچھ کہا بالکل ٹھیک کہا ہے چلو اب گھر چلیں دیر ہو گئی ہے"

"کیا ٹھیک کہا خود انھوں نے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی ہمیں اپنی ذمہ داریاں بتا نے چلی ہیں "۔

عامر تھکا ہا را گھر آیا کتا بیں پٹکنے کے انداز میں رکھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا کپڑے بدل کر آیا تو ماں نے کہا

"بہت دیر کر دی بیٹا میں نے تمہارے انتظار میں ابھی تک کھا نا نہیں کھا یا چلو منہ ہاتھ دھو کر آ جاؤ میں کھا نا لگاتی ہوں "۔

ماں کے میٹھے سے نرم لہجے نے عامر کے غصہ کی آگ کو ٹھنڈا ضرور کیا لیکن وہ روٹھا روٹھا سا تھا۔وہ سوچ رہا تھا"یہ ماں بھی عجیب شئے ہے غصہ کی آگ میں تپا ہوا فولادی مرد بھی اس کی محبت کی آنچ سے موم کی طرح پگھلنے لگتا ہے پھر میری ماں تو برسوں سے میرے لئے محنت مشقت کر رہی ہے تن تنہا زندگی کی جنگ لڑ رہی ہے اور پیشانی پر بل تک نہیں اسے اداس یا کسی الجھن میں گرفتار کبھی نہیں دیکھا آہنی مر د کے بارے میں سنا تھا لیکن یہ تو آہنی عورت ہے "اسے ماں سے جلن ہو نے لگی لوگ کتنے بیوقوف ہیں اس عورت کی تعریف کرتے ہیں جس نے اپنی ازدواجی زندگی کو شطرنج کی بساط سمجھا تھا جب تک جی چاہا کھیلا اور دل بھر گیاتوبساط ہی الٹ دی جیسے کوئی کھلنڈرا بچہ پرانے کھلونوں کو پھینک دیتا ہے۔ماں ایک بد سلیقہ عورت ہے جس نے زندگی کو سلیقہ سے نہیں جیا ایک بے درد عورت ہے جس نے ایک بچے کو اس کے باپ سے جدا کر دیا۔عامر کے ذہن میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی جلتا کڑھتا رہتا۔وقت یونہی آگے بڑھتا رہا۔آخر وہ وقت آ گیا جب ماں کی محبتوں اور نصیحتوں کی چھاؤں میں عامر نےCA* کا امتحان اعلی نشانات سے پاس کر لیا ماں نے محلے بھر میں مٹھائی با نٹی اور دلہن کی تلاش شروع کر دی۔عامر شہر کی مشہور کمپنی میں با وقار عہدہ پر فائز ہو گیا۔

نئی زند گی کی شروعات پر سب سے پہلے اختر نے اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا "کیا تم اب بھی ماں سے بد ظن ہو خدا کا شکر کرو جس نے تمہیں ایسی ماں دی کہ اپنا آپ تج کر تمہیں اس مقام پر پہنچا یا "اختر نے مسکراتے ہوئے کہا

"میں نہیں سمجھتا کہ انھوں نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہے یہ تو ہر ماں باپ کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اولاد کی ہر طرح کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے انھیں ایک اچھا مستقبل دیں ورنہ۔۔۔۔۔۔"

"ایسا نہ کہو عامر آخر تم سمجھتے کیوں نہیں ماں جو نو مہینے تک اپنا خون پلا کر بچے کا بوجھ اٹھاتی ہے اس کا بدلہ نو جنم لے کر بھی نہیں چکا سکتے ماں کے دودھ کے ایک ایک قطرہ کا ہم پر احسان ہوتا ہے کیا دو سال تک پیئے ہوئے دودھ کا حساب لگا سکتے ہو ؟"

"میں نے کہا نا۔۔۔۔۔۔وہ اولاد کے لئے سب کچھ کرنے پر مجبور ہیں قدرت نے انھیں پابند کیا ہے"

"اسی قدرت نے کیا اولاد کو پابند نہیں کیا ہے ؟"

"اختر میں تم سے کہہ چکا ہوں۔بار بار مجھے ماں کے سلسلے میں نصیحتیں نہ کیا کرو ورنہ میری نفرت بڑھتی جائے گی میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں اس نے ایک مرد سے علیٰحدہ ہو کر خود مرد بن کر جینے کی کوشش کی ہے اور تم جانتے ہو اکیلی عورت پر کتنے مردوں کی نظر رہتی ہے کچھ

جیالوں نے ماں کے لئے شادی کے پیغام بھی بھیجے تھے اور آج بھی بھیجتے ہوں گے تم بتاؤ کیا

اولاد کو یہ منظور ہو گا کہ اس کی ماں کسی نئے آدمی کو اس کا باپ بنا دے ؟"

"اگر وہ شادی کر لیتیں تو میں اس آدمی کو جان ہی سے مار دیتا"

"اچھا ٹھیک ہے غصہ تھوک دو چلو باہر کہیں گھوم آتے ہیں "دوسرے دن اتوار تھا ماں نے شادی کی بات چھیڑ دی عامر نے کہا "آپ اس معاملے میں فکر نہ کریں نہ جلدی کریں شادی مجھے کرنی ہے میں اب عاقل اور بالغ ہوں خود لڑکی پسند کروں گا اس سے ملوں گا اور مطمئن ہو نے کے بعد ہی شادی کروں گا "اس نے اپنی ہی کمپنی کی ایک لڑکی کو پسند کیا اور ماں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اسی لڑکی سے شادی کر دی وہ کسی ملازم پیشہ لڑکی سے بیٹے کا بیاہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ماں کی خواہش کو نظر انداز کر کے عامر خوش تھا بمشکل دو چار مہینے گزرے ہوں گے کہ اس کی بیگم نے اپنا محل الگ بسانے کا ارادہ ظاہر کیا جسے عملی جامہ پہنانے میں عامر نے دیر نہیں کی اس نے یہ سوچنا تک گوارا نہیں کیا کہ اب اس کی ماں کو ایک سہارے کی ضرورت ہے وہ آہنی عورت تھی بیٹے بہو کو رخصت کرتے ہوئے انھیں محسوس نہ ہونے دیا کہ اس کے دل میں کیسی ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے اسے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیتی ہوئی بازی آج ہار گئی ہے اس نے ایک زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"عامر تمہارے سامنے زندگی کا ایک وسیع صحرا ہے جو تمہیں میرے سہارے کے بغیر عبور کرنا ہے اس کے سرد و گرم سے نبرد آزما ہونا ہے مجھے امید ہے تم سلیقہ کے ساتھ زندگی گزارو گے میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ جاؤ تمہیں اللہ کی نگہبانی میں دیتی ہوں"

عامر سوچ رہا تھا کہ وہ ماں کو دوبارہ شکست دے رہا ہے اب وہ اسے روکنے کی کوشش کرے گی گڑگڑائے گی لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آج بھی اس کے ماتھے پر کوئی شکن تھی نہ لہجہ لرزیدہ تھا وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔"ماں میرے جانے سے تمہیں کوئی دکھ تو نہیں نا؟"

"نہیں بیٹا میں خود غرض ماں نہیں ہوں کہ اپنے سکھ کی خاطر اولاد کی خوشیوں کو پامال کر دوں۔ میں ایک ملازم پیشہ عورت ہوں آج تک اپنے آپ کو بہلائے رکھا تھا عمر کا ایک بڑا حصہ گزر چکا ہے باقی بھی گزر ہی جائے گا، تم خوش رہو بس جاؤ اللہ تمہارا نگہبان ہے "عامر کو اس آہنی عورت سے جلن سی ہو رہی تھی اسنے محسوس کیا جیسے ماں نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا ہو۔

وقت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ گیا سات سال گزر گئے ،عامر دو بچوں کا باپ بن گیا تھا ہر سال گرما کی چھٹیوں میں وہ چند دن ماں کے پاس گزارتا پھر سب کسی تفریحی مقام پر چلے جاتے انھیں اپنے کام سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی بچے بھی انکے پیار سے محروم تھے دادی کے پاس آتے تو واپس جانا نہیں چاہتے۔ انھیں وہاں وہ پیار ملتا جس کے وہ طلب گار تھے حقدار تھے وہاں سے آنے کے بعد بڑا لڑکا کئی دن تک چڑچڑا اور روٹھا ہوا رہتا تھا۔ وہ اکثر باپ سے پوچھتا کہ "ہم دادی کے پاس کیوں نہیں رہتے وہ اکیلی رہتی ہیں "۔باپ سے خاطر خواہ جواب نہ پا کر کہتا "جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو میں بھی آپ کے ساتھ نہیں رہوں گا"۔عامر اور اس کی بیوی ایک دوسرے کی صورت دیکھتے اور خاموش ہو جاتے۔ دراصل اب انھیں ایک اپنے آدمی کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو انکے گھر اور بچوں کی دیکھ بھال کر سکے بچے نوکروں کے سہارے پل رہے تھے اور بگڑ رہے تھے لیکن عامر ماں کے آگے جھکنا نہیں چاہتا تھا ایک چھٹی کے دن وہ بچوں کے کمرے میں گیا تو دیکھا انکے کمرے میں جا بجا ٹی وی گائیڈ سے لی ہوئی تصویریں بکھری پڑی تھیں کچھ دیواروں اور کچھ ان کی الماری پر چسپاں تھیں کپڑے اور کتابیں ادھر ادھر پڑی تھیں اور دونوں بھائی بہن ٹی وی کے سامنے بیٹھے قہقہے لگا رہے تھے۔عامر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سر سے پاؤں تک لرز گیا اس کی ماں نے کبھی ٹی وی گھر میں رکھا ہی نہیں تھا ٹی وی گائیڈ یا اور کوئی میگزین گھر میں آنے کا سوال ہی نہ تھا اس نے اپنے بچپن میں ایسی گندی تصویریں نہیں دیکھی تھیں گھر میں کتنا سکون تھا کتنے سلیقے کی زندگی تھی ماں کا پیار درو دیوار سے ٹپکتا تھا اور ایک یہ زندگی ہے کہ۔۔۔وہ نادرہ پر چلا نے لگا۔

"تم کتنی پھوہڑ اور غیر ذمہ دار عورت ہو تمہیں بچوں کا خیال ہے نہ میرا لحاظ ہے کبھی تم نے بچوں کا کمرہ دیکھا ہے کہ وہ کیسا ہے اور بچے کیا کرتے رہتے ہیں ؟ تم پڑھی لکھی ہو لیکن جاہلوں سے بد تر ہو ملازمت کر رہی ہو تو کیا مجھ احسان کر رہی ہو ؟

"عامر زیادہ اونچی آواز میں نہ بولو، ملازمت کروانے کی خواہش تمہاری تھی میری نہیں!جب تم بھی ملازم ہو اور میں بھی ،تو پھر بچوں کی ذمہ داری صرف مجھ پر ہی کیوں ڈالتے ہو ان پر نظر رکھنا تمہارا بھی تو کام ہے "۔"میں تمہاری بکو اس سننا نہیں چاہتا آج تک جو ہوا سو ہوا اب ہم ماں کے پاس جا کر رہیں گے زندگی کا قرینہ ان سے سیکھو تمہاری ماں نے تو تمہیں کچھ نہیں سکھا یا نا ؟"

"شاید تم خود اپنی ماں سے الگ ہو نا چاہتے تھے میں نے تو صرف ارادہ ظاہر کیا تھا اور تم فوراً دور ہو گئے اب تم وہاں رہنا چاہتے ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ؟"

جب عامر ماں کے پاس گیا تو دیکھا وہ سخت بیمار تھی انتہائی کمزور ہو گئی تھی عامر کو اپنے سامنے پا کر اس کی آنکھوں میں جگنو سے چمکنے لگے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہیں ڈھیر

ہو گئی عامر نے سہارا دے کر اٹھایا اور تکیئے لگا کر بٹھا دیا۔"ماں تم نے یہ کیا حالت بنا لی ہے تمہیں کیا ہوا ،کب سے بیمار ہو مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔۔۔""آخر کیا وجہ ہے ؟ مجھے آواز تو دی ہوتی میں بھاگا چلا آتا کیا تم ناراض ہو ماں ؟""نہیں بیٹا مائیں بچوں سے کیسے ناراض ہو سکتی ہیں وہ تو بچوں کی خوشی میں خوش ہوتی ہیں۔اسلام وعلیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔۔۔میرا رواں رواں تمہیں ہر پل دعائیں دیتا ہے ""تمہاری یہ حالت کیوں کر ہوئی۔کیا ہوا ہے بتاؤ نا ؟"

"کچھ نہیں بس ذرا بخار آ رہا تھا۔چیک اپ کروایا تو معلوم ہوا ملیریا ہو گیا ہے "۔

عامر اپنے آپ شرمندہ اور ملول سا تھا لیکن اسے غصہ بھی تھا کہ اس حالت میں بھی ماں نے اس کا سہارا لینا گوارا نہ کیا تھا۔وہ رات میں ماں کے سرہانے بیٹھا کسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ اسے کتاب میں ایک لفافہ ملا جس پر اسی کا نام لکھا ہوا تھا شاید وہ پوسٹ کروانا بھول گئی تھی۔عامر نے لفافہ چاک کیا لکھا تھا

جانِ مادر عامر جان!!تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار (آمین ثم آمین(

جان! میں سمجھتی ہوں تم آج تک مجھ سے اس لئے خفا رہے ہو کہ میں نے تمہارے والد سے علیٰحدگی اختیار کر لی تھی میں تمہاری الجھن دور کر کے آج اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لینا چاہتی ہوں شاید تم یقین نہیں کرو گے کہ تمہاری تائی نے ہم پر بہت ظلم ڈھائے تھے وہ تمہارے والد کی خالہ زاد بہن بھی تھی اکلوتی تھی۔وہ لوگ بہت دولتمند تھے تمہاری دادی اور انکے بچے یعنی تمہارے تایا والد اور پھوپی سب انکے احسان تلے دبے ہوئے تھے تائی معمولی شکلو صورت کی تھی اس لئے کہیں شادی ہو نہیں پا رہی تھی تمہارے تایا نے زبردستی ان سے شادی کر لی وہ انھیں پسند نہیں تھی اس نے آتے ہی گھر والوں پر اپنی حکومت چلانا شروع کر دی کسی کی مجال نہیں تھی کہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرتا اس کے برخلاف میری خوبصورتی ہی میری بد نصیبی کا باعث بن گئی۔وہ مجھ سے حسد ہی نہیں نفرت بھی کرتی تھیں۔میں ان کی نظر میں ہمیشہ کھٹکتی رہی اس لئے مجھے نیچا دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھیں مجھے اذیت پہنچا کر انھیں ذہنی سکون ملتا تھا۔ انھوں نے ایک دن اپنے زیورات کی چوری کا مجھ پر الزام لگا دیا جنھیں میری الماری میں چھپا کر تلاشی لی اور سب کے سامنے برآمد کر کے بتایا اس واقعہ کے بعد میرا اس گھر میں رہنا ممکن نہ تھا میں مائیکے چلی آئی عرصہ دراز گزر گیا تمہارے والد یا اور کسی نے بھی ہماری خبر نہ لی۔تمہاری دادی کے انتقال کے فوری بعد تائی نے اپنی ایک سہیلی سے والد کی شادی کروا دی اور میں نے خلع لے لیا۔اس کے بعد جینے کی خواہش نہیں تھی لیکن تمہاری خاطر زندگی سے ناطہ قائم رکھنا پڑا۔ایک اہم بات تمہیں بتا دوں کہ تمہاری ایک بہن شاذیہ ہے جو تم سے سال بھر کی بڑی ہے ان لوگوں نے اسے زبردستی اپنے پاس رکھ لیا ہے۔شاید اس کی شادی ہو گئی ہو۔اب تم سمجھدار ہو گئے ہو میرے بعد تم اس کا خیال رکھنا، پتہ نہیں میرے اور تمہارے لئے اس کے دل میں کوئی جگہ ہے یا نہیں۔میں سمجھتی ہوں اب تمہارا دل صاف ہو گیا ہو گا اور تم اپنی ماں کو معاف کر دو گے "۔بیٹے۔ تمہارے اور تمہاری پیاری دلھن اور پیارے پیارے بچوں کیلئے میری دعائیں اور نیک توقعات ہمیشہ ہمیشہ میرے مرنے کے بعد بھی برقرار رہیں گی۔

انشاء اللہ فی امان اللہ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمہاری گنہگار ماں

☆☆☆☆☆

رانگ نمبر

یہ بولتے ہوئے لمحے یہ ڈولتی ہوئی شام
ترے جمال کے صدقے ترے وصال کے نام
بھٹک رہے ہیں خواب پریشاں کی طرح کب سے
یہ جی میں ہے کہ تری آنکھوں میں کریں بسر ہم

----------؟

"محترمہ!میں تو اس جہاں کی تلاش میں ہوں جہاں خوبصورتی کی کوکھ سے بد صورتی نہ پیدا ہوتی ہو جہاں مذہب کے نام پر جھگڑے نہ ہوتے ہوں۔جہاں بڑی بڑی ڈگریاں ہاتھوں میں لئے نوجوان نوکری کی تلاش میں نہ گھومتے ہوں۔جہاں بدبو دار جھونپڑیوں میں رنگین خواب نہ دیکھے جاتے ہوں اور جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتے رنگ وروپ یا دولت کی بنیاد پر طئے نہ ہوتے ہوں۔"

"ابھی چند منٹ پہلے آپ نے فون کیا تو میں نے بتا یا تھا کہ ملیحہ نام کی کوئی لڑکی یہاں نہیں رہتی آپ نے دوبارہ میرا فون کیوں ملایا؟"بلال نے حیرت سے پوچھا
"جی معافی چاہتی ہوں پتہ نہیں دوبارہ آپ ہی کا نمبر کیونکر مل گیا"یقین کریں مجھے آپ کا نمبر معلوم ہی نہیں ہے دراصل میرے گھر والے شادی کی تقریب میں گئے ہوئے ہیں اور میں اکیلی بور ہو رہی تھی سوچا کہ اپنی دوست ملیحہ سے کچھ دیر بات کر لوں میں نے اسی کا نمبر ڈائل کیا تھا سمجھ میں نہیں آیا کہ دوسری بار بھی آپ کا نمبر کیوں کر مل گیا"دوسری طرف سے مٹھاس میں ڈوبی ہوئی آواز آئی "اب تو آپ سمجھ گئیں نا کہ یہ ملیحہ کا فون نہیں ہے بہتر ہو گا آپ فون رکھ دیں اگر میرے بجائے کسی چور لٹیرے کے فون سے ربط ہو جاتا اور آپ اسی طرح بتا دیتیں کہ آپ گھر پر اکیلی ہیں تو جانتی ہیں کیا ہوتا ؟"بلال نے نرمی سے کہا "ویسے آپ اکیلی ہیں تو اس میں بور ہونے کی کیا بات ہے آپ عبادت میں یا کسی کتاب کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مطالعہ میں وقت گزار سکتی تھیں "۔"جی! آپ کا مشورہ سر آنکھوں پر!میں فون تو رکھ دوں گی لیکن آپ سےrequest کروں گی کہ پلیز آپ اپنا نمبر دے دیں!""کیوں کیوں ؟ آپ میرا نمبر کیوں لینا چاہتی ہیں ؟""میں سچ بتا دوں گی آپ کوئی غلط مطلب نہ لیں دراصل میں اچھی آواز کی گرویدہ ہوں آپ کی آواز بے حد پر کشش اور سوز میں ڈوبی ہوئی ہے کیا آپ رنجیدہ ہیں ؟"

"ذرہ نوازی شکر یہ!محترمہ زندگی رنجو غم ہی سے تو عبادت ہے اگر غم نہ ہو تو خو شی کی قدر کیسے ہو گی ؟ آپ کو اپنا نمبر دے تو دوں لیکن خدارا ملنے کی خواہش نہ کر بیٹھئے گا""آپ کی بات سن کر مجھے حیرانی ہوئی کیونکہ اس زمانے میں کوئی آدمی اتنا شریف شاید نہیں ہو گا کہ ایک عورت ملنا چاہے تو مرد انکار کر دے!ویسے آپ کی مصروفیت کیا ہے ؟ ""میں سائیکالوجی میں ایم فل کر رہا ہوں ' آپ کو ملنے سے منع کر رہا ہوں تو آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں شریف آدمی ہوں ؟"

"تو پھر یہ ہو سکتا ہے کہ آپ شا دی شدہ ہوں گے بیوی سے ڈرتے ہوں گے ہے ، نا یہی بات؟"

"آپ باتیں بڑی دلچسپ کر لیتی ہیں کیا آپ پڑھتی ہیں ؟""میں نے اسی سال بی اے کیا ہے۔آپ نے میری باتوں کی تعریف کی شکریہ!میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟""آپ نے دو سوال کئے ہیں میں ملنا کیوں نہیں چاہتا دوسرے میں شادی شدہ ہوں یا نہیں "؟

"میرے دوسرے سوال کا جواب شاید مل گیا ہے کہ آپ شادی شدہ نہیں ہیں کیونکہ ابھی آپ کی تعلیم جاری ہے 'سائیکالوجی میرا بھی پسندیدہ سبجیکٹ رہا ہے یہ بتائیں کہ آپ ملنا کیوں نہیں چاہتے ؟""اسکی کوئی خاص وجہ نہیں ہے امتحان قریب ہیں تیاری کرنی ہے"

' 'ہم کبھی کبھی فون پر بات تو کر سکتے ہیں نا ؟پلیز آپ اپنا نمبر بتا دیں ورنہ بھول کر فون رکھ دیا تو زندگی میں کبھی بات نہ ہو سکے گی"اس وقت کسی اجنبی مرد سے اس طرح بات کر نا کوئی اچھی بات نہیں ہے نا ؟"آپ نے بڑی خشک طبعیت پائی ہے اتنا بھی نہیں پوچھا کہ میرا نام کیا ہے پھر کب بات کروں گی ویسے کیا آپ کا نام پو چھ سکتی ہوں ؟"

"میرا نام بلال ہے بلال احمد 'آپ کا نام میں نے پو چھنا ہی نہیں چاہا کسی غلط نمبر ملا نے والے کا نام نمبر وغیرہ پو چھنا ضروری تو نہیں جبکہ دوسری طرف کوئی لڑکی ہو تو یہ اور بھی معیوب بات ہو گی""آپ بڑے منطقی ہیں آپ کو تو وکیل بننا چاہئے تھا اتنی دیر تک بات کرنے کے بعد کیا ہم ایک دو سرے کے دوست نہیں بن

گئے ؟ آپ خو اہ مخواہ اپنی شرافت کا سکہ بٹھا نے لگے!"محترمہ آپ نے غلط سمجھا میں کوئی سکہ و کہ نہیں بٹھا رہا ہوں دراصل میں عورتوں سے دوستی کرنے کا قائل نہیں ہوں اور آپ وجہ پوچھیں گی تو میں نہیں بتاؤں گا اب میں یہ سلسلہ گفتگو بند کر نا چاہتا ہوں کام بہت ہے اور وقت کم ہے تعجب ہے میں نے آپ سے اتنی باتیں کیسے کر لیں ؟ آپ کا تو ٹائم پاس ہو گیا نا؟"

"جی ہاں وقت تو گزر گیا میرے گھر کے لوگ آتے ہی ہوں گے میں پھر بات کروں گی میرا نام فردوس ہے بھول نہ جائے گا"بلال احمد تین بہن بھا ئیوں میں سب سے چھو ٹا تھا بھائی اور بہن اس سے نفرت کرتے تھے کیونکہ اس کے پیدا ہو نے کے چند دن بعد ہی ماں کا انتقال ہو گیا تھا خاندان کے لوگ کہتے تھے اس نے ماں کو کھا لیا۔والد نے اسے ایک آیا کے حوالے کر دیا جب وہ دس سال کا تھا تب والد نے اس کے بھائی اور بہن کی شادی کر دی اور خود ایک نئی ماں لے آئے۔ اسی دوران اس کی آیا جواسے بے حد پیار کرتی تھی چل بسی نئی ماں کے کہنے پر والد نے اسے بورڈنگ میں شریک کرا دیا اسے یہاں بھی نفرت ہی ملی سب اس کے کا لے رنگ کا مذاق اڑاتے لیکن دل ہی دل میں اس سے مرعوب تھے کیونکہ وہ بلا کا ذہین تھا ہر امتحان میں فرسٹ ڈیویژن سے پاس ہوتا یا میرٹ میں پاس ہوتا

گزرے برسوں نے اسے عمر سے کہیں زیادہ سنجیدہ بنا دیا تھا کرشن چندر کے علا وہ شیلے 'کیٹس ' بائرن اور شکسپیر کو بھی اس نے پڑھ لیا تھا۔اس سے کچھ دیر گفتگو کرنے والے معلومات کا ایک ذخیرہ سمیٹ لے جاتے۔گر ائجو یشن کرنے تک وہ ایک اعلی مصور بن گیا وہ اچھا گلوکار بھی تھا والد نے اس کی شادی کرنی چاہی لیکن جہاں بھی اس کا پیام جاتا انکار کاجو اب ملتا کیونکہ رنگ کے علا وہ اس کا ناک نقشہ بھی کسی نے پسند نہیں کیا تھا آج کی لڑکیوں کو T.V سیر ئیلس کے ہیرو ز جیسے شوہر چاہئے اور داڑھی والے تو بالکل نہیں چاہئے خواہ وہ پیکرِ نیکی و شرافت کیوں نہ ہوں ان لڑکیوں کی زندگی کی کسو ٹی پر پو رے اتر تے ہی نہیں دو سال کی تگو دو کے بعد والد نے ہاتھ اٹھا لیا اب وہ ایک فلیٹ کر ائے پر لیکر تنہا زندگی گزار رہا تھا چاہنے اور چاہے جانے کی حسرت دل میں چھپائے وہ آدم بیزار ہو گیا تھا اسے پیار تھا تو اپنی مصوری سے اور کتابیں اس کی رفیق خاص تھیں تنہائی کے عذاب کو خوش اسلو بی کے ساتھ جھیل رہا تھا دل زیادہ اداس ہوتا تو سوزو گداز میں ڈوبے ہوئے کچھ اشعار دل سے نکل آتے کبھی کبھی شدید خواہش بے چین کر دیتی کہ کاش اس کا اپنا بھی خاندان ہوتا حساس دل رکھنے والی معمولی شکلو صورت کی سہی ' ایک بیوی دکھ درد کی ساتھی ہوتی اور بچوں کے معصوم شرارتی قہقہے اس کے گھر کی رونقوں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں رنگ بھر تے وہ بچوں کی اعلی پیما نے پر پر ورش کر نا چاہتا تھا انھیں ہر فن مولا بنانا چاہتا تھا بس وہ کا لے نہ ہوں یہ اس کی دعاء تھی وہ اٹھ کر آئینے کے سا منے جا کھڑا ہو تا اور پھر اپنی پینٹنگس کی دنیا میں کھو جاتا۔ آج زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی نے اسقدر خلو ص اور پیار سے بات کی تھی جیسے صدیوں کی شناسائی ہو جیسے اسی لبو لہجہ کا انتظار رہا ہو اس کے جذبات میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی جیسے پر سکوت سمندر میں کوئی مسلسل کنکر یاں پھینک رہا ہو وہ پلکیں موندے بیٹھا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اس نے لپک کر فون اٹھا لیا۔

"اسلام علیکم"" Bilal Here و علیکم اسلام مجھے یقین تھا کہ فون آپ ہی اٹھائیں گے "آپ نے بہت دنوں بعد فون کیا کہئے کیا حال ہے ؟"او!یعنی کہ آپ میرے فون کے انتظار میں دن گن رہے تھے ؟""جی نہیں یہ بات نہیں ہے "" ' بلال سٹپٹا گیا بات یہ ہے کہ میرے دوست احباب اور رشتے دار نہیں کے برابر ہیں کوئی فون کر لیتا ہے تو اچھا لگتا ہے آپ تو اچھی باتیں کرتی ہیں "" ' بلال نے بات بنائی آپ کے گھر میں اور بھی تو لوگ ہوں گے ؟ "میں اکیلا رہتا ہوں اور کوئی نہیں ہے ""آپ کے والدین بھائی بہن کیا کوئی نہیں ہے ؟"

"وقت کی گردش کے ہاتھوں لٹے ہوئے انسان کا ساتھی صرف گزرے لمحوں کا عذاب ہوتا ہے بس""آپ بیرون ملک کیوں نہیں چلے جاتے ؟"

"محترمہ!میں تو اس جہان کی تلاش میں ہوں جہاں خوبصورتی کی کوکھ سے بد صورتی نہ پیدا ہوتی ہو جہاں مذہب کے نام پر جھگڑے نہ ہوتے ہوں ' جہاں بڑی بڑ ی ڈگریاں ہاتھ میں لئے نوجوان نوکری کی تلاش میں نہ گھومتے ہوں جہاں بدبو دار جھونپڑوں میں رنگین خواب نہ دیکھے جاتے ہوں اور جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتے رنگ و روپ یا دولت کی بنیاد پر طئے نہ ہوتے ہوں ""آپ توP.H.D کرنے سے پہلے فلا سفر بن گئے ہیں معافی چاہتی ہوں میں نے آپ کو تکلیف دی ' اچھا یہ بتائیں پڑھنے کے علا وہ آپ کی اور کیا مصروفیت ہے ؟"

"مصوری اور مطالعہ میرے محبوب ترین مشغلے ہیں ""خوب!یہ تو بڑی اچھی بات ہے "کیا اچھی بات ہے ؟

"یہی کہ آپ مصور ہیں مجھے مصوری بہت پسندہے خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"۔

"دنیا میں ہزاروں لوگوں کی یہHobbies ہوں گی اور یہ مل بیٹھنے کی بات آپ نے کیا کہہ دی ؟""بلال صاحب دوانسانوں کے خیالات میں ہم آہنگی ہو تو دوستی خوب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نبھتی ہے اب تو آپ سے ملنے کی خواہش کچھ سوا ہو گئی ہے کہئے آپ سے کب ملاقات ہو سکتی ہے ؟""فردوس صاحبہ دو اجنبی اور مخالف جنس کا ملنا جلنا ٹھیک نہیں ہے یہی بہت ہے کہ ہم فون پر بات کر لیتے ہیں"

"یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ اس قدر تعلیم یافتہ اور نئے زمانے کی پیداوار ہوتے ہوئے خیالات اتنے پرانے رکھتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسا کیوں ہے ؟"

"کیا روشن خیال وہی لوگ ہوتے ہیں جو آزادی کی مالا گلے میں ڈالے گلی گلی گھومتے ہیں کیا آزادی کا یہ مطلب ہے کہ مرد وزن بلا جھجک جب چاہیں جہاں چاہیں ملا کریں بی بی کیا آپ اخبار نہیں پڑھتیں ؟ اگر پڑھتی ہیں تو آپ کو بے شمار مثالیں ملی ہوں گی کہ یہ آزادی ہمیں کہاں لے جا رہی ہے اور کیسے کیسے واقعات ہمارے سامنے آ رہے ہیں کیا کیا تماشے ہو رہے ہیں"

"افوہ!آپ تو ہمارے مولویوں کی زبان بولنے لگے جو سال دو سال میں کسی نہ کسی مغربی ملک کا دورہ کرتے ہیں چھوٹی بڑی مسجدوں یا کھلے میدانوں میں وعظ بیان کرتے ہیں یہ لوگ صرف مسلمانوں کو ہی اسلام کی باتیں بتاتے ہیں مغربی ممالک کو ہمارے لئے بڑا خطرہ بتاتے ہیں دین کے ان رہنماؤں نے کبھی عیسائیوں 'یہودیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو اسلام کی طرف لانے کی کوشش نہیں کی لمبی چوڑی تقریریں کر کے ہزاروں لاکھوں ڈالر یا پونڈ چندہ جمع کرتے ہیں اور خدا جانے اسے کس مصرف میں لاتے ہیں کسی نے بوسنیا، کوسوو، چیچنیا اور افریقہ وغیرہ جانے کی کوشش نہیں کی وہاں مسلم قوم کی کیا حالت ہے کسی نے جاننے کی ضرورت نہیں سمجھی کیوں ؟دور کیوں جائیں خود اپنے ہی ملک میں مسلمان کیا صحیح راستے پر ہیں ؟کیا دین کے رہنماؤں کا یہی کام ہے ؟ علمائے دین ہی دین کے پاسباں نہیں ہیں تو ہم دنیا دار لوگ دین دار کیسے بن سکتے ہیں ؟کوئی صحیح رہنما نہیں ہے تو ہم کیوں کر صحیح راستے سے منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں ؟"

"واہ بھئی آپ نے اتنی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی!آپ کو تو لیڈر بننا چاہئے تھا یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ دینی رجحان تو رکھتی ہیں لیکن "---"اب یہ بتائیں آپ کب مل رہے ہیں مجھے آپ سے ملنا ہے بس!آپ کے روبرو بیٹھ کر ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں "" ' دیکھئے ملنے کے معاملے میں ضد نہ کریں ورنہ آپ کومایوسی ہو گی"" ' کیسی مایوسی میں سمجھی نہیں ؟"

"میں پھر کبھی سمجھا دوں گا اب ہمیں فون رکھنا چاہئے آج کا فی طویل گفتگو رہی""آپ جب تک ملیں گے نہیں میں آپ کو یونہی بور کرتی رہوں گی"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"آپ جسے بور کرنا کہہ رہی ہیں یہ بو ریت میرے لئے عین راحت و مسرت ہے اچھا خدا حافظ اپنا خیال رکھئے مجھے آپ کے فون کا انتظار رہیگا"

بلال احمد کا دل عجیب انداز میں دھڑ ک رہا تھا دل کی ویران اور بنجر زمین پر کونپلیں پھوٹ رہی تھیں کیا ان کونپلوں پر پھول بھی کھلیں گے ؟ یہ پھول کس کے نام کے ہوں گے ؟ کیا فردوس بہار بن کر اس کے ویرانے میں قدم رکھ سکتی ہے ؟ اگر ایسا یہ نہ ہو سکا تو کیا ہو گا وہ سوچ رہا تھا اسے فردوس کے فون کا انتظار کیوں رہتا ہے یہ کو نسا جذبہ تھا جو اسے بے چین و بیقرار کئے ہوئے تھا دل میں ایک انجانی کسک کرو ٹیں لے رہی تھی۔بہت سارے دن یو نہی گزر گئے۔ایک دن فردوس نے ضد کی کہ وہ بلال سے فوراً ملنا چاہتی ہے کوئی ضروری بات کہنی تھی بلال نے فون پر بتا نے کو کہا لیکن وہ انکار کرتی رہی آخر بلال نے سوچا کہ چلو اس دشمن جاں سے مل ہی لیں گے جس نے دن کا چین راتوں کی نیند حرام کر رکھی ہے اگر کچھ بات بنتی ہے تو بنائیں گے ورنہ یہی پہلی ملاقات آخری بھی ہو سکتی ہے۔ دونوں نے مقام اور وقت کا تعین کیا ہوٹل "شان باغ"ٹھیک پانچ بجے فردوس نے اپنی پہچان کے لئے بتا یا کہ اس کے ہاتھ میں سا حرکی "تلخیاں "۔ہو گی بلال نے ہو ٹل پہنچ کر دیکھا فر دوس ہال کے آخری سرے پر بیٹھی تھی اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا پر کشش نا ک نقشہ پتلے گلابی ہونٹ جن پر خفیف سی مسکراہٹ تھی جو اس کی دلی کیفیت کی غمازی کر رہی تھی۔بلال احساس کمتری میں مبتلا ہو گیا وہ تذبذب میں تھا کہ اتنی پیاری سی لڑکی سے ملے یا نہ ملے اگر ملتا ہے تو دوستی کا یہ شیشے جیسا نازک رشتہ ٹوٹ سکتا ہے اس کے کا لے رنگ کے باعث وہ نفرت کر بیٹھی تو کیا ہو گا ؟ نہیں ملنا ہے تو اس کی ناراضگی کیا رنگ دکھائے گی ؟ وہ ان ہی خیالوں میں الجھ رہا تھا کہ اچانک ایک اوباش قسم کا لڑکا فردوس کے ٹیبل کی طرف بڑھا اور کچھ کہتے ہوئے نہایت بد تمیزی سے اس کے ہاتھ سے کتا ب لیکر دیکھنے لگا فردوس کھڑی ہو گئی اور ڈانٹتے ہوئے اس کے ہاتھ سے کتاب چھین لی بلال تیزی کے ساتھ وہاں پہنچا اور اس لڑکے کا گریبان پکڑ لیا دونوں میں ہا تھا پائی شروع ہو گئی کچھ اور لڑکے بھی بلال پر ٹوٹ پڑے گٹھے ہوئے جسم اور قد آور کا لے سے بلال کو بے جگری سے لڑتے ہوئے فردوس حیرانی سے دیکھ رہی تھی اسی دو ران میز الٹ گئی جو فر دوس کے پاؤں پر گر پڑی اس نے ایک چیخ ماری اور گر گئی مجمع پیچھے ہٹنے لگا بلال نے میز کو سیدھا کیا فردوس کے پاؤں سے خون بہہ رہا تھا وہ بے ہوش ہو چکی تھی بلال نے اسے اپنی بانہوں پر اٹھا لیا اور تیزی سے باہر کی جانب جانے لگا کسی نے اپنی کار میں بیٹھنے کو کہا فر دوس کو قریبی دوا خانہ پہنچا دیا گیا اس

کے بیگ میں تلاش کرنے پر چھوٹی سی ڈائری مل گئی پہلے صفحہ پر اس کا نام اور نمبر مل گئے گھر پر فون کیا اس کے گھر والے آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ گئے بلال نے سر سری واقعہ بتا دیا فر دوس کا انگوٹھا ٹوٹ کر الگ ہو گیا تھا جو صرف جلد کے ساتھ جھول رہا تھا اس کا آپریشن فوراً کیا گیا اسے کئی دن دوا خانہ میں رہنا پڑا بلال ہر روز اس کے گھر فون کر کے کیفیت لیتا رہا گھر والے اس کی ہمدردی اور فکر مندی سے بے حد متاثر تھے فر دوس کو بتا یا کہ کسی مشتاق نامی لڑکے نے اسے دوا خانہ پہنچا یا اور ہر روز اس کی کیفیت لیتا ہے۔بلال نے اپنا نام مشتاق بتا یا تھا فر دوس کو یاد آیا کہ آوارہ لڑکا جب اس سے الجھ رہا تھا تب ہی ایک کا لا کلوٹا اونچے قد کا لڑکا قیمتی کپڑوں میں ملبوس اچانک کہیں سے آ گیا اور تین چار غنڈوں کی پٹائی کرنے لگا جیسے کسی ہندی فلم کا منظر تھا اور وہ محظوظ ہو رہی تھی کہ میز اس کے پاؤں پر گر پڑی تھی شاید یہ اسی لڑکے کا ذکر ہے فردوس ڈسچا رج ہو کر گھر آئی اور بلال کا نمبر ملا یا ہمیشہ کی طرح بلال نے فون اٹھایا "اسلام علیکم بلال ہیئر!" بلال نے دھڑکتے دل سے کہا "آپ جیسے جھوٹے اور دھوکے باز شخص کو میں نے دوست جانا یہ میری نا دانی تھی میں نے یہ کہنے کے لئے فون ملا یا کہ آپ آئندہ کبھی کسی سے دوستی نہ کریں ورنہ اس کی بھی ٹانگ ٹوٹ جائے گی" بلال نے فر دوس کی ناراضگی سے بچنے کیلئے جھوٹ کا سہارا لیا "فردوس صاحبہ آپ نے تصویر کا ایک ہی رخ دیکھا اور بدگمان ہو گئیں نہ آنے کی وجہ تو پوچھی ہوتی! میں متعینہ مقام پر پہنچنے کے لئے گھر سے چلا تو راستے میں ایک اسکوٹر نے ٹکر دے دی اور میں کئی دن تک گھر ہی پر پڑا آپ کے فون کا انتظار کرتا رہا آسمانی سلطانی کوئی آفت انسان کو کسی وقت بھی گھیر سکتی ہے آپ نے مجھے اپنا نمبر تو نہیں دیا تھا کہ میں اطلاع کرتا کل سے میری طبعیت سنبھلی ہے آپ بتائیں کیسی ہیں بہت دن بعد فون کیا کس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے ؟ "بلال نے انجان بنتے ہوئے پوچھا فردوس نے مختصر اسا را واقعہ بتا نے کے بعد کہا "میں سوچ میں ہوں کہ وہ فرشتہ صفت کون تھا اور تعجب تو یہ ہے کہ وہ ہر روز میری کیفیت لیتا رہا "فرد وس صاحبہ یہ میرے نصیب کی بات ہے کہ انجانے میں آپ کو میری طرف سے انتہائی تکلیف اٹھانی پڑی میں شرمندہ ہوں کہ آپ کے کسی کام نہ اس کا ملاقات کی آرزو دل ہی میں رہ گئی ویسے آپ کم از کم اب تو بتا دیں وہ کونسی ضروری بات تھی جو آپ مجھے سنانا چاہتی تھیں ؟وہ سنانا شاید اب ضروری نہیں ہے دراصل والدین میری شا دی کی بات چلا رہے تھے مجھے کسی اجنبی کے گلے کا ہار بننا گوارا نہ تھا سومیں آپ کا عندیہ لینا چاہتی تھی اور اب وہ بات باقی نہیں رہی کیونکہ میں لنگڑی ہو چکی ہوں اس پوزیشن میں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لڑکے والے خود انکار کر دیں گے "یہ تو بہت اچھا ہو ا۔کہ۔۔۔۔۔۔"بلال کے منہ سے بے اختیار نکل گیا"جی کیا اچھا ہو ا؟"

یہی کہ آپ کسی اجنبی کے گلے کا ہار بننے سے بچ گئیں ؟فر دوس خاموش تھی "میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے ؟!آپ نے چپ سادھ لی ؟ ""بلال صاحب۔میں آپ کے دکھوں کو سمیٹنا چاہتی تھی آپ کی تمام تر محرومیوں اور نا تمام آرزوؤں کو سینے سے لگا لینا چاہتی تھی آپ کو اداسیوں کے دیار سے نکال کر تنہا ئیوں کے حصار کو تو ڑ دینا چاہتی تھی اور آپ کے قدم سے قدم ملا کر زندگی کا سفر پورا کر نا چاہتی تھی اور آپ کے ساتھ قدم ملا کر زندگی کا سفر پورا کر نا چاہتی تھی لیکن اب۔اب تو خود میں ایک شئے نا کا رہ بن گئی ہوں "فر دوس کا گلا رندھ گیا۔

"فردوس آپ نے یہ کیا کہہ دیا میں خود آپ کے قابل نہیں ہوں آپ نے ابھی ابھی جو کچھ کہا ہے یہ میرے لئے بہت کا فی ہے میں اپنی باقی زندگی اس احساس کے ساتھ گزار سکتا ہوں کہ میرے لئے کسی کے دل میں تھوڑی سی جگہ ہے کوئی مجھے اپنا سمجھتا ہے میں ہر گز آپ جیسی لڑکی کے لائق نہیں ہوں آپ کے والدین جہاں آپ کی شادی کرنا چاہیں بخوشی کر لیں اسی میں آپ کی بھلائی ہے "۔

"ہاں میں سمجھ رہی ہوں اس انکساری اور مشورہ کی آڑ میں آپ خود کو بچا نا چاہتے ہیں ایک لنگڑی سے شادی کر نا حماقت ہی تو ہو گی"۔"خدارا ایسا نہ کہیں فردوس اب آپ کے آگے حقیقت کا انکشاف کر نا ضروری ہو گیا ہے سچ تو یہ ہے کہ میرا رنگ بہت کا لا ہے میرا رشتہ میرے رنگ و روپ کی وجہ سے آج تک کہیں طئے نہ پا سکا اس لئے آپ میرا خیال چھوڑ دیں "۔بلال کی آواز بھرّا گئی"بلال صاحب مزید کچھ کہوں تو آپ یہی سوچیں گے کہ ایک بلا خوامخواہ گلے پڑ نا چاہتی ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان کی قدرو قیمت اس کے رنگ و روپ سے نہیں ہوتی یہ تو ظاہری اور عارضی ہو تے ہیں کسی بھی خو بصورت انسان کی قدر نہیں ہوتی جب تک کہ اس کا کردار خو بصورت نہ ہو با کردار انسان کسی بھی دل میں اعلیٰ و ارفع مقام بنا سکتا ہے اب میں کبھی آپ کو ڈسٹرب نہیں کروں گی"فردوس نے فون رکھ دیا۔بلال ریسیور کو ہاتھ میں لئے گھور رہا تھا کہ جو کچھ اس نے سنا اسی فون پر سنا تھا یا کوئی خواب تھا۔ایک تشنۂ آرزو کا خواب!! اس بات چیت کے دو دن بعد فردوس کے والدین بلال کے گھر آئے وہ اپنی معذور بیٹی کے لئے خوشیوں کی بھیک مانگ رہے تھے بلال حیران تھا بار بار یہی کہتا رہا کہ وہ قطعی ان کی بیٹی کے لائق نہیں ہے لیکن ان بزرگوں کی تڑپ اور اصرار پر اسے ہاں کرنی پڑی لیکن شرط یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رکھی کہ پہلے فر دوس کی رضا مندی لے لی جائے انھوں نے بتایا کہ وہ کسی بھی اعلی تعلیم یافتہ لڑکے سے شادی کرنے تیا رہے۔ایک ہفتہ بعد فر دوس نے اپنی شادی کے رقعے دیکھے جن میں دولہا کا نام تھا۔

بلال احمد ایم اے ایم فل (سائیکالوجی(

*****

شہ اور مات

ناخدا بے خود فضا خاموش ساکت موجِ آب!
اور ہم ساحل سے تھوڑی دور پہ ڈوبا کئے
مختصر یہ ہے ہماری داستان زندگی
اک سکون دل کی خاطر عمر بھر تڑ پا کئے!

آگے چلنے کے لئے اس کے پاس کوئی مہرہ نہیں بچا تھا وہ روئی نہیں اپنی ہمت اور ذہانت سے کام لیتے ہوئے غور کیا کہ آج گر اس نے یہ شادی کسی طرح رکو ابھی دی توکل کیا ہو گا کل کسی اور طریقہ سے وہ شادی کرے گا ہو سکتا ہے تب وہ اس کے قریب بھی نہ رہے دوسری کا ہو کر کہیں کھو جائے کیا تقسیم شدہ مرد مخلص اور انصاف پسند ہو سکتا ہے جبکہ وہ۔۔۔۔۔!

سرما کی انتہائی سرد رات تھی کمرہ ایر کنڈیشنڈ بنا ہوا تھا لیکن اس کی نس نس میں جیسے چنگاریاں سی بھر گئی تھیں۔اسے اپنا وجود ایک بڑے خلاء کے درمیان جھو لتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔چاروں طرف سنا ٹا اور ایک لا زوال ویر انی سی چھائی ہوئی تھی۔آج تقدیر نے اپنا وہ فیصلہ سنادیا تھا جس کا اسے ڈر لگا ہوا تھا۔اسے وہ تمام دلنشیں صحبتیں مسرت کے نشے میں ڈوبی ہوئی شا میں اور محبت کی خوشبو سے مہکتی راتیں یاد آ رہی تھیں جب شاہ زیب اور وہ ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے آنکھوں میں ہر دم قوس قزح کے رنگ لہراتے رہتے۔چار سال پہلے وہ شاہ زیب کی دلہن بن کر اس گھر میں آئی تھی اس کی ماں کو گزرے ہوئے چند مہینے ہوئے تھے والد جلد از جلد اس کا گھر بسا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھے۔اس نے BA پاس کر لیا تھا چھوٹی بہن اور بھائی کی تعلیم جاری تھی۔شاہ زیب اپنی ماں کا اکلوتا لاڈ لا بیٹا تھا BA* کرنے کے بعد اپنا بزنس شروع کر چکا تھا۔اب ماں کو بہو لا نے کی جلدی تھی وہ اپنی بھانجی صفیہ کو بہو بنا نا چاہتی تھیں لیکن یونیورسٹی کے پہلے ہی سال وہ نازیہ کی نظروں کے تیر سے گھائل ہو چکا تھا۔اور ماں سے کہہ دیا تھا کہ وہ شادی کرے گا تو صرف نازیہ سے ورنہ کسی سے نہیں کرے گا ماں کو حامی بھرنی پڑی۔اس طرح نازیہ اُس کی دلہن بن کر آ گئی سسرال میں قدم رکھتے ہی اس نے گھر کی ذمہ داری یوں سنبھالی جیسے وہ ہمیشہ سے اسی گھر میں رہتی آئی ہو۔

شاہ زیب دن بھر کی محنت کے بعد تھکا ہارا جب گھر آتا نازیہ کی سیاہ زلفوں میں اپنا منہ چھپا کر سکون محسوس کرتا دنیا جہاں کو بھول جا تا۔اپنے کمرے میں آنے سے پہلے ماں کے پاس دس پندرہ منٹ بیٹھنا اس کا معمول تھا اور ماں کے لاڈ لے کی ناز برداری کرنا نازیہ کا معمول تھا۔ہفتہ کی رات وہ خاص اہتمام کرتی اپنے آپ کو اس کی راہوں میں بچھا دیتی اس کی من پسند ڈشس بنانے کے بعد گلاب کے پانی سے بہت دیر تک غسل کرتی اس کی پسند کے کپڑے پہنتی پرفیوم چھڑکتی۔شاہ زیب کو بھی ہفتہ کے دن کا بے چینی سے انتظار رہتا وہ صبح سے ہی کاموں کو جلد از جلد نپٹانے کی کوشش کرتا اور وقتِ معمول سے پہلے ہی گھر پہنچ جاتا، نکھری ستھری کلی کی طرح کھلی کھلی سی عورت آنکھوں کی راہ مرد کے دل میں اتر جاتی ہے ، یوں نازیہ شر اب دو آتشہ بن کر شاہ زیب کے اعصاب پر چھا گئی تھی۔تین سال بعد اس کا سحر آج بھی پہلی رات جیسا پر اسرار تھا دلفریب تھا۔وہ آج بھی اس کے لیے گلا ب کی ادھ کھلی کلی تھی جس کی مسحو رکن مہک سے اس کی زندگی کے شب و روز معطر تھے۔ہر وقت سرشاری اور مستی کا عالم تھا۔وہ چاندنی تھی جو اس کے وجود کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔تین سال کیسے گزر گئے پتہ ہی نہ چل سکا۔

ایک دن نازیہ نے دیکھا شاہ زیب پڑ وس والے بچوں کو گھر لے آیا ہے۔سر خ وسفید گول مٹول سے بچے نازیہ کو بہت پیارے لگے۔شاہ زیب ان کے ساتھ کھیل ر ہا تھا۔شاہ زیب کی ماں بھی انھیں دیکھ کر پھولی نہیں سما رہی تھیں اچانک نازیہ کو اپنے دل میں کا نٹا سا چبھتا ہو امحسوس ہو ااس کے چہرے پر تاریک سا یہ سا آ کر گزر گیا۔اسے اپنی محرومیوں کا احساس ہو اوہ اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگی اس کی ماں نہیں تھی جسے وہ اپنی الجھن بتا سکتی بہن بھائی اس سے چھوٹے تھے۔والد سے دبے الفاظ میں اپنی الجھن بتائی دعا کرنے کو کہا اپنے طور پر علاج بھی کر وایا دعا اور دوا کے سہارے آسو یاس کے در میان ایک سال اور گزر گیا۔اس دو ران ماں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بیٹے میں اکثر بات چیت ہوتی رہتی۔شاہ زیب اس سے کھنچاکھنچاسارہنے لگا تھا نازیہ مقدور بھر کوشش کرتی کہ وہ اسے زیادہ سے زیادہ خوش رکھ سکے اسے اپنی محبت کے ساغر نت نئے انداز سے پلاتے نہ تھکتی اس کے اشاروں پر ناچتی رہتی وہ اکثر آدھی رات کو اسے جگاتا کبھی پانی مانگتا کبھی چائے کی فرمائش کرتا کبھی نیند اچٹ جانے پر دو دو گھنٹے اس کے ساتھ چیسChess کھیلتا رہتا اور مات دے کر خوش ہوتا۔نازیہ خوشی خوشی اس کی ہر فرمائش پوری کرتی اور پیشانی پر بل تک نہیں آتا۔صبح اسے بنا سنوار کر رخصت کرتی اور کچھ دیر کے لیے سوجاتی گیارہ بارہ بجے اٹھ کر اپنی روٹی کی فکر کرتی۔سال بھر پہلے ساس نے اس کا ہانڈی چولہا الگ کر دیا تھا۔اب ہر آئے گئے سے اس نے بلند آواز میں کہنا شروع کر دیا تھا۔

"میری بہو منحوس ہے جانے کون سی بری گھڑی تھی جب میں اسے بہو بنا لائی۔دن چڑھے تک سوتی ہے نہ کبھی نماز نہ قرآن ایسوں کو ہی اللہ نامراد رکھتا ہے۔ان کی جھولی ہمیشہ خالی رہتی ہے۔"

وہ کیسے کہتی کہ ان ہی کے لاڈلے کو خوش رکھنے کے لئے وہ اپنا آپ بھلا بیٹھی ہے اس کی خوشی کیلئے راتوں کو جاگتی ہے۔ہر دوسرے تیسرے دن ایک ہی بات سنتے سنتے وہ حوصلہ ہارنے لگی تھی۔دعا اور دوا سے تھک کر کسی معجزہ کی امید میں جی رہی تھی۔امید جو موہوم تھی اور شوہر مرد تھا دونوں ہی اعتبار کے قابل نہیں تھے وہ بے بس تھی اسے محسوس ہوتا جیسے وہ ایک دیا ہو جو تیزو تند آندھیوں کے رخ پر رکھ دیا گیا ہو۔وہ اندر سے ٹوٹ رہی تھی۔ان ہی دنوں اس کے بھائی نے آ کر بتایا کہ اس کے والد پر فالج کا حملہ ہوا ہے طبیعت بہت خراب ہے وہ چھوٹی بہن کی شادی جلد از جلد کرنے کے لئے بضد ہیں اور بتایا کہ کچھ دنوں سے ایک سلسلۂ پیام چل رہا تھا حالات کے پیش نظر لڑکے والے بھی تیار ہیں بس نازیہ کا انتظار ہے۔وہ بے حد فکر مند ہو گئی شاہ زیب کا شدت سے انتظار کر رہی تھی وہ آیا تو اس نے بتایا۔

"شاہ جی!بابا کی طبیعت خراب ہے فالج کا حملہ ہوا ہے اور وہ ناظمہ کی شادی جلد از جلد کر دینا چاہتے ہیں اگر آپ کو فرصت ہو تو دونوں اکٹھے چلتے ہیں۔"نازیہ نے التجا آمیز لہجے میں کہا دکھ اور پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی شاہ زیب نے رکھائی سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم خود ہو آؤ، اگر ضرورت ہو تو مجھے فون کر دینا۔ویسے میں صبح آفس جاتے ہوئے آ جاؤں گا۔"

یہ پہلا موقع تھا جب نازیہ رات شاہ زیب کے قریب نہ تھی وہ علی الصبح جاگ گیا ماں نے ناشتہ کرایا اور گویا ہوئی

"شاہ زیب برسوں بعد آج صبح جلدی جاگے ہو ، تم نے راتوں کو جاگ جاگ کر کیا حالت بنا لی ہے ؟"

"کیا ہوا ماں میں تو بھلا چنگا ہوں"

"تیری اس سونی زندگی نے مجھے رو گی بنا دیا ہے بیٹا!تم کیا جانو اولاد کے دکھ سے ماں کتنی دکھی ہو جاتی ہے"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا ماں کہ میں دکھی ہوں میں تو بہت خوش رہتا ہوں"

"ہائے کیا خوش رہتے ہو بچے کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے ؟ ادھوری عورت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہو بچے زندگی میں بہار بن کر آتے ہیں ان کے معصوم قہقہے رگوں میں نیا خون پیدا کرتے ہیں ان کے وجود سے زند گی کا حسن نکھر آتا ہے"

آج ماں نے شاہ زیب سے کھل کر بات کی اور کچھ اس انداز سے رو دھو کر پریشان کر دیا کہ وہ سوچ میں پڑ گیا کچھ دیر بعد کہا

"امی اس دنیا میں ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو اولاد کی خوشی پانے سے محروم ہیں کیا وہ زندہ نہیں ہیں ؟

"تم سمجھتے کیوں نہیں دوسروں میں اور تم میں بہت فرق ہے تم میری اکلوتی اولاد ہو تمھارا نام لیوا بھی تو کوئی ہونا چاہیے۔صفیہ آج تک تمہارے نام پر بیٹھی ہے تمھاری خالہ میرے ایک اشارے کی منتظر ہے کیا تم مجھے پوتا پوتی کی خوشی دیکھنے نہیں دو گے انھیں گود کھلا نے کی آرزو میں برسوں گزار دیے ہیں اور کب تک صبر کروں ؟ کیا تمھیں بچوں کی آرزو نہیں ہے کیا تمھیں اپنے بڑھا پے کا سہارا نہیں چاہیئے ؟"

"امی مجھے سوچنے کے لئے وقت دیجئے۔"شاہ زیب نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"اس میں وقت لے کر سوچنے کی کیا بات ہے ایک بانجھ عورت کے ساتھ زندگی کا سفر کیسے پورا کرو گے ؟ قدرت نے عورت کو تخلیق کی صلاحیت دی ہے اور تخلیق کے مراحل سے گزرنے کے بعد ہی عورت مکمل ہوتی ہے زندگی میں نیا حسن و نکھار پیدا ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میری امی آپ کو جلد ہی جواب دوں گا"

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مجھے شام تک جواب چاہئے ورنہ میں اپنی بہن کے پاس چلی جاؤں گی پھر تم اپنی رانی کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے رہنا۔"شاہ زیب دن بھر آفس میں سوچتا رہا آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ ماں سچ ہی کہتی ہیں بچوں کے بغیر زندگی کتنی پھیکی پھیکی سی ہے اس کے وہ دوست جن کی شادیاں اس کی شادی سے کچھ پہلے یا کچھ بعد ہوئی تھیں سب دو دو تین تین بچوں کے باپ تھے۔وہ تو نازیہ کے حسنو جوانی کے نشہ میں اس قدر مد ہوش تھا۔کہ اسے بچوں کی کمی کا احساس ہی نہ ہو سکا تھا۔ان ہی سوچوں نے اسے اداس کر دیا۔وہ نازیہ کے والد کو دیکھنے نہ جا سکا۔وہ نازیہ جس نے زندگی کے چار سال اس کی خدمت اور خوشیوں کی نذر کر دئے تھے اپنی ایک کمزوری ایک محرومی کے باعث وہ شرمندہ سی رہتی شاہ زیب جہاں پاؤں رکھتا وہاں وہ اپنا سر رکھ دیتی تھی۔آج اس کا کیا صلہ ملا ؟ وہ اس کے بیمار باپ کو دیکھنے کے لئے چند قدم چل کر نہ اس کا۔دن بھر وہ انتظار کرتی رہی لیکن وہ تو ماں کے سامنے بیٹھا اپنے مستقبل کا پروگرام بنا رہا تھا تصورات کی دنیا میں بچوں سے کھیل رہا تھا۔ نازیہ نے بہن کی شادی تک والد کے گھر رہنے کی اجازت مانگی تو اس نے بخوشی اجازت دے دی اپنی سونی راتوں کا ذکر تک نہیں کیا نہ ہی اسے جلدی واپس آنے کہا تھا۔نازیہ کچھ سوچ کر فکر مند ہو گئی تھی لیکن باپ کی تیمار داری اور بہن کی شادی کی تیاری میں اس قدر مصروف ہو گئی تھی کہ اسے زیادہ کچھ سوچنے کا وقت ہی نہ مل سکا۔وہ اپنے والد کے گھر رہنے کے دوران ہی اس بات کو محسوس کر چکی تھی کہ شاہ زیب راتوں کو دیر سے گھر آنے لگا تھا دوستوں کے ساتھ کہیں خوش گپیوں میں مگن رہتا کبھی کسی کے ساتھ پکچر چلا جاتا چار سالوں میں اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا ہی نہیں تھا کہ زمانے کتنا بدل گیا ہے وقت بہت آگے نکل چکا ہے۔ وقت نے رک جانے والوں کا کب انتظار کیا ہے نئی دنیا اسے بھلی لگی تھی۔

نازیہ گھر آتے ہی صفائی میں مصروف ہو گئی پکوان کیا، شاہ زیب کے کپڑے پریس گئے جوتوں کو پالش کر کے چمکا یا اور پھر خود سج سنور کر سراپا انتظار بن گئی وہ حسب معمول رات بارہ بجے کے بعد ہی گھر آیا کھا نا دوستوں کے ساتھ کھا چکا تھا کمرے میں قدم رکھا تو نازیہ کو دیکھ کر ٹھٹک گیا نازیہ تھی یا قیامت تھی وہ بھول گیا کہ اپنے مستقبل کے پروگرام کو قطعیت دے چکا تھا اپنے آپ کو چاندنی کے حصار میں قید کر لیا۔نازیہ نے بھی پیار محبت کی ایسی بارش کی کہ شاہ زیب کا رواں رواں بھیگ گیا لیکن اس نے صاف صاف محسوس کیا کہ تین ہفتوں بعد ملنے پر بھی اس کے اندر وہ گرم جوشی اور بے خودی نہ تھی جو اس کی طبیعت کا خاصہ تھی حالانکہ آج نازیہ نے جنوں سامانی کے سارے محاذ کھول دیئے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شاہ زیب صبح جاگا تو سوچوں کے سمندر میں غرق تھا۔سوچ رہا تھا کہ نازیہ کو اپنے پروگرام کے بارے میں کس طرح بتائے اور نازیہ اسی کی طرف سے کچھ سننے کی منتظر تھی وہ چور نظروں سے دیکھتی ہوئی اپنے کام میں مصروف تھی۔ناشتے کے بعد شاہ زیب کو چائے کی چسکیاں لیتا ہوا اطمینان سے بیٹھا دیکھا تو وہ چونک گئی وہ کسی بم کے پھٹنے کا انتظار کر رہی تھی۔کہ شاہ زیب نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور مخاطب ہوا۔

"نازیہ میں نے دوسری شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے میں سمجھتا ہوں تمھیں کوئی اعتراض نہ ہو گا ؟"

نازیہ کو آج معلوم ہوا کہ مرد کی رات اور صبح میں کتنا فرق ہوتا ہے۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں شاہ جی ؟ تم مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے ہو نا ؟"اس نے بمشکل مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں نے تمھیں کبھی کوئی تکلیف نہیں دی تھی لیکن یہ قدم اٹھانا میرے لئے ضروری ہو گیا تھا گو کہ تم نے بھی میری ہر خواہش کا خیال رکھا لیکن میری وہ خواہش پوری کرنا تمھارے بس میں نہیں جس کا میں نے کبھی اظہار نہیں کیا وہ کیا ہے تم بھی اچھی طرح جانتی ہو۔اس لئے تمھیں تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔"شاہ زیب کے لہجے میں اجنبیت تھی۔

"شاہ جی!کیا میری چاہتوں اور خدمتوں میں کوئی کمی رہ گئی تھی جس کا یہ صلہ دیا ہے میں چند دن کے لئے تمھاری نظروں سے کیا دور ہوئی تم نے مجھے دل سے ہی دور کر دیا اور دوسری شادی کا پروگرام بنا بیٹھے ؟ میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ ہو گا "۔

"نازیہ میں نے تمھیں دل سے دور نہیں کیا نہ زندگی سے دور کرنا چاہتا ہوں میں تمھیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھوں گا لیکن صرف چاہتوں کے سہارے تو زندگی نہیں گزر سکتی ایک بچہ نہ ہونے کی خلش ہمارے بیچ خلیج بن گئی ہے اور میں اس خلیج کو پاٹنا چاہتا ہوں کیا تمھیں میری اولاد کو پا کر خوشی نہیں ہو گی اگر وہ دوسری کے بطن سے پیدا ہو تو کیا ہوا میرا بچہ کیا تمھارا نہیں ہو گا مجھے امید ہے تم اس خلیج کو پاٹنے میں میرا ساتھ دو گی"

واہ تمھاری سادگی کی داد دینی پڑے گی میرے گلے پر چھری پھیرنے کے لئے میری ہی رضا مانگتے ہو۔میری قبر میرے ہاتھوں کھدواؤ گے۔اور اس پر چراغاں کرو گے ؟

"نازیہ تم اچھی طرح جانتی ہو میں تمھاری خاطر اپنی ماں کو آج تک ٹالتا آیا ہوں تمھاری چاہت میں کھو کر ماں کے دل کو دکھاتا رہا ہوں ایسا نہ ہو کہ ہمیں ان کی بدعا لگ جائے اور ہم کہیں کے نہ رہیں۔انھوں نے اور میں نے آج تک صبر کیا دل بڑا کیا اب فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے تمھیں میرا ساتھ دینا ہو گا یہ بھی تمھاری محبت کا ایک ثبوت ہو گا ایک دو بچے ہونے کے بعد تمھیں خود احساس ہو جائے گا کہ تمھارا احتجاج نا واجبی تھا میں نے امی کو زبان دے دی ہے انھوں نے تیاری بھی کر لی ہے۔"

نازیہ گم صم تھی شاہ زیب نے کہا "دیکھو نازیہ انسان کو وقت کے ساتھ چلنا چاہئے۔ پرانی باتیں بھول جاؤ اب تمھارے احتجاج سے ہمارا فیصلہ نہیں بدلے گا سوچ لو۔تم پڑھی لکھی ہو زمانے کے نشیب و فراز دیکھ رہی ہو وسیع القلبی سے کام لینے میں ہی تمھاری بھلائی ہے یہی کیا کم ہے کہ میں تمھیں اپنی زندگی سے الگ نہیں کر رہا ہوں تم کل بارات کے ساتھ چلو گی اور نئی دلہن کو اپنے گھر لاؤ گی "۔

نازیہ کو مات ہو چکی تھی آگے چلنے کے لئے اس کے پاس کوئی مہرہ نہیں بچا تھا۔وہ روئی نہیں بلکہ اپنی ہمت اور ذہانت سے کام لیتے ہوئے غور کیا کہ آج اگر اس نے یہ شادی کسی طرح رکوا بھی دی توکل کیا ہو گا کل کسی اور طریقہ سے وہ شادی کرے گا ہو سکتا ہے تب وہ اس کے قریب بھی نہ رہے دوسری کا ہو کر کہیں کھو جائے ایسی صورت میں وہ اسے مکمل طور پر کھودے گی کیا تقسیم شدہ مرد مخلص اور انصاف پسند ہو سکتا ہے۔جبکہ وہ نظروں سے دور اور گھر سے بھی دور ہو قدرت کے فیصلے کے ساتھ انسان کو سمجھوتہ کرناپڑتا ہے اس نے بھی سمجھوتہ کر لیا اور کل کے آنے والے آندھی طوفان کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

دو سرے دن خاندان کے کچھ لوگ جمع ہو گئے تھے شاہ زیب اور اس کی ماں خوش تھے 10 بجے رات سب لوگ دلہن کو لے کر گھر آ گئے۔نازیہ نے اپنے ہاتھوں سے دلہن کی مسہری کو سجایا تھا گلاب کی پتیوں سے مسہری کی چادر پر شاہ زیب کا نام لکھا اس کی من پسند پر فیوم سے کمرے کو معطر کیا تاکہ نئی عورت کی آغوش میں سما کر بھی وہ اسے یاد کرتا رہے کچھ رسموں ریتوں کے بعد دلہن کو کمرے میں پہنچا دیا گیا نازیہ بھی سینے پر پتھر کی سل رکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔اعتبار ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس کا چاہنے والا شوہر اسی کے گھر میں دو سری عورت کے ساتھ رات گزارے گا۔

وہ سرما کی انتہائی سرد رات تھی لیکن اس کی نس نس میں چنگاریاں سی بھر گئی تھیں چاروں طرف سنا ٹا تھا اور ایک لا زوال ویر انی سی چھائی ہوئی تھی۔اسے ہر پل یہی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آس تھی کہ شاہ زیب خود بانہیں پھیلائے اسے پکارتا ہوا اس کے پاس آ جائے گا نیند تو آنکھوں سے کوسوں دور تھی ہلکی سی آواز پر بھی وہ چونک جاتی تھی۔زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر زور کا کھٹکا ہوا نازیہ کا دل سینے کا خول توڑ کر باہر نکلنے کو تھا کھٹکے کے ساتھ ہی شاہ زیب نے اسے آواز دی تھی اس کا نام لے کر پکارا تھا۔نازیہ فرط مسرت سے چلا اٹھی۔

"آ گئے شاہ زیب! مجھے یقین تھا تم آؤ گے۔تم آؤ گے۔تم میرے بغیر نہ رہ سکو گے آج کی شب میرے لئے انمول ہو گئی ہے میں اپنی جان دے کر اس خوشی کی قیمت ادا کروں گی آ رہی ہوں شاہ جی تم میری طرف دو قدم آؤ گے تو میں تمھاری طرف سو قدم آؤں گی "اس کے جسم پر چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں اُسے تھوڑ اسا بے چین کرنا چاہتی تھی اس لئے دوسرے کھٹکے پر دروازہ کھولا دیکھا تو شاہ زیب کے پیچھے اس کی ماں اور خالہ کھڑی شعلہ بار آنکھوں سے تک رہی تھیں تینوں اندر آ گئے شاہ زیب نے کہا۔

"نازیہ اس طلاق نامہ پر دستخط کر دو آج میں نے تمھیں طلاق دے دی ہے "نازیہ لرز گئی اپنے حواس مجتمع کر کے کہا "کیوں شاہ جی میں نے تمھاری رضا کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دیا تھا نا! تمھاری خواہش اور فرمائش کو سر آنکھوں پر رکھ لیا تھا پھر یہ طلاق کیسی ؟ ساس نے دو قدم آگے بڑھ کر کہا

"زیادہ باتیں نہ بناؤ خاموشی کے ساتھ دستخط کر دو کیوں کہ اس کی دلہن نے منہ دکھائی کا تحفہ تمھارا طلاق نامہ مانگا ہے اور شاہ کی بھی یہی خواہش ہے ورنہ وہ اسے قریب نہ آنے دے گی"شاہ اس کے سامنے ڈٹا کھڑا تھا نازیہ نے ساس کے ہاتھ سے قلم لے لیا۔مات تو اسے ہو ہی چکی تھی دستخط کر کے اس نے زندگی کی بساط ہی الٹ دی۔اس کے صبر کے بند ٹوٹ گئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

*****

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

غریبی توڑ دیتی ہے جو رشتہ خاص ہوتا ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پرائے بھی اپنے ہوتے ہیں جب پیسہ پاس ہوتا ہے

"ابو!آپ جانتے ہیں میں نادرہ سے محبت کرتا ہوں ، میں نازیہ سے شادی کیسے کر سکتا ہوں "۔"عادل بے وقوفی کی باتیں مت کرو آج نازیہ پچاس ساٹھ لاکھ کی مالک ہے نادرہ کو سمجھا منا کر نازیہ سے شادی کر لو چند دن بعد ہم اسے پاگل ثابت کر کے پاگل خانہ بھیج دیں گے عیش و آرام کی زندگی گزارنے کے لئے محبت سے زیادہ دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔۔۔"

ٹرین اپنی پوری رفتار کے ساتھ رواں دواں تھی۔میں سونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ایم ایس سی فائنل کے امتحان قریب تھے میں تیاری میں تھی اور اعلی نشانات سے پاس ہونا چاہتی تھی میں چند دن قبل جب ماں سے ملنے گئی تھی تب بتا دیا تھا کہ ایک ماہ بعد وہ ان کے پاس آ جائے گی یا ملازمت ملنے کی صورت شہر ہی میں رہے گی اور ماں کو اس کے ساتھ رہنا ہو گا پھر انھوں نے اچانک ٹیلی گرام دے کر کیوں بلوایا ہے وہ بیمار بھی نہیں تھی پھر۔۔۔بار بار ٹیلی گرام دے کر کیوں بلوایا ؟۔۔۔میں بار بار ٹیلی گرام پڑھتی رہی اس میں سوائے ایک لائن کے اور کچھ نہیں تھا کہ "فوراً گاؤں پہنچو"صبح پانچ بجے جیسے ہی ٹرین نے گاؤں کے پلیٹ فارم کو چھوا میں بھاگتی ہوئی اسٹیشن سے باہر نکلی اور ایک ٹانگے والے سے کہا کہ مجھے جلد از جلد حویلی پہنچا دے ماں نے مجھے دیکھا فوراً اپنے کمرے میں آئی انھوں نے سرگوشی میں کہا"تم جلدی سے منہ ہاتھ دھو لو ناشتے کے بعد ضروری بات کرنی ہے "ماں کا

راز دارانہ لہجہ مجھے حیران کر گیا میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔"ماں کچھ تو بتاؤ بات کیا ہے مجھے اس طرح کیوں بلوایا ہے ؟"

"تم ذرا فارغ ہو لو اطمینان سے بات کروں گی"

آدھ گھنٹہ بعد ماں کہہ رہی تھی "نازیہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہارے والد تمہاری دادی کی بیماری کی وجہ سے دوسرے گاؤں میں رہتے ہیں۔اور مجھے ان کے ماموں کی خدمت کے لئے اس حویلی میں رہنے کہا ہے۔تم بچپن سے یہی بات مجھ سے سنتی آ رہی ہو پندرہ سال گزر گئے۔اس دوران تم نے بار بار ضد کی کہ تمہیں ابو سے ملواؤں لیکن میں کچھ کہہ کر ٹال جاتی اور تمہیں پڑھائی کے لئے شہر بھیج دیا تم اپنی اپنی پڑھائی میں سب کچھ بھول گئیں تمہیں کبھی کسی خط میں لکھ دیتی کہ تمہارے ابو آئے تھے تمہیں یاد کر رہے تھے وغیرہ۔لیکن نازیہ وہ سب جھوٹ تھا

ایک ڈرا مہ تھا جو میں گز شتہ پند رہ سال سے اپنی زندگی کے اسٹیج پر کھیل رہی تھی اب اس کے ختم ہو نے کا وقت آ گیا ہے۔ آج تمہیں سب کچھ بتا نا ضروری ہے تا کہ مستقبل میں تمہیں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے تم اب دنیا کے سیاہو سفید سے واقف ہو اب ہمیں سوچ سمجھ کر کام کرنا ہے۔"

"ماں ہمیں کیا کرنا ہے ؟جلدی سے پوری بات بتاؤ نا"

"اپنی بے چینی پر قابو رکھو اور سنو۔ کئی سال پہلے تمہارے باپ نے مجھ پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے وہ ایک غیر مذہب عورت کے چکر میں اپنے خاندان سے منہ موڑ کر کہیں لا پتہ ہو گئے تمہارے چا چا اور چا چی نے مجھ پر گندے اور غلط الزامات لگا کر دادی کو بد ظن کر دیا۔ اسی بہانے انھوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ تمہیں سینے سے لگائے میں در در کی خاک چھانتی رہی۔ اپنی زندگی میرے لئے اندھیری رات بن گئی اور راستوں پر شیشے کی کرچیاں بکھری ہوئی تھیں اور مجھے چلنا تھا تمہارے لئے جینا تھا اگر تمہارا ساتھ نہ ہوتا تو میں اسی وقت اپنے آپ کو ختم کر لیتی۔ میں نے گاؤں چھوڑ دیا اور یہاں ایک چھوٹے سے اسکول میں ملازمت کرنے لگی گز ارہ مشکل سے ہوتا تھا اس لئے تمہیں یتیم خانہ میں شریک کرا دیا ایک دن میں تم سے مل کر واپس ہو رہی تھی راستے میں ندی کنارے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو پہیوں والی کرسی پر بیٹھا سمندر کی بیکراں فضاؤں میں کہیں کھو یا ہوا تھا۔ میں ایک طرف بیٹھی ہوئی انھیں غور سے دیکھ رہی تھی اُن کے پیروں پر قیمتی شال پڑی ہوئی تھی شاید وہ پیروں سے معذور تھے۔ ریت پر بھا گتے دوڑ تے بچوں کو دیکھ کر تمہاری جدائی مجھ پر شاق گزر رہی تھی میری آنکھوں سے گرم گرم پانی بہہ نکلا تب ہی اس بھلے مانس نے اپنے ڈرائیور کے ذریعہ مجھے بلوایا میں آنسو پونچھتی ان کے قریب گئی انھوں نے شفقت بھرے لہجہ میں کہا۔

"بیٹی کیا بات ہے کچھ پریشان معلوم ہو رہی ہو مجھے بتا ؤ شاید میں تمہاری مدد کر سکوں" میں اپنے آنسوؤں پر قا بو پا نے کی کوشش کر رہی تھی انھوں نے پھر کہا "تمہیں کسی طرح کی مدد کی ضرورت ہو تو بتا ؤ یہ میرا کارڈ ہے تم کسی بھی وقت میرے گھر پر اسکتی ہو"۔۔۔ان کے شفقت بھرے انداز نے میری ہمت بندھائی میں دوسرے دن انکے دیئے ہوئے پتہ پر پہنچ گئی اپنے بارے میں مختصراً بتا یا۔۔۔ انھوں نے پو چھا

"تم نے اپنا کیا نام بتا یا تھا ؟"

"جی نصیبہ"

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہاں نصیبہ مجھے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو ہمہ وقت میرے ساتھ رہے میری طبعیت کے لحاظ سے میرا کام کرے دراصل میں بچپن ہی سے ایک چڑچڑا اور ضدی انسان رہا ہوں کیونکہ میں نے اپنے والدین کو ہمیشہ ایک دوسرے سے جھگڑتے دیکھا ہے میری ماں ایک دولت مند گھرانے کی ان پڑھ عورت تھی اپنی انا کی سیج پر بیٹھی ہوئی عورت اچھی بیوی نہیں بن سکتی اور مرد ایک عورت کے غصہ اور جہالت کو کب تک برداشت کرتا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں علیٰحدگی ہو گئی ہمارے چھوٹے سے خاندان کا شیرازہ بکھر گیا والد نے دوسری شادی کر لی اور مجھے بورڈنگ ہاؤز میں شریک کرا دیا پھر کسی نے مجھے پلٹ کر نہیں دیکھا دوسرے بچوں اور انکے والدین کو دیکھ کر میرے اندر ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی اور میرا چڑچڑا پن بڑھ جاتا۔

بورڈنگ میں محبت اور ہمدردی نام کی چیز نہیں تھی کوئی میرا اپنا نہیں تھا میں اپنے آپ کو تنہا پا کر کڑھتا رہتا۔کہتے ہیں کہ وقت زخموں پر مرہم رکھ دیتا ہے مجھے بھی شاید صبر آ گیا میں اپنی پڑھائی میں لگ گیا۔وقت گزرتا رہا۔پتہ نہیں پھر کب سے والد نے آنا جاتا شروع کیا میری تعلیم ختم ہو گئی وہ مجھے گھر لے آئے وہاں معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں مر چکی ہے میں نے والد کا بزنس سنبھال لیا کچھ عرصہ بعد انھوں نے زبردستی میری شادی کر دی میں شادی کرنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ مجھے عورت ذات سے نفرت ہو چکی تھی میں اپنی بیوی کو وہ پیار نہ دے سکا جس کی وہ حقدار تھی۔پیار کے لئے ترسا ہوا ایک انسان کسی کو کیا پیار دے سکتا ہے۔وہ بچوں کو لیکر امریکہ چلی گئی اب میں کوئی شادی کرنا نہیں چاہتا بس ایک ایسی سمجھدار عورت کو اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہوں جو میرے لئے اچھا کھانا پکائے میرا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرے گھر کی ہر چیز پر نظر رکھے اور میرے غصہ کو خندہ پیشانی سے برداشت کر سکے میں معقول معاوضہ دینے کے لئے تیار ہوں ، مجھے دو دن میں تمہارا جواب چاہئے " میں نے جواب دیا "میں آپ کی خدمت کے لئے تیار ہوں "۔جبار صاحب نے سب سے پہلے تمہیں اچھے اسکول میں شریک کروایا اسکول کے ہاسٹل میں تم بہت خوش تھیں میں بھی دلو جان سے جبار صاحب کی خدمت میں لگ گئی انکے ابرو کے اشارے پر اپنا سر تسلیم خم کر دیتی۔اس طرح اس حویلی میں پندرہ سال گزر گئے میرے بارے میں صرف بشیرا آپا جانتی تھیں کہ میں کہاں ہوں کیا کرتی ہوں کل بشیرا آپا کا خط آیا تھا معلوم ہوا کہ تمہاری دادی کا انتقال ہو گیا ہے انھوں نے اپنی آدھی جائیداد تمہارے چچا عباس علی کے نام اور آدھی تمہارے نام کر دی ہے معلوم ہوا کہ عباس علی یہاں وکیل کے ساتھ آ رہے ہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمہارے ماموں بھی ان حالات سے واقف ہیں گاؤں سے ان کی چٹھی آئی تھی وہ بھی آنے والے ہیں"

امی خاموش ہوئیں تو میں نے کہا "امی آپ نے ماموں کو منع کیوں نہیں کیا اب ہم سے ملنے کی کیا ضرورت ہے ہمارے بُرے دِن ختم ہو نے والے ہیں جب ہم پریشان حال تھے کسی نے پلٹ کر نہیں دیکھا "ماں نے کوئی جواب نہیں دیا۔تب ہی جبار صاحب کے ڈرائیور رفیق انکل کے لڑکے سکندر نے آکر بتایا کہ جبار صاحب نے ماں کو بلوایا ہے اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"ارے نازیہ!تم ؟ یہاں ؟ اچانک کیسے آنا ہوا ؟

"امی نے ٹیلی گرام دے کر بلوایا ہے کچھ ضروری کام ہے "وہ امی کے ساتھ ہی چلا گیا ہم بچپن ہی سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے وہ بھی بوائز ہاسٹل میں ہے پتہ نہیں کیوں وہ اپنا سالگتا ہے۔امی حواس باختہ سی آئیں اور بتایا کہ جبار صا حب کی طبعیت بگڑ گئی ہے اور انھیں ہا سپٹل لے جا رہے ہیں۔ ہم سب ہی ان کے ساتھ گئے رات آنکھوں میں کٹ گئی دوسرے دن شام میں ان کی حالت قدرے سنبھلی تو وکیل کو بلوا کر وصیت نامہ تیار کروایا دو دن بعد حالت پھر بگڑ گئی ڈاکٹر نے بتا یا کہ ان کے دماغ پر فا لج کا اٹیک ہوا ہے ڈاکٹروں نے انکے ٹھیک ہو نے کی امید نہیں دلائی۔ماں کے آنسو خشک ہی نہ ہوتے تھے یا تو وہ جبار صاحب کے قریب بیٹھی رہتیں یا پھر دعا عبا دت میں مشغول رہتیں لیکن معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی اور موت کے بیچ ایک ایسا موڑ بھی آتا ہے جہاں دوا اور دعاء دونوں بے اثر ہو جاتے ہیں شام ڈھلنے سے پہلے جبار صاحب کی میت کو گھر لایا گیا اور فجر کے ساتھ ہی سپرد خاک کر دیا۔دوچار دن بعد چاچا عباس علی اور ان کا لڑکا وکیل کے ساتھ آئے اور دادی کا وصیت نامہ اور زمین کے کاغذات ہمارے حوالے کئے۔چاچا نے امی سے کہا "بھابی مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"جی کہئے "چاچا نے رفیق انکل اور سکندر کی طرف دیکھا ماں نے کہا "یہ میرے بھائی جیسے ہیں میرا کوئی کام اور کوئی بات ان سے چھپی نہیں ہے "تب چاچا گو یا ہوئے۔

"بھابی کہنا یہ ہے کہ گاؤں میں زمینوں کی قیمت گر رہی ہے تم وہاں رہ کر کھیتی باڑی تو کر نہیں سکتیں بہتر ہو گا کہ اسے فروخت کر دو اور شہر میں ایک مکان لے لو"۔"گاؤں کے حالات آپ بہتر جانتے ہیں "۔"ٹھیک ہے۔"تم اس مختا ر نامہ پر دستخط کر دو جیسے ہی زمین کے اچھے دام آئیں گے میں تمہیں اطلاع کر دوں گا دوسری بات یہ کہنی ہے کہ میں ناز یہ کو اپنی بہو بنا نا چاہتا ہوں اسطر ح ہمارے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بگڑے ہوئے ہوئے تعلقات بحال ہو سکتے ہیں تمہارا کیا خیال ہے ؟"ماں نے جواب دیا "بھائی صاحب میرے بھائی آ جائیں تو ان سے بھی مشورہ کر لوں تب آپ کو بتاؤں گی "۔۔۔

چاچا کی باتیں سن کر میرے دل میں ٹوٹ پھوٹ سی ہونے لگی ان کا لڑکا مجھے ایک آنکھ نہیں بھا یا تھا۔چاچا نے کہا "بھا بی تمہیں اپنی زمین اور بیٹی کے معاملے میں کسی سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت ہے میں دو دن سے اپنا کام چھو ڑ کر یہاں ٹھیرا ہوا ہوں مختار نامہ دے دو تو چلا جاؤں پھر کبھی آؤں گا"

"ز مین کا مختار نامہ آپ کو دے سکتی ہوں لیکن بیٹی پنچ کی ہوتی ہے اور میں پہلے نازیہ سے بات کروں گی "ماں نے مختار نامہ پر دستخط کر دئے۔چاچا فوراً چلے گئے۔ میں نے کہا

"امی آپ نے چاچا کی بات کیوں مان لی سوچنے کے لئے وقت لیا ہوتا اور یہ چاچا اور ماموں کے دل میں ہمارے لئے محبت کے سوتے کیوں پھوٹ رہے ہیں۔"

"ناز یہ تم ٹھیک کہتی ہو میں نے سمجھا کہ یہ لوگ اپنے کئے پر شرمندہ ہوں گے اور عارف بھائی تو میرا اپنا خون ہے "ماموں آ گئے۔برسوں بعد بہن بھائی ملے بڑی دیر تک گلے شکوے ہوتے رہے۔پھر ماں نے تمام واقعات تفصیل سے بتائے تو مختار نامہ کی بات پر وہ بگڑ گئے ""نصیبہ مختار نامہ دے کر تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے جن لوگوں نے تمہارے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہیں کیا ان کے دل میں آج اچانک بھائی کی بیوی اور اولا د کی محبت جاگ اٹھی ؟ تم نے یہ کیسے مان لیا کہ زمین فروخت کر کے ایک خطیر رقم تمہارے ہاتھ پر رکھ دیں گے ؟ رہی نازیہ کی بات تو تم خود سوچو شہر کی پڑھی لکھی لڑکی کیا گاؤں میں زندگی گزار سکتی ہے ؟اسکے لئے میرے بیٹے عادل سے زیادہ منا سب کون ہو سکتا ہے ؟"ماں کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بڑی کشمکش میں ہیں۔تب معلوم ہوا کہ جبار صاحب کے وکیل آئے ہیں۔ رسمی سی گفتگو کے بعد وکیل نے جو کچھ کہا وہ سن کر ہم سب حیران رہ گئے انھوں نے بتا یا کہ جبار صاحب نے میری اور سکندر کے تعلیمی اخراجات کے لئے بیس بیس لا کھ بنک میں رکھا دیئے باقاعدہ دینی و عصری تعلیم کے لئے و قف کرتے ہوئے ٹر سٹ قائم کر دیا ہے وصیت نامہ کی روسے ہمیں جلد از جلد حویلی کو چھو ڑ نا ہے۔ہم سب گم صم بیٹھے ہوئے وکیل کی طرف حیرت سے تک رہے تھے۔

ماموں نے کہا "چلو نصیبہ تم دونوں میرے ساتھ رہو گی میں تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گا۔"

"بھائی جان اب میں ایک الگ مکان لے کر نازیہ کے ساتھ شہر میں رہوں گی میں رفیق بھائی کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی وہ برسوں میرے زخموں پر مرہم رکھتے رہے ہمت اور تسلی دیتے رہے ہیں"

"تم چاہو تو انھیں بھی اپنے ساتھ رکھ سکتی ہو ہمارا مکان بہت بڑا ہے ہم آدھا مکان تم سب کو دے دیں گے "جانے کیوں ماموں کی باتیں میرے دل میں کھٹک رہی تھیں۔امی نے رفیق انکل سے پوچھا تو وہ بخوشی راضی ہو گئے۔میں نے دیکھا ان کی پلکیں بھیگ گئی تھیں ان کی رضامندی سے مجھے سکون سا محسوس ہوا۔ماموں نے کہا "نصیبہ تم اپنا مختار نامہ واپس لے لو تم کہو تو میں عادل کو گاؤں بھیج دوں وہ کسی طرح لے آئے گا "جیسی آپ کی مرضی ماں نے کہا ہم سب شہر منتقل ہو گئے پُر فضاء مقام پر کشادہ مکان تھا۔امتحان شروع ہونے میں ایک ہفتہ باقی تھا میں نے تیاری میں دن رات ایک کر دئے اسی دوران تقریباً دو بجے لیٹنے کی تیاری کر رہی تھی کہ ماموں کے کمرے سے سرگوشی کے انداز میں غصہ کی آواز آ رہی تھی۔میرے دل میں تجسس پیدا ہوا شاید میری چھٹی حس کا اشارہ تھا کہ میں نے ان کے دروازے کے قریب جا کر کان لگا دئے عادل کہہ رہا تھا۔

"ابو آپ جانتے ہیں میں نادرہ سے محبت کرتا ہوں بچپن سے ہمارا رشتہ طئے ہے میں نازیہ سے شادی کیسے کر سکتا ہوں ؟"

"عادل بے وقوفی کی باتیں مت کرو آج نازیہ 50-60لاکھ کی مالک ہے نادرہ کو سمجھا منا کر نازیہ سے شادی کر لو چند دن بعد ہم اسے پاگل ثابت کر کے پاگل خانہ بھیج دیں گے وہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو عیش و آرام کی زندگی گزارنے کے لئے محبت سے زیادہ دولت کی ضرورت ہوتی ہے تم اپنے دماغ سے کام لے کر دونوں چیزیں اپنے قبضے میں کر لو۔سمجھ میں کچھ آ رہا ہے ؟"

"ابو آپ کا فلسفہ میری سمجھ میں تو آ رہا ہے لیکن عملاً یہ ایک دشوار مرحلہ ہے "۔"میں نے کہا نا تم سب مجھ پر چھوڑ دو۔پہلے تم عباس علی سے وہ مختار نامہ کسی طرح حاصل کر لو پھر ہم گاؤں کی زمین کا حساب کتاب کریں گے ""ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی"

ان دونوں کی گفتگو سن کر میرے ہاتھ پاؤں لرزنے لگے میں پسینے میں نہائی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی اور بستر میں دبک گئی۔۔۔صبح نو بجے ماں نے جگایا میں بستر پر بیٹھی سوچ رہی تھی کہ رات جو کچھ سنا وہ خواب تھا یا حقیقت ؟ میں پوری طرح بیدار ہو چکی تھی ماں کو سب کچھ سنا دیا وہ گم صم بیٹھی سب کچھ سنتی رہیں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مجھے خاموش پا کر کہا "معلوم ہوتا ہے ابھی کچھ آزمائش باقی ہے ہم بہت جلد اس گھر کو چھوڑ دیں گے۔"

امتحان کی فکر کھائے جا رہی تھی اور پڑھائی میں میرا دل نہیں لگ رہا تھا۔شام ڈھلتے ہی ایک انجانا سا خوف طاری ہو جاتا۔ماں کے بیڈ کے قریب اپنا بیڈ لگا کر پڑھنے کی کوشش کرتی رہی شاید سکندر بھی اپنے کمرے میں پڑھ رہا تھا۔میری نظر اچانک گیٹ کی طرف اُٹھ گئی ایک سایہ سا لپکتا نظر آیا پھر دھم سے کسی کے کودنے کی آواز آئی کودنے والے کے ہاتھ میں شاید بریف کیس تھا وہ ماموں کے کمرے کی طرف بھاگا پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تب ہی کسی گاڑی کے بریک چرچرائے گیٹ کھلا اور کچھ کانسٹیبل اور پولیس انسپکٹر گھس آئے وہ کسی کو تلاش کر رہے تھے گڑبڑ اور شور کی وجہ سے سب ہی جاگ گئے ہم نے باہر نکل کر پوچھا "کیا بات ہے ؟ آپ لوگ کسے تلاش کر رہے ہیں ؟""ابھی ابھی عادل نامی شخص اسی گھر میں گھسا ہے کہاں ہے وہ ؟"

"کیا کیا ہے اس نے۔یہ اسی کا گھر ہے "میرا دل اچھل رہا تھا "گاؤں میں عباس علی کا قتل کر کے وہ بھاگ نکلا ہے ہم اسی کو تلاش کر رہے ہیں کہاں ہے وہ جلدی بتاؤ ورنہ تم سب کی خیر نہیں ؟"وہ اس طرف ان کا کمرہ ہے شاید وہ اپنے کمرے میں ہو۔"

سب اس طرف دوڑ گئے اور کمرے کا دروازہ پیٹنے لگے پھر دھکے مار کر اسے توڑ دیا۔ماموں اور عادل اندر موجود تھے۔

"تم میں عادل کون ہے ؟ عباس علی نے دم توڑنے سے پہلے اس کا نام اور پتہ بتایا ہے "انسپکٹر نے دونوں کی طرف گھورتے ہوئے کہا عادل نے آگے بڑھ کر کہا "میں ہوں عادل "انسپکٹر نے اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگا دی اور ماموں کو بھی ساتھ چلنے کہا ماموں نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور چکرا کر گر پڑے۔

☆☆☆☆☆

وقت کی کروٹ

صبا نے پھر در زنداں پہ آ کے دستک دی
سحر قریب ہے دل سے کہو نہ گھبرائے!

شاداب اسے اپنی جانب آتا ہوا دیکھ کر بیرونی دروازہ کی طرف لپکی دوسرے ہی لمحہ وہ دولت خان کی بانہوں میں تھی جو اسے دبوچتے ہوئے اناپ شناپ بک رہا تھا۔شاداب دعائیں مانگ رہی تھی میرے مالک آج تو ہی مجھے بچا سکتا ہے تو اپنے بندوں کی التجاسنتا ہے۔دلوں کا حال جانتا ہے۔اپنی قدرت کا کرشمہ بتا دے۔

اسکا ذہن ہمیشہ عجیب و غریب خیالات میں الجھا رہتا انجانے غم گمنام اندیشے ، بے نام و سو سے۔ان دیکھے خنجر اسے زخمی کرتے رہتے وہ جس جہاں میں رہتی تھی وہاں اندھیروں کا راج تھا امید کی کرنوں کا گزر نہیں تھا اسے محسوس ہوتا کہ آنکھوں میں کھارے آنسوؤں کا ایک سمندر چھپا ہے جو بہہ جانے کو بے قرار ہے۔

چار سال پہلے شا داب کے سر سے سائبان ہٹ گیا تھا تیتیس سالہ نوجوان کی بیوہ زندگی کی خار دار را ہوں پر چلچلاتی دھوپ میں اپنے بکھرے و جو دکو سمیٹے تنہا کھڑی تھی اس کے والد نے اپنی زند گی میں بہت کوشش کی کہ اس کا گھر دو بارہ بسا دیں لیکن کوئی نیک بندہ اس ایک لڑکی کی ماں کو قبول کرنے تیار ہی نہ ہوا تھا۔ آج اس کی بیٹی مہتاب نے اعلی نشانات سے انٹر پاس کیا تھا وہ بہت خوش تھی لیکن افسر دہ اور فکر مند بھی تھی اس کی سوچوں میں ڈوبی ہوئی آنکھوں نے چہرے کو اور بھی پر کشش بنا دیا ہوا تھا۔وہ تھی بھی خو بصورت اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک سترہ سالہ لڑکی کی ماں ہے مہتاب ماں سے زیادہ حسین تھی اور یہی حسن ماں بیٹی کے لئے و بال جان بن گیا تھا۔شا داب کے والد نے اس کے نام پر ایک بڑی رقم بینک میں جمع کر وادی تھی اسیر قم سے اس نے روزگار کا ذریعہ نکال لیا تھا مہتاب نے انٹر کے ساتھ کمپیوٹر کے کو رسس بھی کئے تھے۔اس لئے شاداب نے اس کی خواہش پر کمپیوٹر اور ٹا ئپ را ئٹنگ انسٹیٹوٹ کھول لیا تھا لیکن محلے کے آوارہ لڑکوں نے ان کا جینا حرام کر دیا۔اگر وہ پو لس میں شکایت درج کراتیں یا کسی سے کچھ کہتیں تو ان ہی کو نشان ملامت بنا یا جا تا، چند بزرگ لوگوں کے ذریعہ انھیں تنبیہ کی جاتی تو چند دن کے لئے سب ادھر ادھر ہو جاتے پھر اسی چال پر آ جاتے زندگی کی سنگلا خ چٹانوں میں جینے کا راستہ بنانا مشکل معلوم ہو رہا تھاکسی نے مشورہ دیا کہ وہ سیٹھ دولت خاں کی مدد لیں وہی ان غنڈوں کو

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

سبق سکھائیں گے ایک دن ہمت کر کے دونوں دولت خاں کے محل نما مکان پر گئیں چوکیدار نے آنے کا مقصد پوچھا پھر سیٹھ کو اطلاع دی گئی انھیں اندر آنے کی اجازت مل گئی دولت نے ماں بیٹی کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا وہ سلام کر کے کھڑی ہوئی تھیں اور سیٹھ کی تیز نظریں جیسے انکے جسم میں چھید کر رہی تھیں چند لمحوں بعد جب دولت کو ہوش آیا تو اس نے دونوں کو بیٹھنے کے لئے کہا اور آنے کا مقصد پوچھا شاداب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔مہتاب نے ہمت کر کے بتا یا کے محلے کے چند آوارہ لڑکے انھیں چھیڑتے اور نت نئی شرارتیں کرتے ہیں وہ عاجز آ چکی ہیں سیٹھ دو لت خاں نے کہا 'میرے ہو تے ہوئے محلے کے لڑکوں کی یہ ہمت ؟میں کل ہی ان سے بات کروں گا کیا تم پڑھ رہی ہو ؟ "دولت نے مہتاب سے پوچھا "جی میں نے انٹر کر لیا ہے اور اب لڑکیوں کے لئے ٹائپ اور کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ چلاتی ہوں "۔"یہ تو اچھی بات ہے کل تم میرے کچھ کاغذات ٹائپ کر کے لا دینا جو بھی معاوضہ ہو گا دیدیا جائے گا"مہتاب نے ماں کی جانب دیکھا اور خا موش ہو گئی۔وہ دونوں دو بارہ اُس جگہ جا نا نہیں چاہتی تھیں کوئی انجا نا سا خوف انھیں روک رہا تھا دوسرے دن شا داب نے ہمت کر کے کہا کہ وہ اکیلی ہی جا کر کاغذات لے آئے گی بیٹی نے روکا لیکن شاداب اسے اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتی

وہ جب وہاں پہنچی تو چوکیدار نے اسے روکا نہیں لیکن اس کی آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں شاداب نے اس کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھا اور اندر چلی گئی۔آخر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔

دولت خاں ہاتھ میں گلاس تھا مے بیٹھا ہوا تھا سا منے میز پر شراب کی بو تل رکھی تھی۔شاداب کو دیکھتے ہی اس کی با چھیں کھل گئیں اس نے کہا"آؤ آؤ!میں جانتا تھا تم ضرور آؤ گی "اس کے بے تکلفانہ انداز اور لب و لہجہ نے شاداب کو سہما دیا اس کے ہاتھ پاؤں منجمد سے ہو نے لگے چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ابھر آئیں 'جائے رفتن نہ پائے ما ندن، والا معاملہ تھا اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا ریڑ ھ کی ہڈی میں سر دسی لہر سنسنا رہی تھی دولت کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"گھبراؤ نہیں اطمنیان سے بیٹھو میں تمہیں ہر روز کام دیا کروں گا معقول معاوضہ بھی دیا کروں گا بس تم اسی طرح ہر روز آیا کرنا"شاداب کھڑی ہو گئی سرد ہو تے ہاتھوں سے چہرہ کا پسینہ صاف کرتے ہوئے بمشکل کہا"میں اب چلتی ہوں مجھے کام نہیں چاہئے معافی چاہتی ہوں "دولت خاں کے چہرہ پر وحشیانہ مسکراہٹ تھی شاداب کی طرف لڑکھڑاتے قدموں سے بڑھتے ہوئے کہا

"ا بھی آئے ابھی بیٹھے ابھی دامن سنبھا لا

تمہاری جاؤں جاؤں نے ہمارا دم نکالا "

شا داب اسے اپنی جانب آتا ہوا دیکھ کر بیرونی دروازہ کی طرف لپکی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ دولت خاں کی بانہوں میں تھی جو اسے دبوچتے ہوئے انا پ شناپ بک رہا تھا شاداب دعائیں مانگ رہی تھی "میرے مالک آج تو ہی مجھے بچا سکتا ہے تو اپنے بندوں کی التجا سنتا ہے دلوں کا حال جانتا ہے اپنی قدرت کا کر شمہ بتا دے مجھے شیطان کے پنجے سے چھڑا لے بتا دے کہ تو آسمانوں میں ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے "۔اسی وقت گیٹ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی کسی گاڑی کے پہیوں میں بر یک لگا نے کی آواز آئی دولت نے ایک جھٹکے سے شاداب کو الگ کیا اور دروازے کی جا نب دیکھنے لگا نشہ ہرن ہو چکا تھا ایک لحیم شحیم سانولے رنگ کی عورت نہایت قیمتی لباس زیب تن کئے دندناتی اندر داخل ہوئی اس کے پیچھے انیس بیس سال کا ایک لڑکا بھی تھا "او ہو یہاں عیش کے سامان سجائے بیٹھے ہو مجھ سے کہا تھا کہ کام بہت ہے مزید چند دن یہاں ٹھیر نا پڑے گا! تو یہ کام ہو رہا ہے ہاں ؟" "نا درہ میری بات تو سنو!مجھے کچھ کاغذات ٹائپ کروانے تھے و ہی دینے کے لئے اس عورت کو یہاں بلوایا تھا محلے کی غریب عورت سمجھ کر اسے کام دینا چاہا تھا لیکن یہ تو یہاں چوری کی نیت سے آئی تھی یہ دیکھو! میرا سونے کا لائٹر اور گھڑی لے کر بھاگ رہی تھی کہ میں نے پکڑ لیا "۔شا داب شیطان کے چنگل سے چھوٹ گئی تھی اسے مالک حقیقی پر پیار آ گیا وہ رو پڑی اس الزام سے بھی وہی بری کرے گا اس نے آگے بڑھ کرنا درہ کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا

"آپ یقین کریں بیگم صاحبہ یہ صاحب مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہے ہیں کام دینے کے بہانے یہاں بلوا کر مجھے بے عزت کیا ہے یہ مجھے زبر دستی روک رہے تھے اسی دوران لائٹر اور گھڑی یہاں گر گئے آپ خود صحیح حالات کا اندازہ کر سکتی ہیں ان صاحب کی حالت دیکھ کر میں اسی وقت لوٹ جانا چاہتی تھی مگر "۔نا درہ نے آؤ دیکھا نہ تا ؤ دولت خاں پر گھونسوں کی بارش شروع کر دی "تم نے جس گھر کو عیاشی کا اڈہ بنایا ہے وہ میرا ہے یا تمہارے باپ کا میرے باپ نے تمہیں فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا اور تم اپنی او قات بھول گئے ؟ ہمیں بے وقوف بناتے رہے کئی دن سے تمہارے بارے میں سن رہی تھی اور آج رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اب تمہیں میرے باپ کی عدالت سے سزا ہو گی تب تک نہ تم یہاں سے باہر جاؤ گے نہ کوئی اندر آئے گا "نا درہ نے باہر آ کر دروازہ بند کر دیا۔شاداب کے دماغ میں اتھل پتھل ہو رہی تھی کہ مردوں کی اس دنیا میں مردوں کے بنائے ہوئے قا نون مرد ہی کیوں توڑتے ہیں اور کبھی کبھی عورت کے ہاتھوں سزا پاتے ہیں ایسے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

احسان فرا موش شوہر کو سزا ملنی ہی چاہئے۔نا درہ شا داب کا ہاتھ پکڑے اسے کھسیٹتی ہوئی دوسرے کمرے میں لے جا رہی تھی تب ہی مہتاب آ گئی ماں کی واپسی میں دیر ہو جانے پر وہ گھبرائی ہوئی آئی تھی۔یہاں آنے کے بعد اسے سمجھ میں نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے ؟ اس نے آگے بڑھ کرنا درہ کا ہاتھ پکڑ لیا"آپ میری ماں کو کہاں لے جا رہی ہیں انھوں نے کیا کیا ہے آپ مجھے بتائیں کیا ہوا ہے ؟"

"اچھا تم ان کی لڑکی ہو ادھر آؤ ہم اس کمرے میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں "نادرہ کی ہمدردی پا کر ماں بیٹی نے اپنے تمام حالات بتا دئے تب نادرہ نے سمجھا یا"دیکھو شاداب تم جوان ہو خوبصورت ہو اور ایک جوان و حسین بیٹی کی ماں ہو تم کب تک یونہی تنہا ان حالات کا مقابلہ کرو گی بہتر ہو گا کہ کسی شریف آدمی کو سہارا بنا کر زندگی گزار لو "۔

"جی میرے والد نے بہت کوشش کی تھی لیکن ایک لڑکی کے ساتھ مجھے قبول کرنے کوئی تیار نہ تھا اب تو بیٹی بھی بڑی ہو گئی ہے میں اس کی شادی کے لئے فکر مند ہوں میرے پاس اتنی سکت نہیں ہے کہ میں اسے دلہن بنا کر عزت کے ساتھ رخصت کر سکوں اور اس دور میں تو لڑکے والے اپنے لڑکوں کو سکوں میں تول رہے ہیں اب آپ ہی بتائیں میں کیا کروں"

نادرہ:۔"شاداب اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت روٹی ہے اور پیٹ بھر روٹی کھانے کے لئے پیسے کی ضرورت ہے اور پیسہ کمانے کے لئے محنت اور ذہانت کی ضرورت ہے آج روٹی کپڑے کے لئے ایک مرد کی غلامی ضروری نہیں ہے آج کی عورت بہت کچھ کر سکتی ہے اور کر رہی ہے عزت کے ساتھ پیسہ کما رہی ہے بس ذراسی ہمت کرنی ہو گی زندگی ایک بار ملتی ہے اس خوبصورت زندگی کو رو کر گزار نا کفران نعمت ہو گا ہر انسان کی زندگی میں اچھے اور برے دن ضرور آتے ہی""آپ جیسا کہیں میں ویسا ہی کرنے کے لئے تیار ہوں "شاداب نے پر یقین لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تم اب اپنے گھر جاؤ میں کل تمہارے گھر پر ملوں گی اور آگے کیا کرنا ہے بتاؤں گی۔"عامر تشکر بھری نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھ رہا تھا پھر شاداب اور مہتاب کی طرف دیکھ کر مسکرایا جیسے کہہ رہا ہو"کتنی اچھی ہے نا میری ماں ؟ "

وہ دونوں ایک نیا عزم لئے کھڑی ہو گئیں جیسے انھیں اپنی منزل کا پتہ مل گیا ہو! نادرہ نے انھیں گھر پر چھوڑ ا اور چلی گئی دوسرے دن وہ مژدۂ جانفزاء بن کر آئی۔ آج وہ بہت اچھے موڈ میں تھی شاداب اور مہتاب کو اپنے سامنے بٹھا یا اور گو یا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئی میں تم دونوں کے لئے ایک اچھی اسکیم لائی ہوں اب تمہیں اپنی ہمت ' محنت اور ذہانت سے کام لینا ہو گا تم دونوں پڑھی لکھی ہو ایک اسکول قائم کر لو اس کے ساتھ کمپیوٹر اور ٹائپ رائٹنگ انسٹیٹوٹ بھی ہو گا پیسہ میں لگاؤں گی اور گا ہے ما ہے تم سے ملتی اور تمہاری رہنمائی کرتی رہوں گی کیا خیال ہے مہتاب نے مارے خوشی کے تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔

"آنٹی یہ میری دیرینہ خواہش تھی کہ میں اچھے پیمانے پر اسکول چلاؤں آپ نے میری پسند کا کام دیا ہے اب دیکھئے ہم دونوں مل کر کیا کرتے ہیں "بہت جلد انھوں نے اپنے محلے سے بہت دور شاندار پیمانے پرا سکول قائم کر لیا اور زندگی کی دوڑ میں شا مل ہو گئیں نادرہ اور عامر اکثر اسکول آ جاتے اور ان دونوں کی کار کر دگی سے محظوظ و مطمئن ہو تے اسی دوران مہتاب اور عامر ایک دوسرے کے قریب آ گئے ایک دن اچانک نادرہ نے بتا یا کہ عامر اعلیٰ تعلیم حا صل کرنے کے لئے اپنے ماموں کے پاس امر یکہ جا رہا ہے وہ بھی اس کے ساتھ جا رہی ہے ہو سکتا ہے جلدی واپس آ جائے یا دیر بھی ہو سکتی ہے دو تین سال کے عرصہ میں شاداب کے اسکول کا شمار شہر کے اچھے اسکولس میں ہو نے لگا ماں اور بیٹی نے محنت اور لگن سے اپنا ایک مقام بنا لیا اب نہ صرف بیٹی کے لئے بلکہ ماں کے لئے بھی اعلی خاندان کے رشتے آنے لگے لیکن شاداب نادرہ کے صلاح مشورہ کے بغیر کوئی قدم اٹھا نا نہیں چاہتی تھی۔اس نے کسی کو کوئی جواب نہیں دیا وہ نادرہ سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن فون کی لائن نہیں مل رہی تھی دو چار دن یونہی گزر گئے۔اچانک نادرہ کا فون آ گیا شاداب نے لپک کر فون اٹھا لیا نادرہ کہہ رہی تھی "شاداب تم اور مہتاب چھٹیاں شروع ہوتے ہی یہاں آ جاؤ میرے سامنے کچھ مسائل ایسے ہیں جن کا حل تمہاری مدد سے نکالنا چاہتی ہوں ویسے چھٹیاں ہونے میں کتنے دن باقی ہیں "نادرہ نے ایک ہی سانس میں کہہ دیا۔"جی یہی کوئی ہفتہ دس دن باقی ہیں "میں خود آپ سے اپنے مسائل کے سلسلے بات کرنا چاہتی تھی تین دن سے کوشش میں تھی لائن نہیں لگ رہی تھی لیکن آپ کچھ پریشان سی معلوم ہو رہی ہیں کیا بات ہے مجھے بتائیں نا "بات بے حد اہم اور خاص ہے یہاں آ جاؤ تب ہی بتاؤں گی ویسے پریشانی کی بات نہیں ہے بس تمہارا شدت سے انتظار ہے میں نے ویزا اور ٹکٹ کا انتظام کر دیا ہے بس تم چھٹیوں کے حساب سے سیٹ ریزرو Reserve کروا لینا، اچھا خدا حافظ اپنی صحت کا خیال رکھنا مہتاب کو پیار لینا"شاداب اور مہتاب امریکہ کیلئے روانہ ہو گئیں زندگی میں پہلی بار ہوائی سفر پر نکلی تھیں۔طیارے میں بیٹھے ہوئے بار بار ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر یقین کرنا چاہتی تھیں کہ وہ خواب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں نہیں بلکہ حقیقت میں پلین میں بیٹھی ہیں کئی گھنٹوں کی مسافت طئے کرنے کے بعد وہ اپنے خوابوں کے شہر شکاگو پہنچ گئیں۔نادرہ انھیں لینے آئی تھی دو دن آرام لینے کے بعد وہ تازہ دم اور شگفتہ ہو گئی تھیں امریکہ کی آب و ہوا نے انکے حسن کو توبہ شکن بنا دیا تھا تیسرے دن نا درہ انھیں شہر گھمانے لے گئی اور راستے میں ڈھیر ساری باتیں ہوتی رہیں ایک ایک مشہور جگہ دکھاتی رہی باتوں باتوں میں نادرہ نے بتایا کہ "چھ ماہ قبل اس کی بھاوج کا اچانک انتقال ہو گیا ہے اور یہ کہ وہ شاداب کو اپنی بھاوج کی جگہ پر دیکھنا چاہتی ہے اور مہتاب کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہے "۔ شاداب کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ دنیا کے سب سے اونچے مینار پر کھڑی ہو اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا زبان لڑکھڑا رہی تھی اور لڑکھڑاتی زبان دلی کیفیت کے اظہار کے لئے صحیح الفاظ ادا نہیں کر سکتی اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ اس نے اضطراری کیفیت میں نا درہ کے ہاتھ کو تھام لیا آج وہ اس منزل پر تھی جہاں پہنچ کر کوئی آرزو کوئی تمنا نہیں رہ گئی تھی حیرت اور مسرت اس کی ڈبڈبائی آنکھوں سے عیاں تھی۔

*****

اور ہم غبار دیکھتے رہے

رات کا ماجرا کس سے پوچھوں شمیم
کیا بیتی بزم پر تیرے اٹھ جانے کے بعد
لذت سجدہ سنگِ در کیا کہیں
ہوش ہی کب رہا سر جھکا دینے کے بعد

منجمد جذبات میں ہلچل سی ہو رہی تھی جیسے ساکت پانی میں کسی نے کنکری پھینک دی ہو رات بستر پر لیٹی وہ کروٹیں بدلتی رہی خوش حال ، خوش اخلاق اور خوش شکل باس اس کے مشام جاں میں اترتا رہا دل چپکے چپکے سرگوشی کر رہا تھا۔تو یک ننھی چڑیا ہے تیرے نازک پروں میں قوت پرواز کب تک رہیگی۔شکاری رحم دل ہے اس کی اسیر ہو جا اسی میں تیری عافیت اور پرسکون عاقبت بھی ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سال کی آخری رات تھی اور محفل پورے شباب پر تھی ہر کوئی اپنے رنگ میں مست دبے خود تھا۔شائستہ حیرت سے سب کچھ دیکھ رہی تھی ایسی محفل میں شریک ہونے کا یہ پہلا موقع تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ تعلیم یافتہ دولتمند لوگ شراب کے نشہ میں چور ہو کر نئے سال کا استقبال اس طرح کرتے ہیں۔نت نئے ڈیزائن کے قیمتی ملبوسات زیب تن کئے بیوٹی پارلر سے میک اپ کر وائی خواتین ایسے معلوم ہو رہی تھیں جیسے وہ ایک دوسرے کو مات دینے کی ٹھان کر آئی ہوں۔شائستہ سوچ رہی تھی آخر باس نے اس محفل میں اسے کیوں مد عو کیا۔ویسے اسٹاف کی دو سری خواتین بھی مو جود تھیں ورنہ وہ زیادہ دیر اس جگہ نہیں ٹھہر سکتی تھی۔اپنے باس کو دیکھ کر اسے تعجب ہوا تھا کہ اعلی تعلیم یافتہ با وقار باس شراب پی کر بے خودی میں قہقہے لگا رہے تھے وہ ان کی بہت عزت کرتی تھی لیکن انھیں اس رنگ میں دیکھ کر مایوس اور اداس ہو گئی۔وہ سوچ رہی تھی کیا فرق ہے اس کے مرحوم شوہر اور باس میں ؟ وہ سستی شراب پی کر گھر آتا الٹی سیدھی بحث تکرار کے بعد نڈھال ہو کر سو رہتا اسی شراب نے ایک دن اس کی جان لے لی۔اور باس اعلی قسم کی شراب پی کر جانے کو نسا غم بھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ محفل کے شور سے بے خبر شائستہ سوچوں کے دھارے میں بہہ رہی تھی۔۔۔وہ ایک متوسط گھرانے کی پروردہ تھی متوسط طبقہ ایسا ہوتا ہے جیسے ہوا میں کوئی معلق چیز!اس طبقہ کو اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھنے کیلئے زندگی کے دکھوں اور تکلیفوں کے ساتھ بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے یہاں زندگی ایک روگ ہوتی ہے روٹی کپڑے مکان کا روگ، نا کام آرزوؤں اور نامرادیوں کا روگ۔اس نے انٹرپاس کیا تھا ملازمت کر کے والدین کا سہارا بننا چاہتی تھی کہ اچانک ماموں کے لائے ہوئے ایک رشتے کیلئے والد نے ہاں کر دی اور بلا تحقیق اسے ایک اجنبی کے حوالے کر دیا وہ انکار بھی نہ کر سکی کیوں کہ والد اپنی گرتی ہوئی صحت سے مایوس ہو چکے تھے اور جلد از جلد بیٹی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہتے تھے۔شائستہ نے مقدر کے ساتھ سمجھو تہ کر لیا اور اس شخص کو راہ راست پر لا نے کی کوشش کر کے تھک گئی انجام وہی ہوا جو ہو نا تھا شوہر کے بعد والد بھی چل بسے زندگی کے اس مو ڑ پر وہ تنہا کھڑی شمع کی لو کی طرح لرز رہی تھی لیکن وہ بو کھلائی نہیں جوان اور خوبصورت تھی پڑھی لکھی اور ذہین تھی زندگی کا سفر تنہا طے کرنے کی ہمت رکھتی تھی لیکن وہ ماں کیلئے فکر مند تھی اور ماں اس کے لئے پریشان تھی اور سوچتی رہتی کہ کوئی تو ان کا غم با نٹنے کے لئے آئے گا خون کے رشتے سہارا دیں گے زخموں پر ہمدردی کا مر ہم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رکھیں گے تسلی دے کر ہمت بندھائیں گے لیکن شائستہ نے محسوس کر لیا کہ سب چہرے بدل چکے ہیں تمام کردار ریت کے نشانوں کی طرح مٹ گئے ہیں لہجے تندو تیز ہو گئے ہیں انھیں دیکھ کر دروازے بند کر لئے جاتے ہیں وہ اس دنیا کی حقیقت کا مکر وہ چہرہ پہچاننے لگی تھی۔بڑی بھاگ دوڑ کے بعد اسے ایک آفس میں ملازمت مل گئی۔جانے کیوں باس اس پر مہربان تھے معقول تنخواہ پر اس کا تقرر کر لیا تھا۔ سوچ میں ڈوبی ہوئی غم ناک اور نمناک آنکھوں والے باس اسے اچھے لگے تھے۔

شائستہ اپنی لامتناہی سوچوں کے حصارسے اس وقت باہر نکلی جب گھڑیال نے بارہ کا گجر سنایا چند سکنڈ کے لئے لائٹ آف ہوئی اور کھل گئی ساتھ ہی تالیوں اور قہقہوں کا ایک شور بپا ہوا کچھ دیر بعد محفل بر خو است ہو گئی۔شائستہ رات بھر بے کل سی رہی ذہن کچی لکڑی کی طرح سلگتا رہا دو سرے دن وہ آفس میں بجھی بجھی سی تھی اس کی خاموشی کو صفی احمد نے محسوس کیا اپنے کمرے میں بلوایا چند لمحے اسے غور سے دیکھنے کے بعد گو یا ہوئے!

"کیا بات ہے تم آج اداس سی لگ رہی ہو طبیعت کیسی ہے ؟ والدہ کیسی ہیں ؟کیا تھک گئی ہو؟"

جی۔جی کوئی خاص بات نہیں ہے والدہ بھی ٹھیک ہیں ""کچھ تو ہے جس کی وجہ سے تم پریشان معلوم ہو رہی ہو۔تم ایسا کرو آفس ٹا ئم کے بعد مجھ سے ملو کچھ بات کرنی ہے "۔"جی بہتر" وہ کچھ سوچتی ہوئی باہر آ گئی۔

آفس کے سبھی لوگ جا چکے تھے شائستہ صفی احمد کے کمرے میں گئی وہ سگریٹ منہ میں دبائے ڈائری کی ورق گردانی کر رہے تھے شائستہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔باس نے ڈائری بند کی اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔"شائستہ بغیر کسی تمہید کے کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمھیں پسند کرنے لگا ہوں تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں ، کیا میرا ساتھ دو گی؟"شائستہ حیرت زدہ سی صفی کی طرف دیکھ رہی تھی بمشکل اس نے کہا۔"سر یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آپ شادی شدہ مر داور دو بچوں کے باپ ہیں آپ اپنی آسودہ زندگی میں پر سکون ہیں مجھ نا چیز کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا کیا مطلب ہے میں سمجھی نہیں ؟ ""تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ دو لت اور آسائش کسی انسان کو سکون دے سکتے ہیں ؟ میں اپنی زندگی کا رونا تمھارے آگے رونا نہیں چاہتا صرف اتنا کہوں گا کہ میں اپنے موجو دہ حالات سے مطمئن نہیں ہوں میری بیوی اسری کو اپنے گھر اور بچوں کی فکر ہے نہ میری پر واہ اپنی سہیلیوں کلب اور پارٹیوں کی رنگین دنیا میں کھوئی ہوئی ہے اسے یاد نہیں کہ

وہ کسی کی بیوی اور دو بچوں کی ماں بھی ہے مجھے سکون کی تلاش ہے بس""سر میں اوسط گھرانے کی پلی ہوئی ایک بیوہ ہوں میرا شوہر شرابی تھا خوب پیتا تھا اور ایک دن شراب اسے پی گئی۔سر!آپ بھی تو شراب کے رسیا ہیں۔ویسے میں آپ کے لائق نہیں ہوں۔"

"ہاں شائستہ میں پیتا ہوں۔جب انسان کی زندگی میں کوئی خوشی نہ ہو کوئی اسے پو چھنے والا اس کا اپنا نہ ہو تو وہ کیا کرے اس شخص کے دل کا حال تم نہیں جان سکتیں جس نے اپنی بیوی کو ہر طرح کا سکھ اور خوشی دینے کے باوجود سکون کا ایک پل بھی نہ پا سکا ہو بیوی شوہر کے ہی دوست کے ساتھ عاشقی کرنے لگے اس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے لگے تو اس سے زیادہ بے عزتی و بے سکونی اور کیا ہو سکتی ہے ؟ رہی تمھاری بات تو میں یہی کہوں گا کہ تم جیسی سلجھی ہوئی ذہین اور سنجیدہ لڑکی گھر کو جنت کا نمو نہ بنا سکتی ہے یہ تمھاری بد قسمتی ہے کہ کسی نے تمھاری قدر نہیں کی۔اب تم آفس کے کام سے واقف ہو چکی ہو میں نے دیکھا ہے تم بڑے سلیقہ سے بات کرتی ہو تمھیں گفتگو کرنے کا فن آتا ہے یہ سب کو نہیں آتا۔میں نے بارہا اپنی بیوی کو سمجھایا ہے کہ وہ گھر اور دفتر کے معاملات میں میرا ساتھ دے میرے قدم سے قدم ملا کر چلے لیکن اس کے شوق اس کی سوچ اس کی دنیا ہی الگ ہے۔"

سربرانہ مانیں تو ایک بات پوچھوں ؟

"ہاں ہاں پوچھو"

"آپ کے وہ کون سے دو ست ہیں جن سے میڈم قریب ہو گئی ہیں جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے میں کہوں گی کہ کوئی شریف عورت اس طرح مرد کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ہو سکتا ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو""نہیں شائستہ کوئی مرد غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بیوی پر الزام نہیں لگاتا تم رشید سے واقف ہو جو اکثر آفس آتا ہے اور گہری نظروں سے تمھیں غور سے دیکھتا ہے وہ میرے گھر بھی آتا ہے تقریباً ہر روز اسریٰ سے فون پر بات کرتا ہے ""بیوی سے فون پر بات کر نا تو عاشقی کا ثبوت نہیں ہے سریقیناً آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ""وہ اکثر میری غیر موجود گی میں بھی آتا ہے اور فون پر بھی ایسے وقت بات کرتا ہے جب میں گھر پر نہیں ہوتا مجھے چوکیدار سے سب کچھ معلوم ہوتا ہے۔اب تم بتاؤ تمھارا کیا خیال ہے کیا میں امید رکھوں کہ تم میری پیش کش کو رد نہیں کرو گی ؟ ویسے آج کی اس ملاقات کی یادگار یہ انگوٹھی قبول کرو خاص تمھارے لئے خریدی ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چھوٹا سا ہیرا جڑی ہوئی خوبصورت انگوٹھی شائستہ کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی دل دھڑک رہا تھا منزل کا روشن مینار اس کے سامنے تھا ماضی کی محرومیاں کچوکے لگا رہی تھیں آرزوؤں کی کہکشاں تصور میں بکھر رہی تھی زندگی کو ہر چیز کی ضرورت ہوتی ہے روٹی کپڑا مکان اور محبت خواہ وہ جھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ شائستہ نے سنبھل کر کہا "سر مجھے سوچنے کے لئے کچھ وقت دیں"

شش و پنج کے سمندر میں غلطاں وہ چپ چپ سی اٹھ کر چلی گئی منجمد جذبات میں ہلچل سی ہو رہی تھی جیسے ساکت پانی میں کسی نے کنکری پھینک دی ہو۔رات بستر پر لیٹی وہ کروٹیں بدلتی رہی۔خوش حال خوش اخلاق خوش شکل باس اس کے مشام جاں میں اترتا رہا۔دل چپکے چپکے سرگوشی کر رہا تھا کہ تو ایک ننھی سی چڑیا ہے نازک پروں میں قوت پرواز کب تک رہے گی شکاری رحم دل ہے اس کی اسیر ہو جا۔اسی میں تیری عافیت ہے اور پر سکون عاقبت بھی ہے۔صبح وہ نہا دھو کر ہلکی پھلکی ہو گئی۔آفس جلدی چلی گئی۔اتفاقاً صفی احمد بھی جلدی آ گئے تھے۔شائستہ غیر ارادی طور پر صفی کے کمرے میں چلی گئی اس سے نگاہ ملتے ہی نظریں آپ ہی آپ جھک گئیں ہونٹوں پر دبی دبی سی مسکراہٹ تھی اسے دیکھتے ہی صفی احمد نے کہا۔"تو فیصلہ کر لیا تم نے "وہ کچھ کہنے کے لئے اندر گئی تھی اچانک سوال پر شرما کر باہر آ گئی اس کا دل دھڑک رہا تھا توبہ کتنے چالاک ہیں چہرے کی کتاب کیسے پڑھ لیتے ہیں۔۔۔صفی نے اسے آواز دی وہ پھر اندر گئی اور جلدی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔"کچھ کہنا چاہتی ہو ؟"

"جی کوئی خاص بات نہیں ہے آپ سے بس ایک وعدہ لینا تھا۔"

"کیسا وعدہ جلدی بتاؤ؟"

"یہ کہ آپ۔۔۔آج سے۔۔۔شراب۔۔۔نہیں پئیں گے" !

"تو تم نے ابھی سے پابندیاں لگانا شروع کر دیں ؟"

"جی یہ پابندی نہیں ہے بلکہ آپ کی صحت اور مستقبل کی حفاظت کے لئے ایک وعدہ لے رہی ہوں آپ کی جان اکیلے آپ کی نہیں ہے نا۔"

"ٹھیک ہے آج آخری بار پیوں گا دوستوں نے پہلے سے پروگرام دے رکھا ہے خود میں نے کہہ دیا تھا کہ یہ آخری پروگرام ہو گا۔"

"ٹھیک ہے بس اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو اس دولت جائیداد اور اولاد کا کیا ہو گا؟"

اور باس نے مسکرا کر اس کے ہاتھ اپنے گرم ہاتھوں میں لے لئے اور ترنم کے ساتھ ایک خوبصورت شعر پڑھا۔

اے دوست ذرا اور قریبِ رگ جاں ہو
کیا جانے کہاں تک شب ہجراں کا دھواں ہو

دوسرے دن صبح وہ ٹائم پر آفس پہنچی تو ایک سراسمگی کا عالم تھا چوکیدار کے علاوہ اسٹاف کے سبھی ممبرس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں ٹائپسٹ نندا نے جلدی سے آگے بڑھ کر شائستہ سے کہا کہ "باس اب ہمارے بیچ نہیں رہے وہ کبھی نہ آنے کیلئے ہم سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ چلو ہم سب ان کے گھر جا رہے ہیں۔"شائستہ کو سکتہ سا ہو گیا وہ خالی خالی آنکھوں سے سب کے چہرے دیکھ رہی تھی تب ہی جہاں کھڑی تھی وہیں گر گئی۔کچھ لوگ اسے اسپتال لے گئے تین دن تک اسے غش آتے رہے چوتھے دن وہ ہوش میں آئی ٹا ئپسٹ نند ااسے دیکھنے آئی تھی شائستہ کے پو چھنے پر اس نے بتا یا کہ اس رات باس اپنے دوستوں کے پاس سے گھر آ رہے تھے کہ روڈ ڈوائڈرسے ان کی کار ٹکر آ گئی اور آن دی اسپاٹ ان کی ڈیتھ ہو گئی۔شائستہ کو یاد آیا کہ وہ اپنا آخری پروگرام اٹنڈ کرنے گئے تھے وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی اور پھر بے ہوش ہو گئی۔پندرہ دن بعد وہ کچھ نارمل ہوئی ڈسچارج ہو کر گھر آئی ماں پریشان تھی اس کی خاطر اپنے آپ کو سنبھالا۔دوسرے دن آفس گئی تو دیکھی کہ صفی احمد کی کر سی پر ان کا دو ست رشید بیٹھا تھا شائستہ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آؤ شائستہ آؤ میں پچھلے پندرہ دن سے شدت کے ساتھ تمھارا انتظار کر رہا تھا تم سے کچھ بات کرنے کے لئے بے چین تھا۔"

شائستہ کی آنکھوں سے غیر ارادی طور پر آنسو رواں تھے وہ ایک کر سی پر بیٹھ گئی۔ رشید نے کہا۔

"شائستہ آج میں تمھیں اپنے ایک راز میں شامل کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسا راز رشید صاحب!اور آپ نے اپنے راز میں مجھے شامل کرنے کا ارادہ کیوں کیا ہے ؟"

"اس لئے کہ اس کا تعلق تم سے بھی ہے۔شائستہ میں تمھارا اور اسریٰ کا گنہ گار ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔""رشید صاحب صاف صاف بتایئے بات کیا ہے آپ پہیلیاں کس لئے بجھا رہے ہیں ؟"

"تمھیں معلوم ہے صفی میرا دوست تھا بزنس پارٹنر بھی تھا اس کے خاندان کے لوگ مجھے اپنے ہی خاندان کا ایک فرد مانتے تھے اس لئے اکثراس کے گھر بھی جا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یا کرتا تھا۔تم یہ بھی جانتی ہو کہ اسریٰ کبھی کبھی اچانک آفس آ جاتی تھی۔ تمھارے تقرر کے بعد جب وہ آفس آئی اور تمھیں دیکھا تو اسی دن سے شک میں پڑ گئی اس نے مجھے تم پر اور صفی پر نظر رکھنے کے لئے کہا میں رفتہ رفتہ تم لوگوں کے تعلقات سے واقف ہو گیا اور اسریٰ کو بھی واقف کرتا رہا۔وہ صفی کو جلانے کی خاطر اپنا وقت زیادہ تر باہر کلب اور پارٹیوں میں گزارنے لگی تھی میری رپورٹس سن کر صفی سے متنفر ہوتی جا رہی تھی میں یہی چاہتا تھا کہ دونوں کے بیچ نفرتوں کے پہاڑ کھڑے ہو جائیں دراصل میری نیت خراب ہو گئی تھی میں کالج کے زمانے سے ہی اسریٰ کو اپنا لینا چاہتا تھا لیکن صفی کے بیچ میں آ جانے سے ایسا نہ ہو سکا۔

"

رشید کچھ دیر کے لئے رک گیا میز پر رکھے ہوئے باٹل سے گلاس میں پانی لے کر پیا اس دوران وہ شائستہ کے چہرے کا بغور جائزہ لے رہا تھا جو بے حس و حرکت بیٹھی رشید کے چہرے پر نظریں لگائے ہوئے تھی۔"تم سن رہی ہو نا؟"

"جس رات صفی کی کار حادثہ کا شکار ہوئی اس رات میں اس کے دوست ساجد کے گھر پہونچا۔دو چار دوست پینے پلانے کی محفل سجائے مصروف تھے موقع دیکھ کر میں نے صفی کی کار کے بریک کھول دیے اور پھر وہی ہوا جو میں چاہتا تھا لیکن آج اس کے بیوی بچوں کی اور تمھاری حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی میرے دل پر ایک بوجھ سا تھا اب میں اسری سے بھی معافی مانگنے جا رہا ہوں پہلے تم مجھے معاف کر دو تاکہ۔۔۔"

رشید کا جملہ ختم ہونے سے پہلے شائستہ ایک جھٹکے سے اٹھی میز پر رکھا ہوا پانی کا باٹل اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا اور وہ ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی۔

"کمینے خودغرض انسان تو حیوان سے بدتر ہے تو نے صفی کو مار ڈالا ایک فرشتے کا قتل کر دیا تجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے میں تجھے جینے نہیں دوں گی۔۔۔"

رشید کے سر سے خون کا فوارہ بہہ رہا تھا وہ سر پر دستی رکھے تیزی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا شائستہ ہاتھ میں باٹل لئے ہوئے اس کی طرف لپکی اور لڑکھڑا کر گر گئی۔

OOOOO

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیاسی شبنم

ہمارے بعد اس محفل میں افسانے بیان ہوں گے
بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جانے ہم کہاں ہوں گے
نہ ہم ہوں گے نہ تم ہو گے نہ غم ہو گا مگر پھر بھی
ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے

کل عماد کی روانگی تھی ، دونوں ایک دوسرے کی قربت میں وقت گزارنا چاہتے تھے ، دن رات کی بانہوں میں سمٹ گیا ، ہزاروں راتوں کا حسن وہ ایک رات میں سمودینا چاہتے تھے کہ یہ رات ان کے پیار کی گواہ رہے دونوں کے دل سے ایک ہی دعا نکل رہی تھی کہ اے خدا تیری قدرت کے صدقے اس رات کی سحر نہ کرنا رات کے گزرتے ہی میرا حبیب مجھ سے جدا ہو جائے گا لیکن سحر تو ہونا ہی تھی

خوب صورت ایر ہو سٹس دو تین بار اس کے سامنے آئی اور شائستہ لہجے میں اس کی کسی ضرورت کے بارے میں دریافت کیا لیکن عماد نے احساس تشکر کے ساتھ انکار میں سرہلا دیا اور وہ مسکراہٹ کے پھول بکھیرتی ہوئی چلی گئی۔چار پانچ گھنٹے قبل اپنی ماں کے زانوں پر سر رکھے وہ انھیں تسلیاں دے رہا تھا۔بے روزگاری سے بیزار اپنے ہی وطن میں اپنے مستقبل سے مایوس وہ دیار غیر کی طرف نکل پڑ ا تھا۔روٹی دنیا کی ایک زبردست حقیقت ہے اس روٹی کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا سچ تو یہ ہے کہ اس دنیا کا سارا کاروبار روٹی ہی کے اطراف گھوم رہا ہے۔ماں گزشتہ پچیس سال سے ہمیں اپنی محنت کی کھلاتی رہی ہیں ، عماد سوچوں کے عمیق سمندر میں غرق تھا اتنے سالوں میں باپ نے کبھی پلٹ کر نہیں پوچھا۔اپنوں سے امی نے کوئی آس رکھی نہیں انھیں اس بات سے کوئی واسطہ نہیں تھا کہ دونوں ماموں خو بصورت بنگلوں اور قیمتی کاروں کے مالک تھے دولت ان کے گھر کی باندی تھی۔انھیں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ اپنے عیش و آرام کا ذرا سا حصہ اپنی بہن کے نام لکھ دیتے۔خدا کی اس تقسیم پر ہم نے قناعت کر لی تھی ماں نے کبھی کسی کے آگے اپنی کم مائیگی کا رونا نہیں رویا۔کروڑوں متوسط لوگوں میں سے ہم بھی تھے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کبھی اچھا کھا لیا کبھی برا، کبھی اچھا پہن لیا کبھی برا، کبھی ہنس لئے کبھی رو لئے۔ محرومیوں پر کڑھتے اور خوبصورت امیدوں پر جیتے ہم دونوں بھائی زندگی کے ساتھ چل پڑے اور آج جوان ہو کر اپنی ماں کو آسودہ زندگی دینے کے قابل ہو گئے ہیں پہلے ہم ایک چھوٹا سا گھر بنائیں گے اور ماں اپنے پوتوں پوتیوں کے ساتھ۔۔۔ پلین نے ایک ہلکا سا جھٹکا لیا عماد ماضی کے حصار سے نکل آیا گھڑی پر نظر ڈالی اسے جہاز پر سوار ہوئے تین گھنٹے ہو رہے تھے زمین سے جو نہی جہاز کا رابطہ ٹوٹا عماد اپنی ماں کی جھرنے بہاتی سرخ سرخ آنکھوں کو یاد کر کے بے چین ہو رہا تھا۔ گزرے ہوئے دنوں کی تکلیف وہ یادوں میں الجھ گیا تھا جہاز کے جھٹکوں نے خیالات کا تسلسل توڑ دیا۔ معاً اعلان ہوا کہ منزل مقصود قریب ہے سب اپنی اپنی پیٹیاں باندھ لیں مستقبل کے سہانے سپنوں کے کیف وسرور میں جھومتا ہوا وہ ایر پورٹ پر اترا تو اس کے دوست نظر آ گئے جو اسے لینے آئے تھے ان کے ساتھ ایک سانولی سلونی سی دلکش خدوخال والی لڑکی بھی نظر آئی جو لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ لئے اشتیاق بھری نظروں سے عماد کو گھورے جا رہی تھی جیسے اس کی آنکھوں کو عماد ہی کا انتظار تھا۔ عماد کو اپنے وجود کے اندر ایک انجانی سی آتشیں لہر سرسراتی محسوس ہوئی وہ ایک ایک کر کے اپنے دوستوں سے بغل گیر ہونے لگا اور سیاہ آنکھوں والی اس لڑکی پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے اس نے ہیلو کہا۔ اس نے بھی ایک دلا ویزسی مسکراہٹ کے ساتھ ہیلو سے ہی جواب دیا اور گھنی پلکیں جھکا لیں۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے ان پلکوں نے اسے اپنے اندر سمیٹ لیا ہو۔ اظہر نے تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ یہ مس صبا ہیں اور انھیں کے ساتھ دوا خانہ میں کام کرتی ہیں دو دن گزرے تھے کہ عماد کو تیز بخار نے دبوچ لیا۔ ماں کی جدائی ؛ سفر کی تکان اور بدلے ہوئے گرم خشک موسم کا اثر تھا کہ وہ نڈھال ہو گیا۔ سسٹر صبا ہاتھ میں واٹر بیگ لئے تیز تیز قدم اٹھاتی عماد کے روم کی طرف جا رہی تھی جہاں وہ اپنے دو سرے تین ساتھیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ راستے میں سسٹر نسیم مل گئی اور پوچھا: یہ واٹر بیگ کس کے لئے لے جا رہی ہو ؟"

"عماد بہت تیز بخار میں تبلا ہیں ان ہی کے لئے لے جا رہی ہوں ؛؛

"چلو میں بھی دیکھ لیتی ہوں "نسیم نے کہا

عماد بیڈ پر لیٹا ہوا بہت کمزور دکھائی دے رہا تھا صبا اور نسیم بیڈ کے قریب بیٹھ گئیں ، صبا متفکر نظر آ رہی تھی۔

"صبا! ایک اجنبی کا اتنا خیال اتنی خدمت کیا بات ؟! کوئی گڑ بڑ تو نہیں ؟"نسیم نے صبا کی طرف شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "نسیم۔۔۔ یوں تو اپنا پیشہ ہی ایسا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے ناکہ ہمیں ہر مریض کا خیال رکھنا چاہئیے پھر عماد تو اپنے اسٹاف سے ہے۔پتہ نہیں کیا بات ہے وہ جب سے آئے ہیں ایسا لگتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔"

"پانی۔۔۔پانی۔۔۔"عماد کی آواز میں نقاہت تھی وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں پانی مانگ رہا تھا۔صبا نے چمچے سے اسے پانی پلایا۔عماد کے صحت یاب ہونے تک صبا اس کی خدمت میں لگی رہی اور عماد قطرہ قطرہ اس کی بانہوں میں پگھلتا رہا۔اس کی محبت میں اس قدر ڈوب گیا کہ اس کی ہر سوچ صبا سے شروع ہو جاتی اور اسی پر ختم ہو جاتی وہ جلد از جلد صبا کے بارے میں اپنی ماں کو تفصیلی خط لکھ دینا چاہتا تھا وہ اپنی سوچوں میں گم سگریٹ سے شغل کر رہا تھا کہ صبا آ گئی اور اس کے ہاتھ سے سگریٹ لیکر پھینکتے ہوئے کہا۔"تم آج پھر سگریٹ کا پیکٹ لے بیٹھے!کیا آج پھر سوچوں کا دو رہ پڑ گیا ہے ؟""ہاں سوچ رہا ہوں تم نے مجھے کیاسے کیا کر دیا ہے تمھارے سوا مجھے سب کچھ بھول گیا ہے دو مہینے ہو گئے امی جان کو خط نہیں لکھا آج ان کی بہت یاد آ رہی ہے بھائی کو دوبئ گئے ہوئے سات ماہ ہو گئے جانے ماں کتنا اکیلا پن محسوس کرتی ہوں گی۔صباسچ بتانا تمھاری شخصیت میں یہ کیا جادو ہے کہ۔۔۔""بس بس "صبا نے اس کے ہونٹوں پر اپنی انگلیاں رکھ دیں عماد نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا صبا نشہ بن کر اس کی رگ رگ میں اتر رہی تھی "عماد کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم اتنے اداس کیوں رہتے ہوں ؟کیا مجھے نہیں بتاؤ گے ؟اپنے دکھ کسی کو سنانے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے بتاؤ نا کیاسوچ رہے ہو؟""کچھ نہیں صبا کوئی خاص بات نہیں ہے بتایا تو تھا کہ میری ایک ماں ہے اور ایک بھائی اور بہن کو خالہ نے اپنے پاس رکھ لیا ہے تقدیر شاید ہم سے روٹھی ہوئی ہے بھائی کہیں تو بہن کہیں ماں کہیں اور میں کہیں سب ایک دوسرے کی یاد منی جلتے سلگتے رہتے ہیں۔میں اکثرسوچتا ہوں کہ یہ بے جوڑ شادیاں ہوتی کیوں ہیں کہ ایک ون میاں بیوی میں علیٰحدگی ہو جاتی ہے اولاد تباہی کا سامنا کرتی اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔میرے ہی والدین کو دیکھ لو ر پانچ سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے لیکن ایک دوسرے کو سمجھ نہ پائے والد نے دوسری شادی کر لی اور ماں نے خلع لے لی مہر کے عوض ہم بچوں کو مانگ لیا تب ہی سے محرومیاں ہمارا مقدر بن گئی ہیں مستقبل کی آسودگی اور کامیابیاں منجمد اندھیروں میں ڈھل گئیں ہم نے ہمت نہیں ہاری خوداعتمادی کا دامن نہ چھوڑ اجیسے تیسے پڑھ لکھ لیا اور اب ہم دونوں بھائی کچھ نہ کچھ کمانے کے قابل ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی۔۔۔"۔

"عماد ایک بات کہوں برا تو نہ مانو گے ؟"عماد خلاؤں میں گھور رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"سنو عماد!انسان کی زندگی اتنی بے مقصد تو نہیں کہ چند حادثات کو نا سوربنا لیا جائے تم اسی دوا خانے میں کیسے کیسے مریضوں کو دیکھتے ہو جو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہیں کچھ تو خدا کی کسی نہ کسی نعمت سے محروم ہیں تو کوئی مرضِ لاعلاج میں مبتلا ہے کبھی ان غریب بچوں کے بارے میں غور کیا جو کم عمری میں محنت مشقت کرتے اور لاتوں کی بارش میں روکھی سوکھی کھا کر فٹ پاتھ پر گزارہ کرتے ہیں کبھی اوروں کے دلوں میں جھانکنے کی کوشش کرو دیکھو کہ لوگ زخمی آرزوؤں اور اجڑے ارمانوں کو چھپائے کس طرح زندہ دلی کے ساتھ جی رہے ہیں تم ان لوگوں سے ہزار سے درجہ بہتر ہو جو گھٹ گھٹ کر زندگی گزارتے ہیں۔۔۔عماد!میری کہانی بالکل مختصر ہے ہم چھ بہنیں اور دو بھائی ہیں والد نے دو بھائیوں کی شادی کر دی بہنیں اپنی گھر گرہستی سے اچھی ہیں بھائیوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ الگ گھر بسالئے ہیں اب انھیں ہم سے کوئی واسطہ نہیں ہے چھوٹی بہن یہاں میرے ساتھ کام کرتی ہے۔اُس نے اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کر لی ہے میں نے والدین اور دو بہنوں کی ذمہ داری سنبھال لی ہے"

"انھوں نے تمھاری شادی کیوں نہیں کی ؟"

"کوشش تو کی تھی لیکن لڑکے والوں کے مطالبات پورے کرنے سے وہ قاصر تھے ایک لڑکے والوں نے تو حد کر دی تھی سنو گے کیا ہوا تھا ؟"

"کیا ہوا تھا ؟"

"لڑکے کے والدین اور تین بہنیں جب مجھے دیکھنے کے لئے آئیں تو وہ مجھے دیکھنے کیلئے کم گھر اور گھر کے سازو سامان کو زیادہ دیکھ رہی تھیں بلکہ وہ ہمارے گھر کا باقاعدہ معائنہ کر رہی تھیں پھر میں نے کہا کہ آپ کے گھر میں ٹی وی ہے نہ فر ج کو لر ہے نہ واشنگ مشین،گیس چولہے ہیں نہ گیزر یہاں تک کہ ڈرائنگ روم میں پرانے زمانے کے صوفے پڑے ہیں جن کے نیچے کارپٹ تک نہیں ہے ہمارے بھائی تو ایسی جگہ ایک گھنٹہ بھی نہیں ٹھہر سکتے پتہ نہیں آپ لوگ کیسے جی رہے ہیں۔سچ کہتی ہوں عماداس دن میرے دل پر اتنے گھونسے پڑے ہیں کہ میں گھنٹوں روتی رہی حیرت ہے کہ انسان ایک دوسرے کہ حق میں اس قدر سفاک کیوں ہو گیا ہے۔اور پھر میرے اندر روشنی کی ایک لہر ابھر آئی مجھے اپنے پاؤں پر کھڑا ہوئے بغیر چارہ نہ تھابس میں یہاں چلی آئی آج میں دولت سے اپنی بہنوں کے لئے اچھے تعلیم یافتہ لڑکوں کو خرید سکتی ہوں "صبا کی آواز بھر آ گئی اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا صرف بہنوں کا خیال کرو گی ؟"عماد نے صبا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"یہ نہ بھولنا کہ کوئی بندہ بے دام تمھارے ہاتھ بک چکا ہے سمجھ گئیں نا؟"

"عماد تم جب سے یہاں آئے ہو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرا اپنا کوئی میرے قریب ہے۔"صبا نے آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا "صبا کیا تم میری بنو گی ؟"عماد نے نشہ میں ڈوبی ہوئی آواز میں سرگوشی کی صبا۔اس سوال کی مٹھاس میں کھو گئی دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سحر زدہ سے بیٹھے رہے۔

"عماد۔۔۔کہتے ہیں کہ محبت کسی کو راس نہیں آتی محبت ایک فنا کر دینے والا جذبہ ہے وہ پودا ہے جو صرف آنسوؤں کے پانی سے پروان چڑھتا ہے محبت کے مقدر میں بے سکونی ہوتی ہے تڑ پناسسکنا ہوتا ہے! عماد وقت اور حالات کو بدلتے دیر نہیں لگتی"۔

"ایسانہ کہو صبا!ایسانہ کہو تمھیں ڈر لگتا ہے تواس لفظ محبت کو ہمارے درمیان سے ہٹا دو یوں سمجھو کہ ہم ایک دوسرے کے دوست اور ہمدرد ہیں تم حوصلہ رکھو صبا میرا ساتھ دو گی تو ہمارے درمیان آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹا دوں گا"۔

اس دن آسمان سے آگ برس رہی تھی عماد بے حد اداس اور پریشان تھا ماں نے خط میں لکھا تھا کہ چھ ماہ کی تگ و دو کے بعد انھوں نے اس کیلئے ایک لڑکی پسند کر لی ہے اور بہت جلد بات پکی کر نا چاہتی ہیں عماد بڑی کشمکش میں تھا رات بھر کروٹیں بدلتا رہا آخر اس نے ماں کو جو اب دے دیا کہ وہ شادی کرے گا تو صرف صباسے ہی کرے گا ورنہ کسی سے نہیں کرے گا اس نے اور صبا نے ایک ساتھ جینے اور مرنے کی قسم کھائی ہے اور ایک دوسرے کے بغیر جینے کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ماں نے فورا جو اب میں لکھا کہ محبت ایک جھاگ ہے جو وقت کے ساتھ خود بخود بیٹھ جاتا ہے یہ ایسانشہ ہے جو عقل کو ماؤف کر دیتا ہے اچھا یا برا تمیز کرنے کی صلاحیت چھین لیتا ہے اور یہ کہ وہ کسی بھی ملازمت پیشہ لڑکی سے شادی کرے گا تو وہ اپنا دودھ نہیں بخشے گی۔عماد کے خوب صورت خواب کرچیوں میں تبدیل ہو نے لگے اس کی آنکھوں سے لہورسنے لگا زندگی نے سنگین موڑ پر لا کھڑا کیا تھا اس کا دماغ ماؤف ہو گیا اس نے ماں کا خط صبا کو بتایا جنھیں پڑھنے کے بعد صبا پتھر کی طرح ساکت رہ گئی اس نے صبر و ضبط کا دامن تھام لیا اور سوچنے لگی جانے کیوں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنے سینے پر صبر کی سل رکھنی پڑتی ہے مصلحت کے دھاگوں سے لب سی کر خاموشی کی چادر اوڑھ لینی پڑتی ہے اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ اذیت ناک خاموشی عجیب سی لذت میں زندگی گزار دینے کو جی چاہتا ہے۔اب اسے شیشے کی ڈگر پر چلنا تھا اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور عماد سے گو یا ہوئی۔

عماد تمھاری ماں نہیں چاہتیں کہ مجھ جیسی لڑکی سے شا دی کرو میں بھی نہیں چاہتی کہ ہم ان کی خوشیوں کی لاش پر اپنی محبت کا تاج محل تعمیر کریں۔تمھیں وہیں شادی کرنا چاہئیے جہاں تمھاری ماں چاہتی ہیں۔

"صبا تم ایسے وقت میرا ساتھ چھوڑ رہی ہو جبکہ مجھے تمھاری ضرورت ہے صبا میں تمھیں پا کر کھونا نہیں چاہتا"۔

"عماد اپنے جذبات پر قابو رکھنا ہو گا تمھاری والدہ کتنی مشکلیں اٹھا کر کتنے پیار اور ارمانوں سے تم لوگوں کی پرورش کی ہے!کتنے دنوں کا چین اور کتنی راتوں کی نیندیں حرام کی ہیں! کیا اولاد کا یہی کام ہے کہ ان کی محبت اور شفقت کا یہ صلہ دے ؟والدین بہت عظیم ہو تے ہیں عماد! وہ اپنی نالائق اولاد کو بھی سینے میں چھپا لیتے ہیں اگر واقعی مجھ سے محبت ہے تو تم میرا کہا مان لو گے "صبا کی آواز میں لرزش تھی۔

"ٹھیک ہے صبا اگر تم یہی چاہتی ہو تو ایسا ہی کروں گا لیکن تمھیں مجھ سے ایک وعدہ کر نا ہو گا"۔

"مجھے تمھاری ہر شرط منظور ہے بتاؤ کیا کر نا ہو گا ؟"

"تمھیں شادی کر کے اپنا گھر بسانا ہو گا "عماد کا لہجہ بھیگ رہا تھا صبا کے چہرے پر سایہ سا پھیل گیا بھری دوپہر تاریک ہو گئی عجیب سا درد اس کے رگ و پے میں اتر رہا تھا اور پلکیں نم ہو رہی تھیں وہ اپنے آپ کو سنبھال رہی تھی۔وعدہ بشرطِ وقت آ جانے پر!"۔

"کیا تم دل سے کہہ رہی ہو صبا؟ کیا تم اپنا وعدہ نبھاؤ گی ؟"

"ہاں عماد!وقت بڑے بڑے زخموں کو مندمل کر دیتا ہے وقت اور حالات سے سمجھوتہ کر نا ہی پڑتا ہے تم خوش رہنا عماد میں بھی خوش رہنے کی کوشش کروں گی۔تم میرے لئے دعا کیا کرنا میں تمہارے لئے دعا گو رہوں گی "۔

کل عماد کی روانگی تھی۔دونوں ایک دو سرے کی قربت میں وقت گزار نا چاہتے تھے۔دن رات کی بانہوں میں سمٹ گیا وہ ہزار راتوں کا حسن ایک رات میں سمو دینا چاہتے تھے کہ یہ رات ان کے پیار کی گواہ ہے دونوں کے دل سے ایک ہی دعا نکل رہی تھی کہ "اے خدا تیری قدرت کے صدقے اس رات کی سحر نہ کر نا کہ رات کے گزرتے ہی میرا حبیب مجھ سے جدا ہو جائے گا"۔لیکن سحر تو ہو نا تھی ، ہو گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

موذن کی اذاں نے سحر کی آمد کا احساس دلا یا دونوں نے فجر کی نماز ادا کی اور چند گھنٹوں بعد عماد روانہ ہو گیا اور صبا کے سکون کا سائبان اپنے ساتھ لے گیا۔

قیامت خیز حالات میں بھٹکتی صبا!اپنے یخ بستہ جذبات سے بر سرپیکار تھی۔ تہی دامنی کے غم سے نڈھال تھی۔عماد کے خط اسے مسلسل ملتے رہے جس میں شدت کے ساتھ اصرار ہو تاکہ وہ شادی کر کے اپنا گھر بسا لے۔وہ اپنے وطن واپس آئی اور ایک مقامی دوا خانہ میں نرس کا کام سنبھال لیا اپنے آپ کو بھلا کر خدمت خلق میں لگ گئی سسڑ نسیم جب اپنے وطن اپنے شہر آئی تو اسے معلوم ہوا کہ شہر میں کسی بی بی صبا کا چرچا ہے جس نے بھری جوانی میں جوگ لے لیا ہے۔دن بھر دوا خانہ میں نرس کے فرائض انجام دیتی ہے اور رات عبادت الہی میں گزارتی ہے۔

نسیم نے پہلے عماد سے ملاقات کی پھر وہ بی بی صبا کے دیدار کے لئے گئی اسے دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔سسڑ صبا! بی بی صبا!! صبا نے نسیم کو دیکھا اور بے اختیار اس سے بغل گیر ہو گئی۔دل کا آنگن یادوں کی پھوار سے بھیگنے لگا نسیم نے پوچھا "صبا یہ کیا حالت بنا لی ہے کیوں اپنی جوانی برباد کر رہی ہو ؟"

"تم کیا جانو نسیم ایثار اور قربانی دل کو کتنا سکون دیتے ہیں یہ ایسا نشہ پلاتی ہے کہ روح تک سرشار ہو جاتی ہے "۔

،، کیا تم بھول گئیں کہ تم نے عماد سے کوئی وعدہ کیا تھا اور اسی وعدہ کی بناء پر اس نے اپنی شادی کی تھی ؟ یہ لو عماد نے تمھارے نام یہ خط بھیجا ہے لو پڑھ لو۔۔۔

"صبا نے بعجلت لفافہ چاک کیا، لکھا تھا۔

ڈیر صبا!

آداب و خلوص۔عرصۂ دراز سے تمھارا کوئی خط نہیں ملا۔سسڑ نسیم سے معلوم ہوا کہ تمھیں وطن واپس آئے کئی مہینے ہو گئے ہیں۔میں نے اپنے ہر خط میں لکھا تھا تم جلد شادی کر کے مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دو لیکن تم نے اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دیا۔مجھے تم سے امید نہ تھی کہ تم وعدہ خلافی کرو گی۔تم نے مجھے والدہ کی محبت کا واسطہ دیا تھا مجھے سمجھا منا کر شادی کرنے پر مجبور کیا تھا۔

آج تمھیں اپنے والدین اور بھائی بہنوں کا خیال کیوں نہیں آتا وہ تمھارے لئے پریشان ہوں گے کیا تم ان کی مرضی کا احترام نہیں کرو گی ؟ کیا مجھ سے کئے ہوئے وعدہ کو نہیں نبھاؤ گی ؟ صبا تم ایک سمجھدار اور حوصلہ مند لڑکی ہو راکھ میں چنگاری تلاش نہ کرو تم ہی نے مجھ سے کہا تھا ناکہ آدمی کو حالات سے سمجھوتہ کرنا چاہئے تمھارے دکھ اور تنہائی نے میرا سکھ چین چھین لیا ہے تم حالات سے سمجھو تہ کر کے کیا میرے دل کا بوجھ نہیں ہٹاؤ گی ؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک بات سنو! سسٹر نسیم جو تمھاری اچھی دوست ہیں تمھیں اپنے خالہ زاد کے لئے پسند کر لیا ہے لڑکا فارماسٹ ہے اور بیرون ملک ملازم ہے تمھیں میری خاطر اس رشتے کو قبول کر نا ہو گا۔ تمھیں حالات سے سمجھو تہ کر نا ہو گا مجھے امید ہے کہ تم جلد از جلد میرے دل کو سکون دو گی اور یہ تمھاری محبت کا ثبوت ہو گا۔

خدا حافظ

تمھارا دعا گو

عماد

دو ہفتوں بعد عماد کے ہاتھ میں صبا کی شادی کا رقعہ تھا اور ہو نٹوں پر ایک اداس سی مسکراہٹ۔۔۔اور جلتی ہوئی پیاسی آنکھوں سے پگھلتے آنسو۔۔۔شبنم کی مانند برس رہے تھے۔

*****

فیصلے کی رات

ناخدا بے خود فضا خاموش ساکت موج آب
اور ہم ساحل سے تھوڑی دور پر ڈوبا کئے
مختصر یہ ہے ہماری داستان زندگی
ایک سکون دل کی خاطر عمر بھر تڑپا کئے

کہتے ہیں کہ ہر انسان کی زندگی میں کچھ پر کیف سے لمحات ضرور آتے ہیں جن کے سرور و لذت کو وہ اپنے وجود کے اندر جذب کر لینا چاہتا ہے۔ تم میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے مجھ سے مخاطب تھے یہ سب کچھ مجھے اچھا معلوم ہو رہا تھا دل چاہتا تھا کہ وقت کی رفتار تھم جائے میں تمہیں دیکھتی رہوں تمہیں سنتی رہوں اچانک ہی تمہاری پر سوز نگاہوں کی تپش سے میرے اختیاری جبر کا بت پگھلنے لگا خرد نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کسی کو نے سے آواز دی ہوش میں آ تجھے یہ جنوں زیب نہیں دیتا اسی وقت تم نے۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سفینہ کی نظر جیسے ہی رفیق پر پڑی وہ دروازے کی اوٹ میں ہو گئی پھر جھک کر دیکھا۔ہاں وہی ہیں لیکن کتنے بدل گئے ہیں کنپٹیوں پر سفید بال چمک رہے ہیں آنکھوں میں وہی سوز ہو نٹوں پر وہی اداس سی مسکراہٹ اور چال میں وہی آن بان۔

رفیق کو وہ پچھلے دس برسوں میں کوشش کے باوجود لمحہ بھر کے لئے بھی نہ بھلا سکی تھی آج سفینہ نے اپنی بیٹی اسماء کی سالگرہ اعلی پیمانے پر منانے کا اہتمام کیا تھا کیونکہ اسی سال اس نے میٹرک درجہ اول میں پاس کیا تھا۔سفینہ کے بار بار منع کرنے کے باوجود تقریب کا سارا خرچ اور انتظام اس کے اسکول کے ڈائرکٹر حسن جاوید نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا وہ ان کے اسکول میں پر نسپال تھی۔آج اس تقریب میں رفیق کو دیکھنے کے بعد اس کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔وہی رفیق جسے پہلی بار دیکھتے ہی سفینہ کی خرد کے کو اڑ اپنے آپ بند ہو گئے اور وہ دیوانگی کے ساتھ گیٹ میں داخل ہوئے وہ صدر دروازہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔سفینہ جو مہمانوں کا استقبال کر رہی تھی تیزی کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں چلی آئی اور دروازہ بند کر لیا۔یادوں کے ہجوم نے اسے گھیر لیا۔

اسٹینو ٹا ئپسٹ کے انٹر ویو کے لئے جب میں تمہارے ڈیٹکٹیو آفس میں آئی تو کچھ مرد و خواتین وہاں پہلے سے موجود تھے میرا نمبر آخری تھا نام پکارنے پر جب میں اندر آئی تو دیکھا کہ ایک میز کے دونوں سروں پر دو آفیسرز اور درمیان میں تم بیٹھے ہوئے تھے میں چند لمحوں کے لئے تمہاری پر کشش شخصیت میں کھو گئی۔سحر زدہ سی ہو گئی جیسے صدیوں سے مجھے تمہاری ہی تلاش تھی کتنی معصومیت تھی تمہارے چہرے پر تم مجھے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے کوئی کمسن بچہ اپنے من پسند کھلو نے کو دیکھتا ہو۔تمہاری آنکھوں میں ایک سوز اور ہونٹوں پر سوگوار سی مسکراہٹ تھی۔میں تمہارے سوالوں کے جواب کھوئے کھوئے انداز میں دیتی رہی تم نے پو چھا "آپ نے کہاں تک تعلیم پائی ہے ؟ "جی میں نے بی۔اے کیا ہے ""پہلے بھی کہیں کام کیا ہے ؟ "جی ہاں میں ٹیچر ہوں ""موجو دہ ملازمت کیوں چھوڑ نا چاہتی ہیں ؟"میں خاموش رہی "آپ کیا تنخواہ چاہتی ہیں ؟ ""یہ تو وقت اور کام پر منحصر ہے ؟ ""کیا آپ کو جا سوسی کے کام سے دلچسپی ہے ؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

”جی ہاں بہت ہے “”آپ کے شوہر کیا کرتے ہیں ؟ “”وہ گزر چکے ہیں وہ زمیندار تھے “”کتنے بچے ہیں ؟“”ایک لڑکی ہے “”والدین ہیں ؟“”جی نہیں۔میں اپنے سوتیلے بھائی اور بھابی کے ساتھ رہتی ہوں “”ٹھیک ہے آپ باہر بیٹھیں “ایک گھنٹہ انتظار کے بعد تم نے مجھے اپو ائنٹ منٹ لیٹر دید یا وہ ایک گھنٹہ میری ساری زندگی پر محیط ہو گیا۔رات کے پچھلے پہر ہی سے میں آفس آنے کی تیاری شروع کر دیتی اور سب سے پہلے پہنچ جاتی۔تم وقت کے بڑے پابند تھے صفائی تمہیں بہت پسند تھی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ میں سارے آفس کی صفائی اپنے ہاتھ سے کر دیتی آہستہ آہستہ میں نے آفس کا حلیہ بدل کر رکھ دیا لیکن تم نے یہ سب کچھ پسند کیا تھا یا نہیں اس بات کا مجھے اندازہ نہ ہو سکا کیونکہ کام سے ہٹ کر تم کسی سے کوئی بات نہ کرتے تھے۔کسی نے تمہیں مسکراتے بھی نہیں دیکھا تھا صبح ٹائم پر آفس آ جاتے اور شام ہونے پر ہی اپنے کمرے سے باہر نکلتے تمہاری شخصیت مجھے شرلاک ہو مز کی طرح پر اسرار سی لگتی میں تمہیں دیکھنے کی منتظر رہتی صبح اور شام کا انتظار صرف تمہیں دیکھنے کیلئے کرتی رہتی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مجھے کیا ہو رہا ہے یہ کو نساجذ بہ ہے جس نے مجھے ہر چیز سے بے نیاز کر دیا ہے دید کی طلب کے اس جذبے کا نام کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہے ؟ میری بے تاب نظروں کا راز اگر طشت از بام ہو جائے تو کیا ہو گا میں نے تو اپنے جذبات واحساسات کے خزانے کو ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دیا تھا۔تم ایک افسانوی شہزادے کی مانند میری ویران دنیا میں کہاں سے آ گئے اور اس کال کوٹھڑی پر کیوں دستک دے رہے ہو جسے مقفل کر کے میں نے اس کی کنجی بھی کسی سمندر میں پھینک دی ہے۔میری زندگی کا چاند تو گہنا گیا میں نے اجالوں کی تمنا ہی چھوڑ دی تھی پھر یہ رنگ و نور کی کہکشاں سی میری را ہوں میں کیوں بکھر رہی ہے میں تو ایک خالی سیپ کی مانند ہوں ایک تیس سالہ بیوہ جس کے سامنے اس کی ایک لڑکی کا مستقبل بھی ہے۔ میری ذراسی لغزش بد نامی و رسوائی کے گہری کھائی میں ڈھکیل سکتی ہے۔بار ہا سوچا کہ استعفی دیدوں اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش میں دو دو دن غیر حاضر ہو جاتی لیکن تیسرے دن بے تاب و بے حال دوڑی چلی آتی۔دن گزر رہے تھے چند ماہ بعد تم نے مجھے جاسوسی کے کیس دینا شروع کئے مجھے اپنے کمرے میں بٹھا کر کیس سمجھاتے۔جب تک تمہارے سامنے بیٹھی رہتی کان تمہارے الفاظ پر اور نظر تمہارے چہرے پر مرکوز رہتی میں کیس کو خوش اسلوبی کے ساتھ سلجھاتی رہی اور خود الجھتی چلی گئی تم میرے کام سے مطمئن معلوم ہوتے تھے ایک انجانا سا اطمینان مجھے بھی محسوس ہوتا تھا وہ دن مجھے آج بھی یاد ہے جیسے کل ہی کی بات

ہو آسمان پر گھٹائیں چھا رہی تھیں ماحول پر ایک سکوت ساطاری تھا ایسا سکوت جو کبھی کبھی کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ شام کے چار بج چکے تھے ایک اہم کیس کے سلسلہ میں تم نے مجھے بلایا اور آفس ٹائم کے بعد اپنے ساتھ چلنے کہا۔تمہاری قربت کے خیال ہی سے میرے دل کی دھڑکنیں بے قابوسی ہو رہی تھیں۔میرے اندر سلگتی آگ کی حرارت کو اگر تم نے محسوس کر لیا تو کیا ہو گا۔

اپنے احساسات و خیالات سے میں تمہیں آگاہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔مجھے تم سے محبت تھی بس ، روحانی محبت ، جسے میں ایک طرفہ ہی رکھنا چاہتی تھی۔اکیلی فنا ہو جانا چاہتی تھی کیونکہ اس فنا میں مجھے اپنی بقا نظر آتی تھی۔نہ چاہتے ہوئے بھی میں کانپتی لرزتی تمہاری گاڑی میں بیٹھ گئی راستہ بھر ہم نے کوئی بات نہیں کی۔تم مجھے اپنے اس گھر میں لے گئے جو زیر تعمیر تھا تمہارا چوکیدار حیرانی سے دیکھ رہا تھا تم نے بتایا کہ مزدوروں کی نگرانی کے بہانے وہاں ٹھیر کر سامنے والے گھر کی مالکہ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھوں جو ایک ہیلت کیئر سنٹر چلا رہی تھی جہاں مردو خواتین کا تانتا بندھا رہتا۔اس کا شوہر ملک سے باہر ملازمت کرتا تھا۔تم نے چوکیدار کو ناشتہ اور چائے لانے کہا۔پہلی بار تم نے کام سے ہٹ کر کوئی بات کی تھی۔میرا دل اچھلنے لگا۔

کہتے ہیں کہ ہر انسان کی زندگی میں کچھ پر کیف سے لمحات ضرور آتے ہیں جن کے سرورولذت کو وہ اپنے وجود کے اندر جذب کر لینا چاہتا ہے تم میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے مجھ سے مخاطب تھے یہ سب کچھ مجھے اچھا معلوم ہو رہا تھا۔دل چاہتا تھا کہ وقت کی رفتار تھم جائے میں تمہیں دیکھتی رہوں تمہیں سنتی رہوں۔ اچانک ہی تمہاری پر سوز نگاہوں کی تپش سے میرے اختیاری جبر کا بت پگھلنے لگا خرد نے کسی کونے سے آواز ادی ہوش میں !!! تجھے یہ جنون زیب نہیں دیتا۔اسی وقت تم نے میرے ہاتھ کو اپنے مضبوط اور تپتے ہوئے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا جس کی تپش میرے وجود کے اندر اترنے لگی۔تم نے میری کال کوٹھڑی کے قفل کو کھول دیا۔میں نے تمہیں معصوم شہزادہ سمجھا تھا اپنی سجدہ گاہ میں تمہیں بٹھا لیا تھا میں اپنے جنون کے سہارے مقام آگہی کو پا لینا چاہتی تھی۔تم نے یہ کیا کر دیا ؟ محبت کی موم بتی کو پگھلا کر قطروں میں بہا دیا! تم بھی عام مردوں کی طرح نکلے میرے بھرم کو پا مال کر دیا! اب کیا ہو گا ؟ میں کیا کروں! تم سے لمحہ بھر کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فرقت برداشت نہیں کر سکتی اور تم مجھے عمر بھر کی رفاقت دے نہیں سکتے۔کیونکہ تم ایک شادی شدہ مرد ہو۔ایک کنبہ کے سرپرست ہو۔

تمہارا اپنا ایک سماجی مقام ہے اور میں ایک بیوہ!۔۔۔بیوہ کی شادی کو ہمارے سماج میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔اس کے جذبات واحساسات کو پند و نصیحت کی وزنی سلوں تلے دبا دیا جاتا ہے پھر بھی اس پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ یہ بیوہ یا مطلقہ عورتیں ہمارے معاشرہ کے چہرہ پر ایک بد نما داغ ہیں۔جان بوجھ کر اس بات سے چشم پوشی کی جاتی ہے کہ عمر کے ہر حصہ میں عورت کے لئے ایک مرد کا سہارا ضروری ہوتا ہے۔

کسی گھر کے لئے چھت کا ہونا لازمی ہے۔دوسرے دن میں نے اپنا استعفی بھیج دیا اپنے آپ کو سنبھالنے میں بہت وقت لگا۔۔۔پھر مجھے ایک اسکول میں ملازمت مل گئی۔اسی اسکول کے ڈائرکٹر حسن جاوید مجھے مجبور کرتے رہے ہیں کہ وہ میری بیٹی اسماء کو باپ کا پیار دینا چاہتے ہیں انہوں نے اسماء کی سالگرہ کے دن میرا فیصلہ مانگا ہے آج کی رات فیصلہ کی رات ہے اور آج برسوں بعد تم کہاں سے چلے آئے۔ میرے دماغ میں آندھیاں چل رہی ہیں سینے سے دھواں سا اٹھ رہا ہے آنکھوں کے آگے دھند سی چھا رہی ہے میں کیا کروں دل کی وحشت بڑھتی جا رہی ہے میرے خدا مجھے ہمت دے۔۔۔۔۔۔

کوئی زور زور سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔سفینہ نے لڑکھڑاتے قدموں سے جا کر دروازہ کھولا اس کی بیٹی اسماء اسے تلاش کرتی ہوئی آئی تھی۔"ممی کیا ہوا؟ آپ ٹھیک تو ہیں نا؟ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ مہمان آپ کا انتظار کر رہے ہیں جاوید انکل بار بار پوچھ رہے ہیں اور ہاں رعنا کے ڈیڈی رفیق انکل بھی آپ سے ملنا چاہتے ہیں چلئے ممی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں بیٹا ٹھیک ہوں سر میں درد ہو رہا تھا تم چلو میں ابھی آ رہی ہوں۔"

سفینہ نے منہ دھو کر ہلکا سامیک اپ کیا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔اسی وقت حسن جاوید بھی آ گئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے لے گئے تمام مہمان میز کے اطراف جمع تھے تالیوں کے شور میں اسماء نے کیک کا ٹا مبارک کی صدائیں بلند ہوئیں سفینہ کی نظر رفیق پر پڑی جو والہانہ انداز میں اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔سفینہ کی نظر ان پر جم سی گئی اور چند لمحوں بعد وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔۔رفیق بے ساختہ اس کی طرف بڑھے حسن جاوید بھی قریب آ گئے کچھ دیر بعد ڈاکٹر کمال۔نے بتایا کہ بے ہوشی شدید صدمہ اور سوچ کا نتیجہ ہے جلد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہی ہوش آ جائے گا۔انہوں نے انجکشن لگا دیا تھا۔ آدھ گھنٹہ بعد سفینہ کو ہوش آیا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی سب لوگ خاموش تھے اسماء رو رہی تھی رفیق بھی اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے وہ انہیں دیکھتی رہی پھر پوچھا "کیا بجا ہے ؟ آپ گھر نہیں گئے ؟"رفیق نے بہ آہستگی کہا "سفینہ مجھے خوشی ہے کہ برسوں بعد پھر تم سے ملاقات ہوئی میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں تم براتو نہیں مانو گی سفینہ تم جب پہلی بار میرے آفس آئی تھیں اسی دن تمہیں اپنا نے کی تمنا نے میرے دل میں گھر کر لیا تھا۔ تمہیں اپنی سمجھنے لگا تھا تمہارے استعفی سے ایک دن پہلے میں بہک گیا تھا دوسرے دن تم سے معافی مانگنا اور تمہارا ہاتھ تھام لینا چاہتا تھا اس دن تم نہیں آئیں دوچار دن انتظار کرنے کے بعد تمہارے گھر گیا تو معلوم ہوا تم کہیں اور منتقل ہو چکی ہو اور آج "۔۔۔رفیق خاموش ہو گئے۔ حسن جاوید دودھ کا گلاس لئے آ گئے تھے اور سفینہ کو سہار ادے کر اٹھانے لگے رفیق بھی آگے بڑھے اور اسی وقت سفینہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆☆☆☆☆

مکافات عمل

دل کا وہ حال ہوا ہے غم دوراں کے تلے
جیسے اک لاش چٹانوں میں دبا دی جائے
تم بھی مجرم ہو فقط میں ہی گنہ گار نہیں
میں یہ کہتا ہوں کہ دونوں کو سزادی جائے

کیا عزت دار مرد ایسے ہی ہوتے ہیں جو اپنی نو بیاہتا جوان بیوی کو چھوڑ کر ہزاروں میل دور چلے جاتے ہیں اور برسوں صورت نہیں دکھاتے کیا ایک عزت دار مرد کے دل میں اولاد کی بھی محبت نہیں ہوتی؟کوئی عورت کہاں تک حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر سکتی ہے ؟ ایک افلاس زدہ بیمار ماحول میں کوئی کب تک زندگی گزار سکتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔!

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک دن مجھے نرم گرم گدے پر لیٹنے کا موقع مل گیا دل کی آرزو پوری ہو گئی تھی برسات کی ٹھنڈی ہوائیں اور سردی جانے کہاں چلی گئی تھی بہت مزا آ رہا تھا میں فریدہ بی بی کے ساتھ چمٹ کر لیٹ گئی تھی ان کے صاف ستھرے کپڑوں میں سے بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی ان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے میں کہیں کھو گئی تھی کاش ہمارا بھی ایسا گھر ہوتا ایسا ہی نرم گرم بستر ہوتا جانے کیوں کچھ لوگ بہت پیسے والے ہوتے ہیں اور کچھ ہماری طرح غریب کیوں ہوتے ہیں میرا کچا ذہن ان باتوں کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

میری ماں محلے کے تین چار گھروں میں کام کر کے اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ پال رہی تھی خاندان ہم تین نفوس پر مشتمل تھا ماں مجھے پیار سے نگینہ کہتی تھی اور ایک بڑا بھائی تھا شبیر ، دن بھر کام کرتے کرتے میرے ہاتھ پاؤں درد کرتے تھے ماں بھی بہت محنت کرتی تھی چار گھروں میں جھاڑو برتن پونچھا کرتی اور کپڑے دھوتی تھی اس کے تمام کاموں کو نپٹانے میں ، میں اس کی پوری مدد کرتی تھی ان گھروں سے ہمیں جو کھانا ملتا وہ ہم سب کے دو وقت کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔لیکن ہمارا گھر بس نام کا گھر تھا۔مٹی کی بوسیدہ دیواروں کا ایک کمرہ جس پر ٹوٹے ہوئے اسبسطاس کی چھت تھی بر سات کا پانی کمرے میں بھر جاتا تو میں اور میرا بھائی برتنوں میں پانی بھر بھر کر باہر پھینکتے رہتے اور رات یو نہی گزر جاتی ان دنوں ماں بیمار ہو جاتی تب مجھے اکیلے ہی کام پر جانا پڑتا ورنہ ہمیں بھو کے رہنا پڑتا تنخواہ لگ کٹ جاتی۔مجھے بارش کا موسم بہت اچھا لگتا تھا دن بھر پانی میں اچھلتی کودتی تمام کام کرتی رہتی تھی۔فریدہ بی بی کے لوگ بہت اچھے تھے مجھے بہت پیار کرتے میرے کام کو پسند کرتے تھے میں انھیں کے دیئے ہوئے کپڑے اور سینڈل پہنتی تھی میری بستی کی لڑکیاں ان چیزوں کو دیکھ کر جلتی تھیں دو ایک سہیلیاں مجھے دیکھ خوش ہوتیں اور کہتیں ”نگینہ تو ان کپڑوں میں شہزادی لگتی ہے تو اتنی خوب صورت کیوں ہے ؟ بستی کا ہر لڑکا تجھے اپنی دلہن بنانا چاہتا ہے۔ہم سے تو کوئی بات بھی نہیں کرتا ”چھوٹے بڑوں سے اپنی تعریف سن کر میں پھولی نہ سماتی ماں اور دوسرے لوگ بھی میری تعریف کرتے نہ تھکتے تھے۔اور میں سوچا کرتی کہ میں فریدہ بی بی سے زیادہ خوب صورت ہوں تو میرے پاس زیور، کپڑے اچھا گھر اور کار نہیں ہے نرم گرم گدے والا بستر اور اچھے کھلونے کیوں نہیں ہیں اس دن مجھے نرم گرم گدے والی مسہری پر لیٹنے کا موقع مل گیا میں صرف ایک گھر میں کام کر کے فریدہ بی بی کے گھر آ گئی تھی ان کی امی نہیں تھیں اس لیے ان کے ساتھ ان

کے بستر پر لیٹ گئی تھی تب ہی انھوں نے کہا کہ میرے کپڑوں سے گندی بو آ رہی ہے میں سیدھے ان کے باتھ روم میں گھس گئی خوشبودار صابن مل مل کر خوب نہا یا ان کے کپڑے مانگ کر پہنے پاؤ ڈر اور لپ سٹک لگائی آئینے میں اپنا سراپا دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی بہت دیر تک یوں ہی اپنے آپ کو دیکھتی رہی کچھ دیر بعد اپنے وہی میلے کچیلے کپڑے پہن لئے جلدی جلدی کام پورا کر کے گھر بھاگی ماں اور بھائی میرے انتظار میں بھوکے بیٹھے تھے۔کھانا کھانے کے بعد میں نے ماں سے پوچھا۔"ماں کچھ لوگوں کے پاس ڈھیرساری اچھی اچھی چیزیں ، بنگلہ اور کار کیوں ہوتے ہیں ہمارے پاس نہ گھر ہے نہ گھر کا سامان ہے نہ ہی ہم دو وقت پیٹ بھر کر روٹی کھا سکتے ہیں ایسا کیوں ہے ماں ؟"

"بیٹا سب لوگ بہت بڑی پڑھائی کر کے بہت سارروپیہ کماتے ہیں اور اسی پیسے سے سب کچھ خرید تے ہیں "۔

"میں بھی پڑھوں گی ماں پڑھ لکھ کرپیسہ کماؤں گی مجھے بھی اسکول میں شریک کرا دو نا ماں "۔

"تجھے پڑھانے میں پیسہ کہاں سے لاؤں گی اور تو پڑھنے جائے گی تو کام کیسے ہو گا ؟"

"ماں تم دو گھروں میں کام کر لینا باقی دو گھروں کا میں اسکول سے آ کر کر لوں گی میں ضرور پڑھوں گی ماں!ورنہ کام بھی نہیں کروں گی۔۔ہاں"

دوسرے دن فریدہ بی بی کی امی کے پیروں کو چھو کر، ہم نے انھیں راضی کر لیا مجھے اسکول میں شریک کرا دیا تھا اسکول کی دنیا دیکھ کر میں دنگ رہ گئی ایک ہی جیسے صاف ستھرے کپڑے ساکس اور جوتے پہنی نکھری نکھری سی لڑکیاں مجھے بہت اچھی لگیں میرے پاس تو اچھے کپڑے تھے نہ جوتے لیکن میرے پاس اچھا بیگ اور کتابیں تھیں۔میں نے دل لگا کر پڑھائی شروع کر دی۔ہر سال امتیازی نمبروں سے پاس ہوتی رہی اکثر لڑکیاں مجھ سے جلتی تھیں لیکن میری ٹیچرس میری ماں اور مجھے پڑھانے والے مجھ سے خوش تھے مڈل کلاس میں آتے ہی میرا تعلیمی وظیفہ مقرر ہو گیا تھا۔جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے تک مجھے اپنے حسن و شباب پر غرور پیدا ہو چکا تھا میٹرک پاس کرنے سے پہلے میرے لئے رشتے آنے شروع ہو گئے لیکن میں کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی میں نے ماں سے کہہ دیا کہ "تعلیم مکمل کرنے تک مجھے شادی نہیں کرنی ہے مجھے بہت آگے جانا ہے ایک آسودہ زندگی حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ کرنا ہے ہم کب تک محرومیوں کے ساتھ گزارا کرتے رہیں گے دو وقت کی روٹی کے لئے تم کب تک برتن مانجھتی رہو گی ہم کب تک غربت اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

افلاس کی چکی میں پستے رہیں گے میں جتنی حسین ہوں اتنی ہی حسین اپنی زندگی بنا نا چاہتی ہوں "۔

ماں مجھے حیرانی سے دیکھتی اور چڑ کر کہتی "تو پڑھ لکھ کر بہت باتیں بنانا سیکھ گئی ہے جھونپڑی میں رہ کر محلوں کے خواب دیکھنے لگی ہے تجھے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ہمیں خواب دیکھنے کا کوئی حق نہیں ہے تو اپنی حد سے آگے نکلتی جا رہی ہے۔۔۔ اچھا نہیں ہو گا۔"

"کیوں ماں ایک دن تم ہی نے تو کہا تھا نا کہ لوگ پڑھ لکھ کر پیسہ کماتے اور شاہی زندگی گزارتے ہیں پھر میں پڑھ لکھ کر شاہی زندگی کے خواب کیوں نہیں دیکھ سکتی ؟میں تو خوب صورت بھی ہوں کیا مجھے خوب صورت زندگی نہیں مل سکتی ؟ کیا کوئی دولت مند لڑکا مجھ سے شادی نہیں کر سکتا ؟"

"ہم جھونپڑی میں رہنے والوں کی لڑکی کو محلوں کا شہزادہ کیوں بیاہ کر لے جائے گا ہمیں اپنے برابر والوں میں رشتہ کرنا چاہیئے!دیکھ شرفو آٹو والے کے رشتے کو ٹھکرا کر تو پچھتائے گی اس کا ذاتی آٹو ہے ذاتی مکان ہے پھر وہ تجھے پسند بھی کرتا ہے ہر عید بقر عید پر ہم سب کے لئے اپنی سکت سے زیادہ کپڑے وغیرہ لا کر دیتا ہے اور کیا چاہیے تجھے ؟"

"ماں!تم یہ کیا کہہ رہی ہو ؟ مجھے پڑھا لکھا کر ایک آٹو والے کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دو گی؟ میری تعلیم میرا حسن کیا ایک آٹو والے کیلئے ہے تم دیکھ لینا کوئی بنگلے اور کار والا ہی مجھے بیاہ کر لے جائے گا ابھی مجھے شادی وادی نہیں کرنی ہے بس اب آگے کچھ نہ کہنا ہاں "میں نے اپنا دو ٹوک فیصلہ سنا دیا۔

میٹرک کے امتحان ہو گئے ہمیشہ کی طرح میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی فریدہ بی بی بھی پاس ہو گئیں ان کا رشتہ طئے ہو چکا تھا لڑکے والوں نے امتحان کے فوری بعد رخصتی کرانے کہہ دیا تھا مجھے ان لوگوں نے ایک ہفتہ پہلے سے اپنے گھر میں رکھ لیا قریبی رشتے دار جمع ہو گئے باہر سے بھی کچھ لوگ آ گئے تھے بڑا ہنگامہ تھا۔ تمام عورتیں اور لڑکیاں ایک سے بڑھ کر ایک زیورات ، اعلی قسم کے سوٹ اور ساڑیوں میں ملبوس ہنستی بولتی بہت خوش تھیں ان سب کو میں آنٹی یا آپا کہہ کر پکارتی مجھ سے چھوٹوں کو ان کے نام سے بلاتی تھی صرف فریدہ کو میں فریدہ بی بی کہتی تھی انھوں نے مجھے اپنے چار چھ پرانے سوٹ دے دئے اور دو نئے سوٹ سلوائے تھے جو بہت بھاری ہیں۔کاش ہمارے گھر پر بھی ایسی خوشیاں نچھاور ہوتیں دھوم دھڑ اکا ہوتا میں ان ہی خیالوں میں کام نپٹاتی ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔پان کی کشتی جلدی جلدی لے جاتے ہوئے میں کسی سے ٹکرا گئی نظر اٹھا کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیکھا تو دیکھتی رہ گئی مردانہ وجاہت کا دلکش نمونہ!یہ نظروں کا تصادم تھا یا دلوں کا ٹکراؤ!کون ہے یہ جو مجھے اپنی رگ جاں سے قریب محسوس ہو رہا ہے جیسے میری روح اسے صدیوں سے جانتی پہچانتی ہو!میرے دل کی دھڑکنوں سے صدا آ رہی تھی ہاں تم وہی تو ہو جسے میں اپنے خوابوں میں دیکھتی رہی ہوں ، ہاں تم وہی شہزادہ ہو جو مجھے شاہی زندگی دے سکتا ہے جس کی میں برسوں سے آرزو کرتی رہی ہوں تم وہی ہو وہی تو ہو ان کے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ کھیل رہی تھی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا "آپ کی تعریف ؟ "میری زبان جیسے گنگ ہو گئی تھی میں وہاں سے بھاگی پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ میں پتھر کی نہ بن جاؤں!کچن میں آ کر دم لیا۔فریدہ بی بی نے مجھے کہیں سے دیکھ لیا اور جلدی سے آ کر پوچھا "کیا ہوا نگینہ اتنی گھبرائی ہو کیوں ہو؟"

"جی۔۔۔۔۔جی۔۔۔۔۔وہ گورے لمبے سے۔۔۔۔۔"

"ہاں ہاں وہ خرم بھائی ہیں امریکہ سے آئے ہیں وہاں کے مشہورو مقبول ڈاکٹر ہیں انھوں نے تم سے کیا کہہ دیا ؟"

اب میں کیا بتاتی کہ کچھ بھی نہ کہتے ہوئے انھوں نے کیا کچھ کہہ دیا تھا ایک نشہ سا میری رگ رگ میں اتر رہا تھا میں نے سنبھل کر کہا۔

"جی کچھ نہیں۔کچھ بھی تو نہیں کہا" جانے وہ کیوں مسکرائیں اور چلی گئیں "۔

فریدہ بی بی کی شادی کے بعد ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا شادی کے کام سے تھک کر ماں گھر ہی پر تھی میں اکیلی کام پر آ رہی تھی اکثر گھر دیر سے پہنچتی ماں یہی سمجھے ہوئی تھی کہ شادی کا گھر ہے کام بہت ہو گا اس لئے دیر ہو جاتی ہے ہماری ہر شام باہر گزرنے لگی تھی نرم گدوں والی خوشبو میں نہائی ہوئی لمبی سی کار میں بیٹھنے کے بعد میرا رواں رواں جھوم اٹھتا کبھی پکچر کبھی پارک کبھی کسی بڑے سے ہوٹل میں بیٹھے رہتے۔امریکہ واپس جانے سے پہلے وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے انھوں نے میری ماں کو راضی کر لیا پھر بھی ماں مجھے سمجھاتی رہی لیکن خرم کا جادو میرے سر چڑھ کر بول رہا تھا ماں کی کسی بات پر میں نے دھیان نہیں دیا۔ خرم نے پہلے ایک مکان کرائے پر لے لیا۔اور ضرورت کا سامان بھی لے آئے میرے لئے زیور کپڑے اور نرم گدوں والی مسہری بھی لائی گئی انھوں نے اپنی ماں کو کیوں کر راضی کیا میں نہیں جانتی بس ہمارے گھر میں خاموشی کے ساتھ نکاح ہو گیا اور میں ان کے محل نما مکان میں پہنچا دی گئی۔اس رات انہوں نے مجھے کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی کڑوی سی چیز پلا دی مجھے ابکائی سی آئی لیکن انھوں نے اپنی محبت کا واسطہ دیا اور بتایا کہ شادی کی رات سب دولہا دلہن یہی چیز پی کر مست و بے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خود ہو جاتے ہیں۔میں نے زبردستی پیلی اور کچھ دیر بعد خوابوں کے ہنڈولے پر بیٹھی اور ہی دنیا کی سیر کر رہی تھی پلک جھپکتے ایک مہینہ گزر گیا خرم چلے گئے وعدہ کر گئے کہ مجھے بہت جلد امریکہ بلوا لیں گے۔

دن مہینوں میں اور مہینے برسوں میں ڈھل گئے خرم نے مجھے امریکہ نہیں بلوایا۔ میری بیٹی تین سال کی ہو گئی اس کے بارے میں کبھی کبھی خط لکھ دیا کرتے تھے امریکہ بلوانے کے بارے میں کبھی میں نے خط لکھا تو اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ میں زندگی کی یکسانیت سے اکتا گئی تھی ماں مر چکی تھی اور بھائی جانے کہاں چلا گیا تھا۔بیمار ساس کی خدمت کرنا اور ان کی جلی کٹی سُننا میرے لئے دو ہی کام تھے۔ بچی کو اسکول لے جانے اور لانے کے لئے باہر نکلا کرتی تھی۔گھر سے قریب ہی ایک خاتون کا بیوٹی پارلر تھا اکثر آتے جاتے وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا کرتی تھیں۔ ایک دن بچی کے بال بنوانے کے لئے میں وہاں گئی تو پارلر کی مالکہ نشاط نے پوچھا۔

"کیا تم وہی ہو جسے تین چار سال پہلے ایک صاحب نے یہاں لایا تھا اس دن تمہاری شادی تھی اور میں نے سنگھار کیا تھا وہ صاحب امریکہ سے آئے ہوئے تھے ؟"

"جی ہاں تین چار سال پہلے میری شادی ہوئی تھی اور امریکہ سے آئے ہوئے ڈاکٹر خرم میرے شوہر ہیں آپ نے خوب پہچانا"۔

"بھئی تم بہت بدل گئی ہو تمہارے گالوں کی سرخیاں اور آنکھوں کی شوخیاں سب ماند پڑ چکی ہیں کیا بات ہے ؟"

"جی وہ شادی کے ایک ماہ بعد امریکہ چلے گئے اور آج تک نہیں لوٹے شوہر جو دل کے قریب ہوتا روح میں سمایا ہوتا، نئے نویلے جذبوں کا پاسبان ہوتا ہے وہ اچانک ہزاروں میل دور چلا جائے تو آپ اندازہ کر سکتی ہیں کہ۔۔۔۔۔۔"۔

"یہ تو بہت برا ہوا شاید اسی سوچ اور فکر نے تمہاری یہ حالت بنا دی ہے بھئی انسان کو زندگی ایک بار ملتی ہے اور زندگی میں جوانی کا موسم ایک ہی بار آتا ہے اسے یوں ضائع کر دیا جائے تو پھر جینے کا مقصد کیا رہا ؟"۔

"آپ ہی بتائیں میں کیا کر سکتی ہوں اس دنیا میں سوائے ساس کے اور کوئی نہیں ہے کسے اپنا دکھ بتاؤں ؟"۔

"تم مجھے اپنی بہن سمجھو اپنے دکھ اور کوئی بھی تکلیف ہو مجھے بتا دیا کرو بہتر ہو گا کہ تم ہر روز یہاں آیا کرو میرا اور تمہارا وقت اچھا گزرے گا "نشاط کی محبت آمیز تسلی کی باتیں سن کر میری پلکیں بھیگ گئیں "لیکن نشاط باجی میں ساس صاحبہ کو کیا بتاؤں گی وہ تو مجھ پر کڑی نظر رکھتی ہیں ؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"دیکھو نگینہ میں تمہاری ساس سے مل سکتی ہوں تم بتا دینا کہ میں تمہاری ٹیچر تھی اور اب تم مجھ سے انگلش وغیرہ پڑھنے کے لئے میرے گھر یا پارلر جایا کرو گی"۔

"ہاں یہ بات تو میری سمجھ میں آ گئی کب چلیں گی آپ ؟"،"ابھی چلتے ہیں چلو"

نشاط باجی کو امی جان نے بڑے غور سے دیکھا اور میں نے ان کے چہرے پر ناگواری کے سائے لہراتے دیکھے پتہ نہیں وہ کیا سوچ رہی تھیں بہر حال ہفتے میں دو تین بار مجھے نشاط باجی کے پاس جانے کی اجازت مل گئی۔اس دن سے میں اپنا زیادہ وقت نشاط کے ہاں گزارنے لگی نشاط کی صحبت نے میری دنیا بدل کر رکھ دی ایک دن اس نے مجھ سے کہا "نگینہ!شوہر تو عورت کی ذات کا ایک حصہ ہوتا ہے اس حصہ کو الگ کر دیا جائے تو عورت مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے اس کی زندگی میں ایک خلا ء ساپیدا ہو جاتا ہے تم نے شوہر سے دور اتنے سال کیسے گزار لیے ؟ بھئی زندگی میں حرارت اور تپش نہ ہو تو جینے سے دل اکتا جاتا ہے کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تمھیں چاہا جائے سراہا جائے تم ایسی محفلوں میں جاؤ جہاں تمہاری پذیرائی ہو۔تمہاری سیج کو سونی کر جانے والے کی یاد کو سینے سے لگائے جوانی کے دن کیوں ضائع کر رہی ہو ؟ آنکھیں کھول کر دیکھو دنیا میں کیا نہیں ہے۔اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایسے مقام پر لے جا سکتی ہوں جہاں صرف خوشیاں ہیں قہقہے ہیں رنگ و نور کی بارشیں ہیں "میں ان کی صورت دیکھتی رہ گئی۔اور ایک دن انھوں نے مجھے بڑی محنت اور پیار سے تیار کیا ایک بیش قیمت خوب صورت لباس مجھے پہنا یا جب آئینے میں اپنا سراپا دیکھا تو میں خود کو نہ پہچان پائی آج پھر غرور حسن سے میری گردن اکڑ گئی نشاط نے مجھے ہر زاویہ سے دیکھا اور میرا ماتھا چوم لیا پھر مجھ پر خوشبو کی بارش کر دی ایک ہاتھ پھیلائے قدرے جھک کر مجھے چلنے کا اشارہ کیا جیسے میں کوئی شہزادی ہوں۔میں مسکرا کر اٹھلاتی ہوئی ان کے ساتھ چل پڑی۔ میں پہلی بار کلب گئی تھی رنگ و نور اور خوشبوؤں کی محفل میں ہنستے مسکراتے مرد و خواتین سلیقے کے میک اپ قیمتی زیورات اور دیدہ زیب کپڑوں میں ملبوس بڑے سے ہال میں پھیلے ہوئے تھے سگریٹ اور مختلف مشروبات کی ملی جلی خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی موسیقی کی مدھم آواز فضاء میں نشہ گھول رہی تھی مجھے نشاط کے ساتھ آتا ہوا دیکھ کر بے شمار نظریں ہماری طرف اٹھ گئیں مرد مجھے للچائی ہوئی تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے عورتوں کی آنکھوں میں حسد اور جلن کی چنگاریاں ناچ رہی تھیں۔ایک طرف سے ایک وجیہ و شکیل خوبرو سا نوجوان ہماری طرف تیزی کے ساتھ آتا ہوا نظر آیا قریب آنے پر قدرے جھک کر سلام کیا اور گویا ہوا "آہا ہا!آپ ہی ہیں وہ چہرہ چمن میخانہ بدن واقعی نشاط نے آپ کی تعریف غلط نہیں کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی مجھے دلاور کہتے ہیں "جی ہاں نشاط باجی نے آپ کے بارے میں بتا یا تھا""آیئے ہم اس طرف چل کر بیٹھتے ہیں "دلاور نے کہا "وہ ہمیں ہال کے اس حصے میں لے گیا جہاں لوگ کچھ کم تھے۔ سنیکس اور آئسکریم منگوائی گئی ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں دلا ور نے کہا "زندگی کا یہ روپ آپ کوکیسا لگا ؟ "دلا ور صاحب! میں زندگی کی یکسا نیت سے اکتا گئی تھی اس محفل میں آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے آپ ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں مہکتی فضاؤں میں اڑ نے لگی ہوں"

"آپ نے کتنے ماہ سال برباد کئے ہیں کچھ اندازہ ہے آپ کو؟"

"یوں سمجھئے میں اپنے آپ سے انتقام لیتی رہی ماں نے بہت سمجھا یا تھا کہ میں خرم سے شادی نہ کروں لیکن آج میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ انھوں نے کیوں سختی کے ساتھ منع کیا تھا ، دراصل مرد ہی عورت کی سب سے بڑی طاقت ہے اگر مرد کا ساتھ نہ ہو تو عورت اپنے آپ کو بے حد کمزور سمجھنے لگتی ہے اور میں اپنے بکھرے بکھرے کمزورو جود کو سنبھا لے تنہائی کا زہر پیتی رہی ہوں"

"یہ جینا بھی کوئی جینا ہے انسانوں کی اس بستی میں آپ فرشتوں جیسی زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں نا ممکن!!بالکل نا ممکن بات ہے۔ آج سے آپ ہر روز کلب آئیں گی اور آج سے اپنے آپ کو تنہا یا کمزور نہیں سمجھیں گی ہم جو آپ کے ساتھ ہیں ،

کہئے منظور ؟ "دلا ور کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی میں نے مسکرا کر سر جھکا لیا گھڑی پر نظر ڈالی اور نشاط سے چلنے کے لئے کہا رات بھر جانے کیوں میں دلاور کے بارے میں سوچتی رہی اور فیصلہ کر لیا کہ اب اپنی زندگی کا ڈھنگ بدل کر جیؤں گی اپنے آپ کو خوش رکھوں گی اور کسی کی پرواہ نہیں کروں گی۔ چند دن تک تو میں اور نشاط ساتھ ہی جایا کرتے تھے اور واپسی میں دلا ور ہمیں چمچماتی کار میں اپنے اپنے گھر چھوڑ دیا کرتا تھا پھر یوں ہونے لگا کہ ہم اکیلے ملنے لگے اور یہ ملاقاتیں اتنی بڑھیں کہ ہم ایک دن بھی ایک دوسرے سے ملے بغیر نہ رہتے میں اکثر گھر دیر سے آنے لگی ساس صاحبہ کا رویہ بدل گیا تھا انھوں نے مجھے وارننگ دی "تم ایک عزت دار اور مشہور ڈاکٹر کی بیوی اور اس گھر کی بہو ہو یہاں رہنا ہو تو شریف عورتوں کی طرح سے رہو ورنہ جہاں سے آئی ہو وہیں چلی جاؤ "۔

"آج میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ عزت دار مرد کیا ایسے ہی ہوتے ہیں جو اپنی نو بیاہتا جوان بیوی کو چھوڑ کر ہزاروں میل دور چلے جاتے ہیں اور برسوں صورت نہیں دکھاتے ؟ کیا ایک عزت دار مرد کے دل میں ادلا دکی بھی محبت نہیں ہوتی ؟ کوئی عورت کہاں تک حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر سکتی ہے ؟ ایک افلاس زدہ بیمار ماحول میں کوئی کب تک زندگی گزار سکتا ہے ؟ میں اس جہنم میں کب تک در

www.iqbalkalmati.blogspot.com

و دیوار کو تکتی بیٹھی رہوں کب تک تنہائی کا بوجھ ڈھوتی رہوں کچھ وقت گھر سے باہر گزار لیا تو کسی کا کیا بگڑتا ہے؟"

"آخر آ گئی نا اپنی اصلیت پر کتے کو کھیر نہیں پچتی! اسی لئے اس نا مراد سے کہا تھا کہ رشتہ برابر والوں میں ہو نا چاہئے لیکن دو کوڑی کی جادو گرنی کا جادو سر پر سوار تھا۔تم جیسی آفت کی پر کالا بھولے بھالے مردوں کو گھیرنے میں ماہر ہوتی ہیں میں آخری بار کہے دیتی ہوں تم نے آوارہ گر دی نہیں چھوڑی تو انجام اچھا نہیں ہو گا "۔

اس وقت میں نے خاموش ہی رہنا منا سب سمجھا دوسرے دن دلا ور اور نشاط کو اپنی الجھن بتا دی دلاور نے کہا کہ وہ مجھے اپنے ذاتی فلیٹ میں رکھے گا جسے کرائے داروں نے حال ہی میں خالی کیا ہے میرے دل کو سکون سا مل گیا اس رات کا فی دیر ہو گئی تھی دلاور مجھے گھر پر چھوڑ کر چلا گیا بارہا بیل بجانے پر بھی دروازہ نہیں کھولا گیا پھر میں نے بیل پر ہاتھ رکھا تو اس وقت تک نہیں ہٹا یا جب تک کہ دروازہ نہیں کھلا جیسے ہی دروازہ کھلا میں لڑکھڑاتے قدموں سے اندر داخل ہوئی میرے ہاتھ میں شراب کی بو تل تھی اور میں آج کچھ زیادہ ہی سرور میں تھی میں نے کہا "آپ کو خیال نہیں آتا کہ ایک عورت باہر کھڑی بیل بجا رہی ہے اور آپ دروازہ کھولنے تیار نہیں ؟ ""تم اس وقت یہاں کیوں آئی ہو جہاں سے آئی ہو وہیں پر رات گزار لیتیں"

"آپ میرے ساتھ زیادہ بک بک نہ کریں ورنہ اچھا نہ ہو گا"

"میرے ساتھ زبان لڑاتی ہے ؟ مجھے دھمکی دیتی ہے تیری یہ مجال ؟ ابھی نکل جا یہاں سے دفع ہو جا"

ان آوازوں سے میری بچی بھی جاگ گئی تھی وہ چلا چلا کر رو رہی تھی میں نے آؤ دیکھا نہتا وَ شراب کا شیشہ ساس کے سر پر دے مارا انھوں نے ایک چیخ ماری اور لڑکھڑا کر گریں اور ساکت ہو گئیں محلے والے جمع ہو گئے تھے ساس کے سر سے خون بہہ رہا تھا میرا نشہ ہرن ہو چکا تھا اسی وقت سب نے مل کر مجھے تھا نے پہنچا دیا صبح ڈیوٹی پر متعین انسپکٹر کی منت سماجت کر کے میں نے کسیطرح دلا ور سے فون پر بات کی تمام واقعہ سنا یا اور میری طرف سے وکیل کھڑا کرنے کہا دلا ور نے جواب دیا

"میں ایک عزت دار شہری ہوں اور شریف لوگ تم جیسی بازاری عورتوں کے لئے تھانے اور عدالت کے چکر نہیں لگاتے شوہر والی اور ایک بچی کی ماں ہوتے ہوئے تم نے غیروں کے ساتھ گل چھرے اڑ ائے ہیں۔اولا دکی محبت ہے نہ شوہر کی

عزت و ناموس کا لحاظ تم کسی کی وفادار نہیں ہو تم رحم کے قابل نہیں ہو تمھیں جتنی بھی کڑی سزادی جائے کم ہے آئندہ مجھے فون کرنے کی کوشش نہ کرنا "دلا ور نے فون پٹخ دیا میری آنکھوں کے آگے اندھیر اچھا گیا زبان گنگ ہو گئی۔خرم باہر سے آ گئے تھے مجھ پر مقدمہ چلا یا گیا۔میرا کوئی وکیل نہیں تھا۔میری بیٹی خود چشم دید گواہ تھی اسی کی گواہی اور بیان پر مجھے چودہ سال کی قید با مشقت ہو گئی۔ آج میں جیل کی سلا خوں کے پیچھے بیٹھی اپنی زندگی کے دن گن رہی ہوں۔

دل کا وہ حال ہوا ہے غم دوراں کے تلے
جیسے اک لاش چٹانوں میں دبا دی جائے
تم بھی مجرم ہو فقط میں ہی گنہ گار نہیں
میں یہ کہتا ہوں کہ دونوں کو سزادی جائے

☆☆☆☆

خموش ہو کے جو گویا ہو وہ تکلم ہوں
سکوں کے بھیس میں اک اضطراب ہوں
اداس نغمہ ہوں روٹھا ہوا ترنم ہوں
شکستہ ساز ہوں ٹوٹا ہوا رباب ہوں

نوید کو جاوید پر غصہ آتا تھا کہ وہ ماں کو سمجھاتا کیوں نہیں اس سے تو سوتیلا باپ اچھا تھا ماں کی قربت تھی نئے باپ کے بچوں سے بچی کھچی محبت بھی مل جاتی تھی

اگر میرا ہی باپ سیدھا ہوتا تو میری زندگی کا یہ حشر نہ ہوتا نوید کے اندر کا آتش فشاں پھٹ پڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسپتال کے زچگی وارڈ میں ایک حسینو جمیل کمسن دوشیزہ ایک خوبصورت و صحت مند بچے کو پہلو میں لئے یوں بے سدھ لیٹی ہوئی تھی جیسے طویل و بے معنی سفر سے تھک کر آئی ہو۔اس کے چہرے پر کسی خوشی و امید کا سایہ تک نہیں تھا۔کچھ دیر پہلے وہ درد زہ کی کربناک منزل سے گزری تھی اس راستے پر کوئی اس کے ٹھنڈے ہاتھوں کو تھام کر تسلی دینے والا نہیں تھا درد نے اسے ایسے گھیر لیا تھا کہ حواس ساتھ چھوڑ نے لگے تھے۔بچے کے مسلسل رونے پر نرس جلدی سے آئی اور اسے تھپتھپا کر پوچھا کہ وہ بچے کو دودھ کیوں نہیں پلا رہی ہے لڑکی نے دوسری طرف کروٹ لے لی جیسے بچے سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔نرس نے اسے پھر مخاطب کیا "اے تمہیں کیا تکلیف ہے بابا کو کیوں رلا رہی ہو ؟کیا تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے اس کا پپا کدھر ہے "نرس نے بچے کو ہاتھوں پر جھلاتے ہوئے پوچھا "انوشہ "اُسے کیا جواب دیتی کہ اس کا پپا کون ہے اور کوئی بھی اس کے ساتھ کیوں نہیں ہے ؟انوشہ اپنے بچے کے رونے پر تڑپ اٹھی تھی۔وہ یہی سوچ کر رو رہی تھی کہ جس طرح بچے کی محبت میں وہ تڑپ رہی ہے ایسی تڑپ اس کی ماں کے دل میں اس کے لئے کیوں نہیں تھی ماں کو اس کی ذرا بھی پروا نہیں تھی وہ تو اس سے جلتی تھی "ماں جو اس کائنات کی بنیاد ہے مقدس ہستی ہے دنیا کی ہر چیز سے بلند ترین ہے۔اور اس کا دل موم کا ایک ٹکڑا ہے جو مامتا کی آنچ پر پگھلتا رہتا ہے پھر اس کی ماں ایسی کیوں ہے جس نے اس کے باپ سے علیحدگی اختیار کر لی اور سوتیلے باپ کو اس کے سر پر مسلط کر دیا۔ویسے ماں ہے تو ایک حسین ترین عورت لیکن اس کا دل حسین نہیں ہے شاید حسین عورتیں اپنی ناز برداری کروانا چاہتی ہیں اس کا باپ سرکاری ملازم اس کے بس میں نہیں تھا۔سوتیلا باپ تو بے حد امیر آدمی تھا گھر پر دو تین کاریں اور نوکر چاکر سبھی کچھ تھا وہ انوشہ کو اچھے اسکول میں پڑھا رہا تھا۔اس کی ہر ضرورت پوری کرتا تھا۔لیکن ماں کو یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا۔اور جس دن انٹر کا نتیجہ نکلا اس دن تو اس نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔انوشہ نے فرسٹ ڈیویژن میں انٹر پاس کیا تھا سوتیلے باپ نے ایک خوبصورت لاکٹ تحفہ دیا ماں سے دیکھا نہ گیا اس نے وہ چین انوشہ کے ہاتھ سے چھین لی اور اسے اپنے کمرے میں چلے جانے کہا۔جب باپ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ اس پر برس پڑی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں دیکھ رہی ہوں دن بہ دن تمہاری مہربانیاں اس لڑکی پر بڑھتی جا رہی ہیں آخر بات کیا ہے ؟"

"کیا تم باپ بیٹی کے رشتہ پر شک کر ہی ہو کیا یہ میری بیٹی نہیں ہے ؟""ہاں رہنے دو میں خوب سمجھتی ہوں سگے باپ نے پلٹ کر نہیں پوچھا اور تمہارے دل سے اس کے لئے محبت کے سوتے پھوٹ رہے ہیں۔۔۔۔۔"انوشہ حیرت زدہ سی کھڑی سب کچھ سنتی رہی پھر اپنے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔پوری رات اس نے آنکھوں میں کا ٹ دی اور ایک فیصلے کے تحت کچھ کپڑے ،کتابیں اور اپنا جیب خرچ بچا کر جمع کی ہوئی رقم سوٹ کیس میں رکھ لی سورج کی پہلی کرن نمودار ہو نے سے پہلے گھر سے نکل گئی۔سیدھے ریلوے اسٹیشن گئی ٹکٹ لیا اور ٹرین میں سوار ہو گئی دوپہر ڈھل رہی تھی اس نے ٹرین سے اتر کر آٹو لیا اور اپنی دوست کے گھر کا پتہ بتا یا کچھ ہی دور گئی تھی کہ اسے ایک درگاہ نظر آئی جانے کس خیال کے تحت اس نے آٹو کو وہیں پر رکوایا اور اتر پڑی درگاہ میں کچھ لوگ سو رہے تھے کچھ عبادت میں مصروف تھے وہ بھی ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ اس کا ذہن عجیب و غریب خیالات میں الجھا ہوا تھا انجانا خوف دل پر چھا رہا تھا وہ کہاں جائے کیا کرے اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا زندگی کے ان معصوم سترہ سالوں میں اس نے کبھی سکھ کا سانس نہیں لیا تھا جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنی ماں کو باپ کے ساتھ جھگڑ تے دیکھا تھا اور اب وہ سوتیلے باپ کے دل پر حکومت اور اپنی بیٹی سے نفرت کر رہی تھی انہی سوچوں میں دن گزر گیا رات نے اپنے سیاہ پر پھیلانے شروع کر دئے غصہ میں اس نے گھر تو چھوڑ دیا اب دل کو ایک نہ معلوم سا دھڑ کا لگا ہوا تھا وہ ماں کے ہوتے ہوئے اس کی شفقت سے محروم تھی اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہی تھی وہ گھٹنوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔اس کے بازو بیٹھی ہوئی ایک ادھیڑ عمر عورت اسے بہت دیر سے دیکھ رہی تھی جیسے اس کی نگرانی کر رہی ہو اس نے انوشہ کو روتے دیکھا تو قریب کھسک آئی اور بڑی ملائمت سے محبت بھرے لہجہ میں پوچھا "کیا بات ہے بیٹی بہت پریشان معلوم ہو رہی ہو کیا اکیلی آئی ہو ؟""ہاں میں گھر چھوڑ کر اکیلی آئی ہوں ماں نے بہت غصہ کیا تھا" "ارے!غصہ کیا تو کیا ہوا چھوٹوں کی غلطی پر بڑے تو غصہ کرتے ہی ہیں ماں ہے کوئی دشمن تو نہیں نا چلو میں تمہیں گھر پہونچا دوں ""نہیں میں گھر نہیں جاؤں گی ماں دشمن ہے میں صبح سویرے نکل گئی تھی اب گھر جاؤں گی تو ماں جان کو لے لے گی میں نہیں جاؤں گی ""صبح کی نکلی ہوئی ہو تو کچھ کھایا پیا بھی ہے یا نہیں ؟""نہیں میں یہیں پر سو جاؤں گی" "یہاں سونا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے میرا گھر قریب ہی ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میرے ساتھ چلو وہیں کچھ کھا پی کر سو جانا صبح گھر جانے کے بارے میں سوچنا چلو رات ہو گئی ہے " اس عورت کی ہمدردی نے انوشہ کی ہمت بندھائی اور وہ اس کے ساتھ چلی گئی ابھی رات کے آٹھ ہی بجے تھے وہ بھوک اور نیند سے بے حال تھی اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور لیٹتے ہی سو گئی دوسرے دن اس نے دیکھا کہ گھر میں اس عورت کا جوان بیٹا بھی ہے جو اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا، جیسے بن مانگے کوئی لذیذ پھل اس کے دامن میں آ گرا ہو۔ماں نے بتایا کہ وہ مقامی کالج میں بی کام کر رہا تھا۔انوشہ نے بھی آگے تعلیم جاری رکھنے کا ارادہ کیا اس عورت نے جب اسے گھر واپس جانے کہا تو اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ یہیں رہ کر اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتی ہے۔وہ یہاں رہتے ہوئے ان دونوں سے مانوس و مطمئن سی ہو گئی تھی لیکن ماحول کی یکسانیت سے وہ اکتا گئی تھی ماں کے کہنے پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی جاوید کے ساتھ شہر گھومنے چلی گئی شام تک وہ مختلف مقامات کی سیر کرتے رہے ایک اچھے ہوٹل میں ڈنر لیا اسی دوران جاوید نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر کہا کہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہے اور اب اس کا جو بھی قدم اٹھے گا اس کی خوشی اور بھلائی کے لئے اٹھے گا۔انوشہ کو یہ سب کچھ عجیب لگ رہا تھا لیکن ایک انجانی خوشی کے احساس سے مسرور تھی۔

دونوں نے ایک اسٹوڈیو میں فوٹو لی اور واپس آئے۔وہ تھک گئی تھی جلد ہی سو گئی۔ رات کے پچھلے پہر اس کی آنکھ کھل گئی اس نے محسوس کیا کہ کوئی اس سے چمٹا ہوا ہے وہ آنکھیں پھاڑے ادھر دیکھنے کی کوشش کر رہی ہاتھ نے اس کا منہ دبا دیا۔۔۔آج اس نے اپنا گوہر آبدار جاوید کے ہاتھوں لُٹا دیا وہ اسے تسلیاں دیتا رہا ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھاتا رہا صبح وہ لٹی لٹی بکھری ہوئی نڈھال بیٹھی ہوئی تھی جاوید کی ماں کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ تھک گئی تھی نیند برابر نہیں آئی جاوید کے جانے کی بعد وہ اپنی دوست کے گھر جانے نکل گئی راستہ بھر وہ روتی اور سوچتی رہی کہ پہلے ہی ممتاز کے گھر چلی جاتی تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا وہ اس سے لپٹ کر زار و قطار روتی رہی پھر اپنے لٹنے کی داستان سنائی۔ممتاز نے انوشہ کو تسلی دی۔"انو جو ہو گیا سو ہو گیا تمہیں اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہئے تھا ماں آخر ماں ہوتی ہے تم حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتیں تو بہتر تھا" "حالات سے سمجھوتہ کرنا ممکن نہیں تھا ماں مجھے ایک منٹ کے لئے بھی اپنی نظروں کے سامنے نہیں دیکھ سکتی تھی اگر والد کا پتہ معلوم ہوتا تو انکے ہاں چلی جاتی پتہ نہیں وہ کہاں ہیں تم فی الحال آرام کرو پھر کہیں ملازمت کے لئے کوشش کریں گے تم بے حد حسین ہو کمپیوٹر میں ماہر ہو ملازمت ملنے میں دیر نہیں لگے گی میں اپنی امی سے بات کروں

گی تمہیں اپنے ساتھ رکھنے راضی کروں گی" انوشہ کو ایک کمپیوٹر انسٹیوٹ میں لڑکیوں کو سکھانے کے لئے ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پر رکھ لیا گیا لیکن اس کی قسمت کی گردش ختم ہونے کی بجائے یہاں سے شروع ہوئی اسے پتہ چلا کہ اس کا پیٹ پھولتا جا رہا ہے ہر وقت متلی اور چکر سی رہتی ہے۔ ممتاز نے اپنی ماں کو بتا یا تو انھوں نے انو کو فوراً چلتا کرنے کہا لیکن ممتاز نے منت سماجت کی کہ وہ اس حالت میں کہاں جائے گی اور کیا کرے گی وہ اس وقت قابل رحم ہے اس نے ماں کو درگاہ میں ملنے والی عورت اور اس رات کا واقعہ بتا دیا تو ماں کچھ سوچتی ہوئی خاموش ہو گئی وقت جیسے تیسے گزر گیا آج وہ اسپتال میں اکیلی پڑی ہوئی بیٹے دنوں کو یاد کر رہی تھی نرس بچے کو اس کے پہلو میں کب سلا کر چلی گئی اسے پتہ نہ چلا۔ ممتاز کے گھر میں باہر کا کمرہ اسے کرائے پر دیدیا گیا تھا وہ وہیں رہنے لگی تین ماہ کی رخصت کے دن پورے ہو چکے تھے اس نے پھر سے کمپیوٹر سنٹر جانا شروع کر دیا اس کی غیر حاضری میں دوچار نئے اڈمیشن ہوئے تھے جن میں ایک مسز داور تھی وہ انوشہ کی شخصیت اور حسن بے مثال سے اتنی متاثر ہوئی کہ اس سے دوستی کر لی اور اُسے بتا یا کہ اس کے چاچا کی گفٹ انیڈ ناولٹیز کی بڑی دوکان ہے وہاں اُسے معقول تنخواہ پر سیلزگرل کا کام مل سکتا ہے دوسرے دن وہ مسز داور کے ساتھ اس کے چاچا کی دوکان پر گئی انھوں نے انوشہ کے حسن بلا خیز کو دیکھا تو دیکھتے رہ گئے انھیں ایسی ہی کسی سیلزگرل کی تلاش تھی اسے تین ہزار مشاہرہ پر رکھ لیا گیا انوشہ تین گنا تنخواہ کی بات سن کر پھولے نہیں سما رہی تھی پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس دوکان پر گاہکوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ دوسرے ہی مہینے انوشہ کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا گیا وہ خوش تھی اس نے بچے کی دیکھ بھال کے لئے آیا کا بھی انتظام کر لیا وہ بڑی حد تک مطمئن تھی لیکن ایک جوان عورت کو جینے کے لئے اور بھی کچھ چاہئے روٹی، کپڑا اور مکان کے علاوہ محبت کرنے والا کوئی اپنا!! جس کی رفاقت میں ذہنی وجسمانی آسودگی مل سکے۔ اس کی پرسوزاداس آنکھیں ہمیشہ دور خلاؤں میں گھورتی رہتیں امید کی کرن نظر نہیں آتی ہزاروں کے ہجوم میں اپنے آپ کو تنہا پا کر دل پر ایک انجانا خوف چھایا رہتا راستہ خاردار اور منزل دور زندگی کا سفر کیسے طئے ہو ؟!۔

نئے گاہکوں میں ایک فوجی کیپٹن بھی تھا جو کچھ نہ کچھ خریدنے کے لئے ہر روز دوکان پر آنے لگا تھا اور جب تک وہ دوکان میں رہتا تب تک انوشہ اس کی نظروں کے حصار میں ہوتی وہ اپنے حسن جہاں سوز کی کرشمہ سازیوں سے بے خبر اپنے کام میں مصروف رہتی۔ لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ اس نے کیپٹن کو نظر انداز کیا ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خوبرو خوش کلام اور با وقار کیپٹن رضوان پہلے ہی دن آنکھوں کے راستے اس کے دل میں اتر چکا تھا اور ایک دن رضوان نے شادی کا ارادہ ظاہر کر دیا یہ جانتے ہوئے کہ انوشہ ایک بچے کی ماں ہے اس نے ایک بات کی وضاحت کر دی کہ وہ انوشہ کے بچے کو اپنا نام نہیں دے گا انوشہ کو یہ بات ناگوار گزری لیکن اس نے سوچا کہ زندگی گزارنے کے لئے ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے رضوان جیسا تعلیم یافتہ اور ذی حیثیت پاسباں ہر عورت کے نصیب میں تو نہیں ہوتا خوش بختی اس کے درپر دستک دے رہی تھی خوبصورت خواب آنکھوں میں جھوم رہے تھے دلکش تمنائیں دل میں انگڑائیاں لے رہی تھیں انوشہ نے اپنی سوراخ زدہ کشتی رضوان کے سہارے سمندر میں ڈال دی دونوں نے کورٹ میرج کر لی بہت سارا وقت جیسے پر لگا کر اڑ گیا انوشہ رضوان کے دو بچوں کی ماں بن گئی نوید بھی بڑا ہو گیا اور اچھی طرح سمجھنے لگا تھا کہ رضوان اس سے محبت کیوں نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کا باپ نہیں تھا اس کا باپ تو وہ ہے جو ماں کے ساتھ فوٹو میں ہے۔وہ اپنے چھوٹے بہن بھائی سے جلنے لگا تھا کیونکہ انوشہ رضوان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے بچوں کا بہت خیال رکھتی تھی نوید اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کیلئے ان بچوں کو مارتا پیٹتا اور نت نئی شرارتیں کر کے ماں کو جلاتا رہتا۔اسکول میں بچوں کی چیزیں چرانا انکے ٹفن کھا لینا یا پھینک دینا اور مار پٹائی کرنا اس کا معمول بن گیا تھا ماں کو بلوا کر اس کی شکایت کی جاتی تو انوشہ پیار سے اسے سمجھاتی لیکن وہ ماں کی بات کو خاطر میں نہ لاتا اسکول میں اس پر سختی کی جانے لگی تو وہ کئی کئی دن غیر حاضر رہنے لگا محلے کے آوارہ لڑکوں کے ساتھ دوستی ہو گئی اور وہ انکے ساتھ دوکانوں اور مکانوں میں چوری کرنے لگا۔رضوان کے پاس اس کی شکایتیں آنے لگیں اب نوید کو سمجھانا یا رضوان کی سزا سے بچانا انوشہ کے اختیار میں نہ رہا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس محروم محبت کا دماغ ایک آتش فشاں بن چکا تھا۔اس نے رضوان کو ڈرتے ڈرتے مشورہ دیا کہ وہ نوید کو کسی بورڈنگ میں شریک کرا دے گھر کے سکون اور عزت کی خاطر اس نے انوشہ کا مشورہ قبول کر لیا لیکن نوید اس کے لئے ہر گز تیار نہ ہوا۔کئی دن تک سوچنے کے بعد انوشہ نے ایک فیصلہ کیا وہ نوید کو ساتھ لے کر اس کے باپ جاوید کے گھر گئی اتفاق سے وہ گھر پر اکیلا مل گیا سالوں بعد دونوں کا سامنا ہوا تھا رسمی سی گفتگو کے بعد انوشہ نے نوید کا ہاتھ جاوید کے ہاتھ میں دے دیا لیکن جاوید نے اسے اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا اور بتایا کہ اب وہ ایک شادی شدہ مرد ہے اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سکون کی زندگی گزار رہا ہے انوشہ کے پیروں سے زمین کھسک گئی اس کی لاکھ کوشش اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یقین دلانے کے باوجود وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔نوید جو دونوں کی گفتگو بغور سن رہا تھا اچانک جاوید کے پیروں سے لپٹ کر رونے لگا "ابو مجھے اپنے پاس رکھ لو ماں اور نئے ابو مجھے ہمیشہ مارتے اور جھڑ کتے رہتے ہیں میں اب کبھی یہاں سے نہیں جاؤں گا مجھے اپنے پاس رہنے دوابو آپ میرے ابو ہو میں آپ کا بیٹا ہوں ' وہ بلک بلک کر رو رہا تھا لیکن جا وید جیسے پتھر کا بن گیا تھا اس نے جھٹکے سے نوید کو الگ کر دیا اور انوشہ کو فوراً چلے جانے کہا۔ماں بیٹے دل بر داشتہ روتے ہوئے واپس ہو گئے۔انوشہ نے رضوان سے کہا کہ وہ کسی طرح نوید کو بورڈ نگ میں شریک کر ادے۔وہ جاوید سے مل کر آنے کے بعد اور بھی چڑ چڑا ہو گیا تھا پھر بھی ماں کے سمجھانے اور رضوان کے سختی کرنے پر وہ بورڈنگ کے لئے آمادہ ہو گیا۔نئی جگہ نیا ماحول اور نئے دوستوں میں وہ کھوسا گیا لیکن محبت کرنے والی ٹیچر س، پھلوں ' پھولوں اور کھلونوں سے لدے ہوئے آنے والے دوسرے لڑکوں کے والدین کو دیکھ کر وہ بکھر جاتا اس کے اندر کا مخفی آتش فشاں پھوٹ پڑتا۔تو ڑ پھوڑ مار پٹائی اور جھگڑے شروع ہو جاتے سزاکے طور پر اسے بھی مار پڑتی اور جرمانے عائد ہو تے ماں چوری چھپے جرمانے بھرتی رہی وقت گزرتا رہا۔اور ایک دن معلوم ہوا کہ نوید بور ڈنگ سے بڑی رقم کی چوری کر کے بھاگ گیا رضوان کے ہاں نوٹس بھیجی گئی۔نوید سیدھے جا وید کے گھر گیا رقم اس کے حوالے کر دی اور اسے اپنے پاس رکھ لینے کی التجا کرتا رہا۔جاوید نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اسے رہنے کی اجازت دے دی۔نوید نے سکون کا سانس لیا ہی تھا کہ سوتیلی ماں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا وہ نوید کے وجود کو اپنے گھر میں برداشت نہیں کر رہی تھی۔نوید سے نوکروں جیسا سلوک کرنا اس پر جھوٹے الزام لگانا اور سزاکے طور پر کھانا پانی بند کر دینا روز کا معمول تھا۔نوید کو جا وید پر غصہ آتا کہ وہ ماں کو سمجھاتا کیوں نہیں اس سے تو سو تیلا باپ اچھا تھا ماں کی قربت تھی نئے باپ کے بچوں سے بچی کھچی محبت بھی مل جاتی تھی اگر میرا ہی باپ سیدھا ہوتا تو میری زندگی کا یہ حشر نہ ہوتا۔نوید کے اندر کا آتش فشاں پھٹ پڑ ااس نے موقع پا کر باپ کی سو پ فیکٹری میں آگ لگا دی جو شہر کی جانی مانی فیکٹری تھی لاکھوں کا نقصان ہوا نوید بہت خوش تھا۔ماں نے سارا غصہ نوید پر نکالا کہ اس منحوس کی وجہ سے نحوست اور پریشانیوں نے ہمارے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے اس کو فوراً یہاں سے دفع کیا جائے۔نوید کا دل بھی اچاٹ ہو چکا تھا باپ سے کچھ پیسے مانگے اس نے دینے سے انکار کر دیا نوید خالی ہاتھ نکل پڑ ا۔پرانے دوستوں سے مل کر پرانی روش اختیار کر لی۔دن بھر ہو ٹل میں کام کرتا اور رات چوری کرنے میں گزارتا اب وہ چھوٹی موٹی چوریوں کو بچوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا کھیل سمجھنے لگا تھا کیونکہ وہ اب بچہ نہیں رہا تھا وہ اسکوٹروں اور کاروں کو صاف اڑا لے جاتا پولس کو اس کی طرف سے معقول آمدنی تھی۔ایک ہائی وے پر رات کے اندھیرے میں نوید اور اسکے ساتھیوں نے ایک کار کو روکا جس میں ایک عورت اور ایک مرد سفر کر رہے تھے مرد خاصہ تگڑا اور طاقتور تھا مشکل سے قابو میں آیا جسے ان لوگوں نے ایک درخت سے باندھ دیا اور نقد رقم چھین لی عورت کو بھی دوسرے درخت سے باندھ دیا اور ان کی کار لے کر نکل گئے۔دوسرے دن کے اخبار میں اس ڈکیتی کے بارے میں نوید نے پڑھا کہ جن لوگوں کو رات انھوں نے لوٹا تھا وہ کیپٹن رضوان اور اس کی بیوی انوشہ تھی جو درخت سے بندھی ہوئی دم توڑ چکی تھی جسے دل کا دورہ پڑا اور اس کی موت کا باعث دِل کا دورہ تھا۔"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"!!

*****

شام غم کی قسم

یہ بے کسی کے اندھیرے ذرا تو ڈھلنے دے
بجھا نہ دے مرے دل کا چراغ جلنے دے
نہ سن سکے تو یہیں ختم ذکر غم کر دوں
جو سن سکے تو میری داستاں چلنے دے

تم کیا جانو ان دو سالوں میں ، میں کیا سے کیا ہو گئی ہوں موم کی طرح پگھل رہی ہوں ٹوٹ پھوٹ کر بکھر رہی ہوں صدیوں کی تنہائی کا کرب جھیلتے ہوئے میرا ہر جذبہ ہر احساس مجروح ہو چکا ہے روحانی اضطراب پر قابو پانے کے لئے میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور لب سی لئے تھے لیکن آج یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے زخم کا ہر ٹانکا ٹوٹ گیا ہے۔۔۔۔۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

------OOO------

شام کا دھند لکا گہرا ہوتا جا رہا تھا پرندے اپنے اپنے بسیروں کی طرف محو پرواز تھے راحیلہ اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی دور خلاؤں میں گھور رہی تھی۔اس کے ہاتھ میں ظفر کا خط تھا اس نے لکھا تھا کہ وہ اگلے ماہ عید پر آ رہا ہے پچھلے دو سال سے وہ یہی بات لکھتا رہا ہے۔سمندر پار جانے والے کیا جانیں کہ ایک برہن ان کی یادوں کے الاؤ میں کس طرح ایک کچی لکڑی کی مانند جلتی رہتی ہے وہ آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے گھور رہی تھی۔کالی گھٹائیں امنڈ امنڈ کر آ رہی تھیں جیسے ابھی برس پڑیں گی۔آج پھر کسی نے طلعت محمود کی مشہور زمانہ غزل کی دھن بانسری پر چھیڑ دی تھی "شام غم کی قسم آج غمگیں ہیں ہم آ بھی جا آ بھی جا آج میرے صنم۔"بھیگا بھیگا موسم ، ظفر کی یاد اور درد میں ڈوبی ہوئی بانسری کی دھن!وہ نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔شادی کے صرف ایک ماہ بعد وہ سعودی چلا گیا اور وعدہ کیا تھا کہ ایک سال بعد لوٹ آئے گا لیکن تین سال گزر جانے پر بھی وہ نہیں آیا تھا۔

راحیلہ کی ماں اس کی شادی کے لئے کس قدر پریشان تھی۔پاس پڑوس کی عورتیں ، رشتے دار اور سہیلیاں اپنے اپنے بیٹوں یا بھائیوں کے لئے راحیلہ کو بے حد پسند کرتی تھیں۔کھلتا ہوا چمپئی رنگ ، ستواں ناک ، بڑی بڑی غلافی آنکھیں ، موتیوں جیسے دانت اور سروجیساقد۔مرمریں جسم کا ہر زاویہ دلکش تھا۔ راحیلہ ایک ہی نظر میں ہر کسی کو بھا جاتی لیکن انکے ہاں گھوڑے جوڑے کے نام پر دینے کیلئے نوٹوں کے انبار نہیں تھے اور نہ ہی نئے ماحول اور خیالات کے مطابق جہیز تھا اس لئے راحیلہ کی ماں اس بات کو پسند نہیں کرتی تھی کہ شادی کے چند دن بعد ہی دولہاسات سمندر پار کولہو کے بیل کی طرح پسنے چلا جائے اور نئی نویلی دلہن سونی سیج سجائے بے دردسناٹوں کی آغوش میں پڑی سسکتی رہے پھر آپ ہی سوچتی کہ چلو باہر جانے سے روٹی کا تو سہارا ملا ورنہ یہاں ملازمت کب ملتی اور مل بھی جاتی تو کسی معمولی عہدہ پر کام کرنا پڑتا اور آمدنی بندھی ٹکی ہوتی۔

عید کا دن آگیا ہر سال کی طرح ظفر کو نہ آنا تھا نہ آیا چاروں طرف خوشیاں بکھری پڑی تھیں لیکن راحیلہ کے دل پر اداسیوں کا راج تھا۔وہ کسی کام سے بڑے بھیا کے کمرے میں گئی تو دیکھا کہ بھائی اپنے مہندی رچے ہاتھوں سے بھیا کو شیر خرما پلا رہی ہیں پھر وہ سرمہ دانی دینے کیلئے چھوٹے بھیا کے کمرے میں گئی تو دیکھا وہ بھابی کے بالوں میں پھولوں کا خوبصورت گجرا لگا رہے تھے راحیلہ پر نظر پڑی تو اس کے ہاتھ میں دو گجرے تھما دیئے۔راحیلہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں وہ تیزی کے ساتھ

پلٹی اور اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گئی اس کے بیڈ پر ظفر کا خط اور عید کارڈ پڑے اس کا منہ چڑا رہے تھے۔اس نے الماری سے لیٹر پیڈ نکالا اور بیٹھ گئی اس کا قلم تیزی سے چل رہا تھا۔

"تم کیا جانو ان دو سالوں میں ، میں کیا سے کیا ہو گئی ہوں موم کی طرح پگھل رہی ہوں ٹوٹ پھوٹ کر بکھر رہی ہوں صدیوں کی تنہائی کا کرب جھیلتے ہوئے میرا ہر جذبہ ہر احساس مجروح ہو چکا ہے روحانی اضطراب پر قابو پانے کے لئے میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور لب سی لئے تھے لیکن آج یوں محسوس رہا ہے جیسے میرے زخم کا ہر ٹانکا ٹوٹ گیا ہے شادی ایک معاہدہ ہے جس کے بعد ہر جوان لڑکی محبت اور خوشیوں سے بھری زندگی کا تصور لئے اپنے دیوتا کے من مندر میں قدم رکھتی ہے۔تم سے شادی کے بعد میں نے بھی نیلے آسمانوں کی تمام تر وسعتوں کو اپنی بانہوں سمیٹ لینا چاہا تھا۔تمہاری دی ہوئی لحاتی رفاقت کو میں نے دائمی سہارا سمجھ لیا اور زمین پر جنت بسانے کی آرزو لئے بیٹھی تھی۔میرے خوابوں خیالوں کی تمام رنگینیاں تمہارے وجود میں مجسم ہو گئی تھیں۔لیکن آج میری روح کے اندر ویرانی کا راج ہے آج دنیا میری نظر میں ایک تاریک قفس بن گئی ہے ہر شئے اجنبی سی لگ رہی ہے اور میں ان اجنبی چہروں کے درمیان معلق اور مصلوب ہو کر رہ گئی ہوں میں کیا کروں۔۔۔۔۔

راحیلہ کو بانسری کی آواز نے چونکا دیا کم بخت نے عید کا دن بھی نہیں چھوڑا بانسری رو رہی تھی "شام غم کی قسم آج تنہا ہیں ہم" وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکنی میں آ گئی پہلی بار بانسری بجانے والے کو دیکھ رہی تھی وہ آنکھیں بند کئے اپنی ہی دھن میں مست تھا۔جیسے کوئی پجارن اپنے دیوتا کی پوجا میں مگن ہو۔اسے کیا دکھ تھا اس کے من مندر کی دیوی کون ہو گی کہاں ہو گی وہ بانسری پر صرف یہی دھن کیوں بجاتا ہے آج وہ بھی اسی دھن کو جی بھر کر سننا چاہتی تھی۔ اس کے اندر کہیں ٹوٹ پھوٹ سی ہونے لگی اچانک اس کے دل نے سرگوشی کی یہ تو نے بڑی بوڑھیوں جیسا حلیہ کیوں بنا رکھا ہے تجھے جس نے بھلا دیا تو بھی اسے بھلا دے زندگی ایک بار ملتی ہے اور زندگی میں جوانی ایک ہی بار آتی ہے۔ہر کسی کو اپنی زندگی اور جوانی پر اختیار ہے کہ وہ ان پھولوں کی ہر پتی سے مسرتو شادمانی کا امرت رس نچوڑ لے سوچ کیا رہی ہے ؟

ضمیر کے کسی کونے سے آواز آئی "نہیں نہیں! میں تجھے آزاد ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا مجھے تیری نگہبانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے "۔

دل کہتا "کب تک تنہائی کے اس لق و دق صحرا میں بھٹکتا رہوں کب تک فراق کی ان خاردار جھاڑ یوں سے الجھتا رہوں ؟ ضمیر نے کہا"اس راستے پر چلنے کے لئے کیوں مچل رہا ہے جس پر چل کر راہی منزلوں سے بھٹک کر دور کہیں اندھیروں میں کھو جاتے ہیں اپنے جسم کے قفس میں قید تو ایک مشرقی۔۔۔۔۔۔ایک مشرقی روح ہے تو کسی کی امانت ہے عزت اور شرافت کے دار پر چڑھ جا آپ اپنا گلہ گھونٹ لے کہ یہی ایک شریف لڑکی کا شیوہ ہے "عقل اور دل کی جنگ کے درمیان راحیلہ کی روح کے سناٹے چیخ پڑے وہ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی دروازے اور کھڑکیاں بند کئے اور اپنی شادی کا البم لیکر بیٹھ گئی وہ تصویریں دیکھتی رہی اس کی آنکھوں سے جھرنے بہہ رہے تھے وہ روتے روتے ہنس پڑی اور ہنستے ہنستے رونے لگی پھر اچانک چلا اٹھی ظفر تم کہاں ہو ؟ کہاں ہو ظفر ؟ ظفر!وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی اور چلاتی ہوئی پورے گھر میں اسے تلاش کر رہی تھی گھر کے لوگ حیران پریشان اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔کسی نے پوچھا کہاں دیکھا ہے تم نے ظفر کو ؟"وہ ابھی ابھی میرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے کیا آپ لوگوں نے نہیں دیکھا ؟ کہاں چلے گئے وہ ؟

راحیلہ کی سوجی ہوئی آنکھوں سے وحشت سی برس رہی تھی ظفر کی بہن نے اسے پکڑ کر جھنجھوڑا اور کہا ظفر آیا ہی کب تھا ؟ کیا دیوانی ہو گئی ہو ؟ دیوانی ؟ "ہاں میں دیوانی ہو گئی ہوں پاگل ہو گئی ہوں مجھے مارو جلا دو سنگسار کر دو!ظفر کہاں ہو میرے سامنے آؤ اتنے تو سنگ دل نہ بنو تم نے مجھے محبت کے جذبہ سے آشنا کیا اور میں نے تمہیں اپنا مسجو دبنا لیا تمہاری محبت کے سائے میں جینا چاہتی تھی گھونٹ گھونٹ کر زندگی کا امرت رس پینا چاہتی تھی۔تم نے مجھے تشنہ لب چھوڑ دیا میرے وجود میں چنگا ریا بھر دیں جدائی کے ریگستان میں تنہا چھوڑ دیا اب میں کہاں جاؤں ؟ تمہیں کہاں ڈھونڈوں ؟آ بھی جاؤ ظفر آ جاؤ نا!"وہ ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی اور بانسری کی دھن اس کی آواز میں مد غم ہو رہی تھی۔شام غم کی قسم آج تنہا ہیں ہم آ بھی جا آ بھی جا آج میرے صنم!!

*****

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قاتل مسیحا

"ہوں گنہ گار بخدا! مجھکو سزا دی جائے"
ہاتھ اٹھا کر مرے قاتل کو دعا دی جائے
برق کی زد میں رہے جس کی بدولت گلشن
کیوں نہ وہ شاخِ نشیمن ہی جلادی جائے

وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح سرجھکائے شیشے کی کرچیوں پر چلتی ہوئی کار تک آئی ٹیک لگا کر گہری گہری سانسیں لیتی رہی گھر کیسے پہنچی اسے یاد نہیں وہ اپنے مالک کے آگے سجدہ ریز ہو کر زار و قطار رونے لگی۔

اپنے کمرے کی کھڑکی کھولے جانے وہ کب سے چاند پر نظریں جمائے کھڑی تھی جیسے چاند میں کسی کو تلاش کر رہی ہو زندگی کی ناؤ کو بیچ منجدھار چھوڑ کر مانجھی کہیں گم ہو گیا تھا سفید سوٹ زیب تن کئے وہ چاندنی کا ایک حصہ لگ رہی تھی شوہر کا مضبوط سائبان سر سے ہٹنے کے بعد انجم کو تنہائی کا شدید احساس ہوا وہ اکلوتی تھی والدین کے بعد وہی تو اس کا سب کچھ تھا چاندنی راتیں اسے بھی پسند تھیں وہ اکثر لانگ ڈرائیو پر نکل جاتے ڈھیر سارا وقت کیسے گزر گیا پتہ ہی نہ چلا آج زندگی اماوس کی ایسی اندھیری رات لگ رہی تھی جس کی سحر جیسے کبھی نہ ہو گی۔ تنہائی کے گھنے جنگل میں پا پیادہ چلتے ہوئے ایک سال ایک صدی بن کر گزرا تھا۔ آرام و آسائش کی کوئی چیز ایسی نہ تھی جو اسے میسر نہ ہو شوہر نے بیرونی ممالک میں برسوں محنت کی اور اس کے قدموں تلے دولت بچھا دی تھی یہی دولت وبال جان بن گئی تھی آج ہی تو اس کے ماموں دنیا کے سرد و گرم سے واقف کروا رہے تھے وہ جو ماں کی زندگی میں بھولے بھٹکے آیا کرتے تھے اچانک انکے دل میں محبتو ہمدردی کا طوفان کیسے امڈ پڑا؟ کہہ رہے تھے "بیٹا جوان عورت کا تنہا زندگی گزارنا معیوب سمجھا جاتا ہے میں تمہارے غم میں شریک ہوں اس لئے بار بار سمجھا رہا ہوں کہ تم میرے بیٹے سے عقد ثانی کر لو گھر کی بات گھر ہی میں رہے گی تمہاری تنہائی اور ہماری پریشانی دور ہو جائے گی آخر ہم تمہارے اپنے ہیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کچھ دن پہلے چچا نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی والد صاحب کے بزنس پارٹنر تھے انھوں نے بڑا دھوکہ دیا اسی غم میں والد بیمار ہوئے اور چل بسے انجم اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ ان ہمدردیوں کے پیچھے کو نسا جذبہ کار فرما ہے۔اپنی تنہا ئیوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے وہ اکثر کار لیکر نکل جاتی سڑکوں پر بے مقصد گھومتی اور تھک جاتی تو کسی بس اسٹانڈ پر بیٹھ کر آنے جانے والوں کا تماشہ دیکھتی رہتی بچے بوڑھے اور جوان سب اپنی اپنی دھن میں رواں دواں تھے جیسے آج ہی انھیں اپنی منزل کو پانا ہے کل کس نے دیکھا ہے کل جانے کیا ہو نے والا ہے۔انہی مسافروں میں ایک دن شبانہ مل گئی مختصر سی ملاقات دوستی میں بدل گئی تھی وہ اکثر گھر آنے جانے لگی اس کے آنے سے انجم کا کچھ وقت اچھا گزر جاتا شبانہ نے بھی اُسی انداز میں سمجھا نا شروع کیا جس انداز میں ماموں اور چچا نے سمجھا یا تھا "بھئی انجم ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے پینتیس سال میں تو زندگی شروع ہوتی ہے تمہیں چاہئے کہ اپنی جوانی اور دولت کا نگہبان کسی شریف اور تعلیم یافتہ بندے کو بنا ہی لو "۔"نہیں شبانہ!اس دنیا میں کسی شریف اور نیک بندے کا مل جانا شاید ممکن نہیں آج کا انسان خودغرض اور لالچی ہو گیا ہے ایسا کوئی سچا ہمد رد اور پاسباں نہیں ہے جس کے سینے پر سر رکھکر اپنے دکھ بھول سکیں "انجم نے سرد آہ بھر کر جواب دیا "ایک بار اشتہار دینے میں کیا قباحت ہے ہو سکتا ہے تمہارا خیال غلط ثابت ہو جائے "۔

شبانہ نے زبر دستی اشتہار دے دیا۔ایک ہفتہ کے اندر سوسے زیادہ اسم نو سیاں فوٹوز کے ساتھ پہنچ گئیں انجم حیران تھی کہ اتنے سارے مرد ایک متمول بیوہ سے نکاح کے آرزومند تھے پتہ نہیں یہ سب اپنی اپنی بیویوں سے کیوں علیٰحدہ ہو گئے ان کی بیویاں کیسے جی رہی ہوں گی باپ کی شفقت سے محروم سسکتے بچے بھی ہوں گے۔ آئی ہوئی اسم نو لیسیوں میں سے دو چار کا انتخاب کر کے شبانہ نے انھیں گھر پر بلوایا۔۔۔اس کے والد نے انٹر ویو لیا اور ایک کو منتخب کیا اور انجم سے ملوا دیا سادگی کے ساتھ نکاح کی رسم انجام پا گئی۔اس نئی ڈگر پر چلتے ہوئے انجم کبھی سوچتی کہ زندگی کا یہ روپ بر انہیں اسے تحفظ تو ملا اور کبھی سوچتی کہ اس کا فیصلہ غلط تو نہیں تھا ؟ اس کے کہنے پر شا کرنے کپڑے کا شوروم کھول لیا تھا جو سال بھر کی محنت کے بعد چل نکلا وہ اکثر بزنس ٹرپ پر ہفتہ دس دن کے لئے چلا جاتا تھا۔انجم نے کبھی ساتھ چلنے کی بات کہی تو وہ ٹال گیا۔کچھ دنوں سے وہ محسوس کر رہی تھی کہ شا کر کی محبت اور والہانہ پن پہلے جیسا نہیں ہے اکثر راتوں میں دیر سے آنے لگا تھا وہ سوچ رہی تھی افراط زرانسان کو راہ راست سے ہٹا دیتا ہے کہیں ایسا تو نہیں

کہ وہ غلط دو ستوں میں وقت گزار رہا ہوں۔کوئی ایسا نہیں تھا جس سے بات کر کے وہ اپنی الجھن سلجھا سکتی شبانہ نے اچانک آنا جانا بند کر دیا تھا انجم مضطرب تھی شام5بجے شبانہ سے ملنے کے لئے اپنی کا رلے کر نکل پڑی اس کے مکان کے قریب پہنچ کر حیران رہ گئی کیونکہ وہاں شا کر کی کار مو جود تھی یہ یہاں کیا کر رہے ہیں انھیں تو بزنس ٹور پر جانا تھا شبانہ سے کو نسا کام آن پڑ ا!؟ مجھے کبھی بتا یا نہیں کہ اس سے ملتے ہیں!! انجم کے بدن میں چنگاریاں سی بھر گئیں جن کی تپش اس کے دماغ کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی وہ معاملے کی گہرائی تک پہنچنے کیلئے آگے بڑھی مکان کی کھلی کھڑ کی کے پاس پہنچ کر رک گئی شا کر کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی "شبانہ میں نے کہانا کہ اس سے جلد ہی پیچھا چھڑا لوں گا ہم نے اپنے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچا نا ہے تمہیں نے تو مجھے یہ راستہ سمجھا یا تھا ذرا صبر کر لو جلدی کرنے میں ہمارا کام بگڑ سکتا ہے اب وہ مجھ پر مکمل بھروسہ کرنے لگی ہے بزنس بھی اچھا چل رہا ہے میں نے تمہارے اور بچوں کے نام پر معقول رقم جمع کروا دی ہے اور "۔۔۔"تم نے تو کہا تھا کوئی ایسی چال چلو گے کہ ہم بہت جلد اس کی جائیداد اور بینک بیلنس کے مالک بن جائیں گے ؟ اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا!"انجم اس سے آگے نہ سن سکی اس کے اعتماد کو شدید جھٹکا لگا جو بجلی کے جھٹکے سے زیادہ اذیت ناک تھا وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح سر جھکائے شیشے کی کرچیوں پر چلتی ہوئی کار تک آئی۔ٹیک لگا کر گہری گہری سانسیں لیتی رہی گھر کیسے پہنچی اسے یاد نہیں وہ اپنے مالک کے آگے سجدہ ریز ہو کر زار و قطار رو رہی تھی بہت دیر بعد اس نے آنسو صاف کئے اور ایک فیصلہ کر کے اٹھی وہ بے بسی اور مجبوری کو گلے لگا کر جینا نہیں چاہتی تھی اسے عورت کی بزدلی اور بے چارگی سے نفرت سی ہونے لگی وکیل سے صلاح مشورہ کے بعد اس نے دوکان اور مکان کو مقفل کر دیا۔

دوسرے دن شا کر اور شبا نہ پر دھوکہ و غبن کا مقدمہ دائر کر دیا۔ پیشیاں چلیں آخری پیشی پر عدالت کا کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور شا کر بیان دے رہا تھا "می لارڈ!اوپر والے کی عدالت سے مجھے کیا سزا ہو گی نہیں جانتا میں آپ کی عدالت میں آپ کا فیصلہ کیا ہو گا دیکھنا چاہتا ہوں۔میں اپنی زندگی کے حالات مختصر اً بتانے کی اجازت چاہتا ہوں!می لارڈ!میرے والد سرکاری دفتر میں کلرک تھے ہماری مالی حالت مستحکم نہیں تھی ماں کی زبردستی سے میری شادی جلدی کر دی گئی میں دو سال میں دو بچوں کا باپ بن گیا اخراجات بڑھ گئے والد صاحب اور میں دونوں مل کر زندگی کا بھرم نبھا رہے تھے۔می لارڈ!ایک تعلیم یافتہ نوجوان کو ملازمت نہ ملتی

ہو، بیرون ملک جانے کے لئے پیسہ نہ ہو، گزر بسر مشکل ہو گئی ہو تو وہ کیا کرے ؟ میں اس دنیا سے اپنی تقدیر سے اپنے آپ سے بیزار تھا اپنے خدا سے خفا تھا اسی دو ران میری بیوی شبانہ کی دوستی ایک دولت مند بیوہ انجم سے ہو گئی اور ہم نے ایک منصوبہ بنایا اور اسے عملی جامہ پہنا دیا۔ می لارڈ!معاشی نا ہمواری نے ہمارے وطن کے نو جوانوں کو ارزاں کر دیا ہے چوری ، ڈاکہ ، اغوا، اور قتل جیسے گھنا ؤ نے جرائم کے ذریعہ دولت سمیٹنے میں کوئی قباحت نہیں رہی مرد تو مرد عورتیں بھی اس میدان میں اتر چکی ہیں تقدیر کے لُوٹے ہوئے اور دلوں کے ٹوٹے ہوئے میری طرح کے لوگ قانون سے کھیلنے لگے ہیں۔میں نے ایک چھوٹا سا دھوکہ یہی دیا ناکہ اپنی پہلی شادی اور بیوی بچوں کی موجودگی کا اظہار نہیں کیا۔میں نے ایک بیوہ کو سہارا دینا اور اپنے بھی خاندان کو سنبھالنا چاہا۔بزنس میں بہت محنت کی اور دونوں بیویوں کو فائدہ پہنچایا اب دونوں میں سے جو بھی میرے ساتھ رہنا چاہے رہ سکتی ہے دونوں مل کر رہنا چاہیں تو مجھے بخوشی منظور ہے اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے مجھے اور کچھ کہنا نہیں ہے "شا کر خاموش ہوا تو عدالت میں دبا دبا سا شور گونج اٹھا۔شبانہ انجم کی طرف چور نظروں سے دیکھ رہی تھی انجم نے اذّیت کا ایک خنجر سا سینے میں اترتا محسوس کیا۔اُف! خداوند! کون کہتا ہے کہ شیطان سے ڈر لگتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!

*****

پشیمان آرزو

میری درماندہ جوانی کی تمناؤں کے
مضمحل خواب کی تعبیر بتا دے مجھ کو
تیرے دامن میں گلستاں بھی ہیں ویرانے بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میرا حاصل! مری تقدیر بتا دے مجھ کو

"تم جوان ہو زمانہ برا ہے عورت کے دو ہی سائبان ہوتے ہیں ایک تو باپ کا اور دوسرا شوہر کا، جب یہ دونوں سہارے نہ رہے تو بہتر ہو گا کسی شریف بندے کو زندگی کا ساتھی بنا لو ورنہ یہ زمانہ جینے نہیں دے گا"

اپنے بیوٹی پارلر سے فرح تھکی ہوئی آئی تھی وہ آج کچھ مضطرب اور مضمحل تھی گزشتہ سال اسی مہینے آج ہی کی تاریخ اس کی شادی ہوئی تھی۔ خواب اور حقیقت کی سنگلاخ چٹان پر بیٹھی اس رات کے فیصلے کے بارے میں سوچ رہی تھی وہ رات اس کی سہاگ رات تھی جوہر لڑکی کی زندگی میں ایک بار آتی ہے اور بڑی سج دھج اور آن بان کے ساتھ آتی ہے جس کا ذکر زندگی کی کتاب میں سنہری حرفوں میں لکھا جاتا ہے۔شب عروسی کے عطر بیز خوشگوار لمحے دلہا اور دلہن کی زندگی کا اثاثہ ہوتے ہیں جسے بنیادبنا کروہ اپنے خوابوں کا محل تعمیر کرتے ہیں اور اس محل میں ایک ساتھ جینے اور مرنے کی قسمیں کھائی جاتی ہیں لیکن فرح کی شب عروسی دل اور دماغ کے لئے میدان کا ر زار بن گئی تھی۔

شادی اس کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی۔اس کی اولین خواہش تھی کہ ہمسفر اعلی تعلیم یافتہ اور ڈیشنگ پر سنالٹی کا مالک ہو اسے کالے رنگ کے مرد دبلے پتلے اچھے نہیں لگتے تھے اس کے والدین اور بھائی نے یہ کہہ کر چپ کرا دیا تھا کہ رنگ کم ہے تو کیا ہوا آخر کو وہ انجینئر ہے دولت اس کے گھر کی باندی ہو گی جہاں بھی پاؤں مارے گا سوکھی زمین سے چشمہ ابل پڑے گا اس نے روہانسی آواز میں جواب دیا تھا"کیا صرف انجنیئر ہی اپنے خاندان کو اچھی زندگی دے سکتا ہے کیا باقی سب مرد اپنے بیوی بچوں کو ننگا بھوکا رکھتے ہیں ؟ اس کی دوسری خواہش تھی کہ دلہا کسی بند کا رمیں پھولوں سے ڈھکا چھپا نہ آئے بلکہ سفید براق گھوڑے پر سوار کمر میں تلوار لگائے ہلکے پھلکے پھول پہنے ہو کہ دیکھنے والے اسے دیکھ کر مرعوب ہو جائیں اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا تب ہی سے اپنے خوابوں کے شہزادہ کا یہی تصور اپنی پلکوں پہ سجا رکھا تھا۔بھائی بہنوں نے کہا کہ پرانے زمانے میں دلہا گھوڑے پر

آیا کرتے تھے آج نئی کاروں کی سج دھج ہی اور ہوتی ہے۔جب دلہا نے آہستہ سے اس کا گھونگھٹ الٹا تو اسی لمحہ اس نے بھی ادھ کھلی آنکھوں سے دلہا کو دیکھا کس قدر کرب انگیز تھا وہ لمحہ جوا سکے سینے میں بر چھی بن کر اتر گیا اور ساری زندگی پر محیط ہو گیا اس نے سنا تھا کہ دلہا کا رنگ کم ہے لیکن یہاں تو صرف دوسفید آنکھیں اور دانت نظر آ رہے تھے اس چہرے کے ساتھ زندگی کیسے بسر ہو گی زندگی تو بسر کرنے کے لئے ہوتی ہے گزارنے کے لئے نہیں!ا سکے خوابوں کا محل ٹوٹ کر بکھر گیا تھا اس نے آہستہ سے آنکھیں بند کر لیں اور کہا "آپ پسند نہیں آئے "دلہن کا یہ پہلا جملہ پہلی رات! دلہا حیرت زدہ رہ گیا اپنی انا کو مجروح ہوتے برداشت نہ کر سکا اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیا "مجھے بھی تم بالکل پسند نہیں آئیں میں تم سے شادی کے لئے راضی ہی نہیں تھا تمہارے والدین کی لچھے دار باتوں اور دولت کی چمک دمک نے میرے والدین کی عقل کو ماؤف کر دیا میرے انکار پر ماں نے دودھ نہ بخشنے کی دھمکی دے دی اس طرح میں پا بہ زنجیر کر دیا گیا لیکن اس زنجیر کو توڑ نا میرے لئے مشکل نہیں ہے "کہتا ہوا وہ کمرے سے باہر نکل گیا جشن طرب و مسرت مایوسی کے کربو اذیت میں بدل گیا سہاگ کی ادھ کھلی کلیاں مرجھانے لگیں۔کچھ دیر بعد دو تین خواتین دندناتی ہوئی آئیں اور برس پڑیں "واہ کیا تربیت کی ہے والدین نے کہ سسرال میں آئے ہوئے دو گھنٹے نہیں گزرے اپنے مجازی خدا کو ایسی واہیات باتیں سنادیں "؟!چار حروف کیا پڑھ لکھ گئی کہ اپنے آپ کو افلاطون سمجھ لیا ایسی کیا حور پری ہو کہ ہمارے بچے کے عیب نکال لئے تم جیسی آوارہ اور بد چلن لڑکیاں ہی اپنے ماں باپ کا نام ڈبوتی ہیں کوئی اور پسند تھا تو یہاں بیاہ کر کیوں آ گئی ؟ بھاگ جاتی اسی کے ساتھ! دفع ہو جا یہاں سے "۔۔۔

ہزاروں دنوں کی طرح اس دن بھی سورج طلوع ہوا تھا لیکن کتنا اداس تھا وہ دن ، جیسے رات کوئی بھیانک طوفان آیا تھا اور اپنے ساتھ سب کچھ بہا لے گیا۔رات وہ سجی سنوری دلہن تھی صبح اس کے چہرہ پر ایک بیوہ کی سی اداسی تھی آنکھیں ویران ہونٹ خشک اور اجڑی ہوئی مانگ۔وہ اپنے فیصلے پر نا دم نہیں تھی۔آخر لڑکیوں کو بھی تو اپنا جیون ساتھی پسند کرنے کا حق ہے ، آج لڑکے والے سوسولڑکیاں دیکھ کر ایک کا بھی انتخاب نہیں کرتے کیا ان کے بیٹوں میں سرخاب کے پر لگے ہوتے ہیں ؟ لڑکی پسند کرنے ، ہمہ اقسام کا سامان مانگنے سونا چاندی بنگلہ گاڑی مانگنے کا حق انھیں کس نے دیا ؟ کیا ہمارے اپنے جذبات نہیں ہیں کیا ہمارے سینوں میں حساس دل نہیں ہے ؟ کیا ہم اعلی تعلیم یافتہ نہیں ہیں ؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسی طرح وہ اپنے بھائی بہنوں سے الجھ پڑتی دل برداشتہ والدین سمجھا تے کہ کوئی ماں باپ اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتے پال پوس کراسے گڑھے میں نہیں دھکیلتے لڑکیوں کا کام ہے کہ اپنے مقدر پر شا کر رہیں اور زندگی کے ساتھ سمجھوتہ کریں لیکن تم نے پہلا قدم ہی غلط اٹھایا اور ساری بسا ط ہی الٹ دی اس زمانے میں لڑکی کی شادی ہو نا ہی ایک مسئلہ ہے کسی مطلقہ کی دوسری شادی اور بھی بڑ امسئلہ ہے!تم نے ہمیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھا اب کیا کریں ؟

"آپ لوگ کب تک زمانے سے ڈرتے ڈراتے رہیں گے کیا زمانہ صرف ہمارے پیچھے پڑ ا ہے اوروں کو دیکھیں اپنی زندگی میں کسقد رمست و بے خود ہیں "ماں نے سمجھا یا "کوئی بھی مست و بے خود نہیں ہوتا ہر ایک کا اپنا دکھ الگ الگ ہوتا ہے اعلی ظرف اور سمجھدار لڑکیاں اپنے دکھوں کو ہنس کر جھیلتی ہیں"

ماں نے جیسے تیسے دوسری بیٹی کی شادی کر دی ورنہ فرح کی طلاق کی خبر عام ہونے پر سارہ کی شادی ہونا مشکل ہوتی۔

فرح کو طلاق لئے ہوئے دس سال گزر چکے تھے وہ اپنی عمر کے تیسرے دہے میں تھی والدین نے بہت کوشش کی اس کی دوبارہ شادی کر دیں لیکن کوئی ڈھنگ کا لڑکا نہیں ملا کبھی کسی اچھے خاندان کے اچھے لڑکے کا رشتہ آتا تو ان کا مطالبہ صرف کنواری لڑکی کا ہوتا یا پھر اعلی عہدہ پر فائز ملازم یا کم از کم ٹیچر کا خواہش مند ہوتا یا پھر کسی کو سعودی یا امریکہ کا ویزا چاہئے تھا فکر و تردد اور اپنے پرائے کے طعنوں نے والدین کی صحت کو دیمک بن کر چاٹ لیا بھا ئیوں نے تنگ آ کر اپنا اپنا گھر بسا لیا فرح بھاوجوں کی نظر میں ذلیل و خوار ہو گئی اسی غم کو سینے سے لگائے والدین چل بسے۔بھا ئیوں نے آنکھیں پھیر لیں رشتے داروں نے بھی دوری اختیار کر لی شوہر والی عورتیں اپنے شوہروں پر نظر رکھنے لگیں۔پڑ وس والی آنٹی نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہتیں "تم جوان ہو زمانہ برا ہے عورت کے دو ہی سائبان ہو تے ہیں ایک تو باپ کا دوسرا شوہر کا جب یہ دونوں سہارے نہ رہے تو بہتر ہو گا کہ کسی شریف بندے کو زندگی کا ساتھی بنا لو ورنہ یہ زمانہ جینے نہیں دے گا "پھر وہی زمانے کی بات! زمانے سے ٹکر لینے کے لئے وہ والدین سے ملی ہوئی کچھ رقم بینک سے نکال کر اُس گھر اور شہر کو خیر باد کہہ دیا جہاں اس کی آرزوئیں حسرتوں میں بدل گئی تھیں جہاں خوابوں کے ادھ کھلے گلابوں کو نوچ کر پھینک دیا گیا تھا اپنوں سے بہت دور ایک نئی بستی بسا نے وہ نا معلوم منزل کی طرف چل پڑی وہ نہیں جانتی تھی کہ اس عمر میں آفتیں ارد گرد منڈلاتی رہتی ہیں اور قدم قدم چہرے دھوکہ دے جاتے ہیں۔اس نے "فرح بیوٹی پارلر "کے نام سے شاندار

بیوٹی پارلر کھول لیا جہاں اعلیٰ اور جدید قسم کے ملبوسات کا دیدہ زیب کلکشن بھی رکھا۔ بہت کم عرصہ میں اس کا بیوٹی پارلر خاصو عام کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ آزادی خود مختاری اور پیسے کی ریل پیل نے اسے مست بے خود بنا دیا آج اچانک کہیں سے اس کی بہن سارہ آ گئی "آپا تم نے یہ کیا کیا؟ زندگی کو کھلونا بنا دیا کیوں ؟ تم نے یہ راستہ کیوں اختیار کیا؟ بیوٹی پارلر اور بو تیک کی حد تک ٹھیک تھا لیکن تم نے اشتہاری فلموں میں بھی کام کر نا شروع کر دیا خاندان کی عزت کا تو پاس لحاظ کیا ہوتا"

"خاندان ؟ خاندان نے مجھے کیا دیا ہے ؟ اب میں زندگی کو کھلو نا بنا کر کھیلنا چاہتی ہوں ہر دور ہر زمانے میں عورتوں کی زندگی کو کھلونا ہی تو بنا یا گیا ہے زندگی کے بازار میں اسے خریدا اور بیچا گیا ہے اور جب دل چاہا توڑ دیا گیا! مرد جب تک اور جس طرح چاہتے ہیں عورت سے فائدہ اٹھا تے ہیں اور پھر کسی انجانے مو ڑ پر بھٹکنے کے لئے چھوڑ جاتے ہیں ہم سے ہمارے حقوق کے ہتھیار چھین کر ہمیں نہتا کر دیتے ہیں اخلاقی ضابطوں ، شرعی بندشوں اور معاشرتی بندھنوں نے ہمیشہ عورت ہی کو جکڑے رکھا پھر کیوں نہ ہم اپنی زندگی سے کھل کر کھیلیں گھٹ گھٹ کر کیوں مریں ؟ بولو ؟جواب دو؟"آپا ہوش کے ناخن لو تم بڑی ہو میں تم سے کوئی بحث کر نا نہیں چاہتی صرف اتنا کہنا ہے کہ اب بھی تم اپنا گھر بسا سکتی ہو کسی بھلے آدمی کا ہاتھ تھام کر سکون کے ساتھ زندگی گزارو تم معاشرہ سے ٹکر نہیں لے سکتیں تم ایک دن جیت کر بھی ہار جاؤ گی"

"کیا میں نے گھر بسا نا نہیں چاہا تھا ؟ مجھے تھامنے کے لئے کتنے ہاتھ میری طرف بڑھے کتنے تھے بتاؤ؟ میں نے زہر کا پیالہ منہ سے لگا لیا ہے جو عورت گھر کی چار دیواری پھاند کر زمانے سے لڑنے کے لئے باہر نکل جاتی ہے اسے اس بات کی پرواہ نہیں رہتی کہ راستے میں راہبر ملے گا یا رہزن! نفع و نقصان کا فرق بھول جاتی اور زندگی سودے بازی میں گزر جاتی ہے! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں ڈالی سے گرا ہوا پھول ہوں جواب کبھی ڈال سے نہیں جڑ سکتا"سارہ اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

*****

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صدیوں نے سزا پائی

ہر طرف بکھری ہوئی ہیں خواہشوں کی کرچیاں
شام کی دہلیز پر اب رات کا منتظر ہوں میں
ہر طرف ٹوٹے پڑے ہیں خواہشوں کے آئینے
پھر بھی طالبؔ وقت کے احساس کا نشتر ہوں میں

اس پر غنود گی سی طاری ہونے لگی تھی آواز ڈوب رہی تھی وہ لیٹ گئی تب ہی ڈاکو نے کچی دیوار میں نقب لگا دی ایک نا دان نے اپنا قیمتی موتی انجانے میں گنوا دیا وہ انمول تحفہ جو ہر لڑکی شب عروسی اپنے دولہا کو پیش کرتی ہے۔

اکٹو بر کا مہینہ ختم ہو رہا تھا۔ سردی آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی مو سم خوشگوار ہو گیا تھا اور صبیحہ کے چہرے پر نیا نکھار آ رہا تھا تیرہواں سال ابھی شروع ہوا تھا۔ اس کے جسم پر گل بوٹے اگ آئے آنکھوں میں ستارے جھلمل کر رہے تھے گال سیب جیسے ہو رہے تھے ہو نٹوں سے انگور کا رس ٹپکنے کو تھا نئے ارمان جاگ رہے تھے۔ آرزوئیں انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ بات بات پر مسکراہٹوں کے پھول گراتی صبیحہ عمر کی اس سر حد میں داخل ہو رہی تھی جہاں پہنچ کر عام طور پر لڑکیاں صحیح راستے کا تعین نہیں کر پاتیں نہیں جانتیں کہ اس راہ پر پھول ہیں یا کانٹے کھائی یا چڑھائی! اس بات کا بھی اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ راہبر کون ہے اور کون رہزن ہے۔ صبیحہ میٹر ک کی طالبہ تھی پڑھائی میں اس کا دل نہیں لگتا تھا لنچ ٹائم میں اپنی دوست اسریٰ سے گپ بازی میں مصروف تھی "اسریٰ جانتی ہو آج کیا ہوا ؟

"کیا ہوا بھئی بڑی خوش نظر آ رہی ہو!

ہمارے ڈرائیور شابی نے دو لڑکوں کی پٹائی کر دی دو تین دن سے وہ لڑکے اپنی کار میں ہمارا پیچھا کرتے ہوئے اسکول تک آ رہے تھے آج شابی نے ان کی کار کو روک لیا اور انھیں با ہر کھینچ کر بہت مارا وہ بالکل فلمی ہیرو جیسا لگ رہا تھا بہت مزا آیا

"تم اپنے ڈرائیور کی اتنی تعریف کر رہی ہو ؟ میں نہیں مانتی کہ اسے تم سے اسقدر ہمدردی ہو گی کہ وہ اپنی جان کا خطرہ مول لے! اپنے ہی جیسے کسی ڈرائیور کو پٹی پڑھا دی ہو گی کہ وہ تمہاری کار کا پیچھا کرے اور اس کی مار پٹائی بھی بر داشت کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لے جانے اسے کتنی رقم دی ہو گی اور خود تمہاری نظر میں ہیرو بن گیا ایسا بھی تو فلموں میں ہی ہوتا ہے نا ؟

"ہاں ہوتا تو ہے لیکن۔۔۔۔۔۔

"صبیحہ تم یہ فلموں اور ٹی وی سیر ئیلس کا چکر چھوڑو اور امتحان کی تیاری شروع کر دو"

"تم تو بالکل دادی جان کی طرح نصیحتیں کرنے لگتی ہو کبھی تم بھی فلم اور ٹی وی کا مزہ لے کر دیکھو نا "صبیحہ نے شوخی سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تمہارے ممی پا پا نے تمہیں فلم اور ٹی وی دیکھنے کی اجازت کیسے دے رکھی ہے ؟"

"ان کی بات چھوڑو انھیں ہماری طرف دیکھنے کی فرصت ہی کہاں ہے پا پا اپنے کاروبار میں حیران ،ممی اپنی سہلیوں ، پارٹیوں یا پھر رشتے داروں میں مصروف اور عامر بھائی کو اپنے دوستوں سے فرصت نہیں میں ٹی وی اور انٹر نیٹ سے اپنی دل بہلائی کر لیتی ہوں تو کیا برا کرتی ہوں ؟ "صبیحہ رو ہانسی ہو رہی تھی۔

"اب تم اس مصروفیت کو ختم کرو امتحان سر پر ہے یہ ہمارا میٹرک کا سال ہے نا ہمیں پاس ہونا ہی ہے اور آگے پڑھنا ہے"

"مجھے کہاں پڑھنا ہے ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو میٹرک کے آگے نہیں پڑھایا جاتا امتحان میں پاس ہوں یا فیل بس شادی کر دی جاتی ہے میری تعلیم سے کسے خوش ہونا ہے ابو نے تو کبھی ہماری رپورٹ دیکھی نہ تعلیمی حالت پر غور کیا ، اور امی میری تعلیم کی طرف کیا توجہ دیتیں وہ تو ہمارے کھانے پینے کا تک خیال نہیں رکھتیں بس نوکروں نے جو پکا دیا جب دے دیا کھا لئے بس!صبیحہ کے لہجہ میں اداسی گھل رہی تھی "تم تو جانتی ہو نا کہ آج مسلمان ہر میدان میں کیوں پیچھے ہیں محض تعلیم کی کمی نے ترقی اور خوش حالی کے دروازے ہم پر بند کر دئے ہیں ، تمہاری باتوں میں آج لنچ نہیں لے سکے چلو کلاس کی طرف چلتے ہیں ٹائم ہو گیا ہے۔"

ظفر بیگ کا تعلق اوسط گھرانے سے تھا برسوں اگر بتی کے کارخانہ میں بطور لیبر کام کیا تھا دس سال پہلے اپنا الگ کاروبار شروع کیا بہت کم عرصہ میں وہ ایک بنگلے اور کار کے مالک بن چکے تھے۔اپنے لڑکے عامر اور لڑکی صبیحہ سے بہت پیار کرتے تھے بچوں کی ہر فرمائش پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔پیسے کی پر واہ نہ تھی۔سونے چا ندی کی چمک نے ان کی بیگم صفیہ کی آنکھوں کو چکا چوند ھ کر دیا وہ پچھلا وقت بھول گئی جب صبح سے شام تک گھر کے سارے کام نپٹا کر تھک جاتی تھی۔آج دو نوکرانیاں گھر کا کام سنبھال رہی تھیں اور صفیہ اپنی تفریحات میں مشغول رہتی

اسے یہ احساس ہی نہیں تھا کہ آج الکٹرانک میڈیا کس طرح بچوں سے ان کا بچپن اور معصومیت چھین رہا ہے ماں کو پتہ ہی نہ چلا کہ کار کے پیچھے آنے والے دو لڑکوں کو مار کر ان کا ڈرائیور بیٹی کی نظروں میں ہیرو بن چکا ہے اس کے وجود پر چھا گیا ہے۔ایک دن اسکول جلدی چھوٹ جانے پر شہاب الدین نے صبیحہ سے پو چھا "صبیحہ بی بی آپ نے میرے گھر کے بارے میں پو چھا تھا کیا آج آپ کو اپنا گھر بتا دوں ؟ صبیحہ نے خوش ہو کر کہا "ہاں ہاں چلو بتادو"کسی سلم ایریا میں اس نے ایک کمرہ کرائے پر لیا ہوا تھا جس سے ملحق چھوٹا سا کچن وغیرہ تھے قفل کھول کر صبیحہ کو بٹھایا اور اس کے لئے چائے بسکٹ لے آیا۔ صبیحہ نے مزے لیکر بسکٹ کھاتے ہوئے پوچھا "شاہی تم ہمیشہ اداس رہتے ہو کیا پرابلم ہے ؟نہ کبھی کوئی بات کرتے ہو نہ ہنستے بولتے ہو ؟

آپ کو کیا بتاؤں بی بی جی آپ بہت چھوٹی ہیں میری اداسی کی وجہ جان کر کیا کریں گی ؟

میں اتنی بھی چھو ٹی نہیں ہوں کہ کسی کے دکھ درد کو سمجھ نہ سکوں بتاؤ نا کیا بات ہے ؟ صبیحہ نے ضد کی۔

"کیا آپ کو معلوم ہے میں ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں موہن سنگھ کی لاری پر ڈرائیور تھا میں اور میری ماں ایک چھوٹی سے مکان میں رہتے تھے۔ہمارے پڑ وس میں ایک خوبصورت لڑکی تھی ہم دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے لیکن وہ ایک شہری بابو سے بیاہ دی گئی کچھ دن بعد ماں بھی مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئی میرا کہیں دل نہیں لگتا تھا گاؤں سے کیا زندگی سے بیزار ہو چکا تھا۔میرا ایک جگری دوست زبردستی مجھے شہر لایا اور مالک سے بات کر کے مجھے آپ کے ہاں کام پر لگا دیا"

"اب تو تم خوش ہو نا ؟ یہاں کسی لڑکی سے شادی کر لو سب ٹھیک ہو جائے گا "بات کرتے ہوئے صبیحہ کی زبان لڑکھڑا رہی تھی جیسے وہ نیند میں ہو۔"مجھ غریب سے شادی کون کرے گا؟ شہاب الدین کے چہرہ پر مظلومیت سی چھا گئی اس کی نظریں صبیحہ کے چہرہ پر مرکوز تھیں

"میں تمہارے لئے کوشش کروں گی امی سے کہوں گی کہ------ باتیں کرتے ہوئے صبیحہ نے سارے بسکٹ کھا لئے اور چائے پیتے ہوئے اس پر غنو دگی سی طاری ہو نے لگی تھی آواز ڈوب رہی تھی وہ لیٹ گئی تب ہی ڈا کو نے کچی دیوار میں نقب لگا دی۔ایک نا دان نے اپنا قیمتی موتی انجانے میں گنوا دیا وہ انمول تحفہ

جو ہر لڑکی شب عروسی میں اپنے دولہا کو پیش کرتی ہے صبیحہ کی دوشیزگی کی کتاب کا پہلا ورق میلا ہو گیا نیم بے ہو شی کے عالم میں وہ ایک نئی دنیا کی سیر کر رہی تھی۔بے لگام جوانی سودوزیاں سے بے خبر کر انجام سے لا پرواہ ایک انجانی شاہراہ پر دوڑتی چلی جا رہی تھی وہ اکثر و بیشتر آخری ایک دو پیریڈس چھوڑ کر شہاب کے ساتھ چلی جاتی اور پھر اپنے ٹائم پر گھر پہنچ جاتی چہرہ کا رنگ نکھر گیا تھا جسم بھر ابھرا لگ رہا تھا پاؤں تھے کہ زمین پر نہیں پڑتے تھے چڑھتی عمر کے لحاظ سے کسی نے اس بات کو اہمیت نہیں دی وقت دبے پاؤں گزر گیا امتحان شروع ہوئے لیکن صبیحہ اور ہی پڑھائی میں مصروف تھی لہذا فیل ہو گئی خاندانی دستور کے مطابق والدین کو اس کی شادی کی فکر ہوئی دولت مند گھر انہ تھا رشتوں کی لائن لگ گئی۔ خاندان کے اور باہر کے لڑکوں کے رشتے آنے لگے جو بھی لوگ اسے دیکھنے آتے اپنی پسند کا اظہار کر دیتے لیکن دوبارہ ادھر سے کوئی پہل نہ ہوتی اور بات وہیں پر ختم ہو جاتی۔چھ ماہ گزر گئے کئی رشتے آئے لوگوں نے صبیحہ کو پسند بھی کیا لیکن کہیں بات نہ بن سکی۔ظفر بیگ اور صفیہ بیگم حیران تھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لڑکے والے ایک بار آ کر دوبارہ کیوں نہیں آتے عامر بھی فکر مند ہو گیا اس نے رشتے کے لئے اخبار میں اشتہار دے دیا۔کئی رشتے آئے باپ بیٹے نے مل کر چند ایک کا انتخاب کیا ایک لڑکے والوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے دی تین چار معتبر خواتین کا رسے اتر کر اندر چلی گئیں ظفر بیگ اور عامر کو معلوم ہوا کہ نو شہ کے چھوٹے بھائی بھی آئے ہیں تو دونوں نے انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھا لیا دوران گفتگو معلوم ہوا کہ نو شہ کے والد مرحوم انکے بچپن کے دوست تھے عامر اور راشد بھی دوستانہ انداز میں باتیں کرتے رہے خواتین نے لڑکی کو پسند کیا اور دوبارہ آنے کا کہہ کر رخصت ہوئیں کئی دن گزر گئے لیکن ان کی طرف سے کوئی پیغام نہ ملا ادھر سب تشویش میں مبتلا ہو گئے عامر نے کہا کہ وہ خود راشد سے بات کرے گا کہ حقیقت کیا ہے راشد نے بتا یا کہ لڑکی دیکھنے کے دوسرے ہی دن کسی لڑکی نے فون کر کے بتایا کہ وہ اس لڑکی کی سہیلی ہے جسے ہم نے پسند کر لیا تھا اس نے بتایا کہ وہ لڑکی کسی اور کو پسند کرتی ہے لہذا ہم اسے اپنی بہو بنانے کا ارادہ ترک کر دیں۔عامر حیران سا راشد کی طرف دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ غصہ اور پشیمانی سے سرخ ہو رہا تھا وہ معذرت کرتا ہوا واپس ہو گیا گھر آ کر اس نے پچھلے دو چار لڑکے والوں کے فون نمبر لئے اور فون پر پوچھا کہ آپ رشتہ تو نہیں کر رہے ہیں لیکن اتنا بتا دیں کہ لڑکی کو پسند کرنے کے باوجود انجان کیوں ہو گئے کسی نے وہی بات بتائی جو راشد نے بتائی تھی کسی نے بتایا کہ ایک لڑکے نے فون کر کے بتایا

کہ وہ اس لڑکی سے محبت کرتا ہے اور لڑکی بھی اسے چاہتی ہے لہذا کوئی ان کے بیچ آنے کی کوشش نہ کرے سب کی باتیں سن کر عامر پیچو تاب کھاتا رہا اس کے تن بدن میں آگ سی لگی ہوئی تھی دل دماغ کو قابو میں رکھتے ہوئے صورت حال سے نپٹنے پر غور کر رہا تھا۔

اس دن صبیحہ اپنی سہیلی اسریٰ کی سالگرہ میں شرکت کے لئے ضد کر رہی تھی۔ کئی دن پہلے اس کے باہر آنے جانے پر پا بندی لگا دی گئی تھی۔ماں نے بمشکل اجازت دی اور ایک گھنٹہ میں واپس آنے کی تاکید کر دی۔ڈیڑھ گھنٹہ گزر جانے پر ماں نے عامر کو سہیلی کے گھر بھیجا۔شہاب الدین کے گھر کی طرف سے وہ گزر رہا تھا کہ اپنی کا رکو وہاں دیکھ کر ٹھٹک گیا وہ سوچ رہا تھا کہ شہاب خود گاڑی لیکر اسریٰ کے ہاں نہیں گیا اس لئے صبیحہ کے آنے میں دیر ہو گئی ابھی وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا وہ شہاب کو فورا وہاں بھیجنا چاہتا تھا اسی وقت صبیحہ شہاب کے گھر سے نکل کر اپنی کا رکی طرف جاتی نظر آئی وہ کار میں بیٹھ گئی اور سیاہ آئینے چڑھا لئے عامر حیران کھڑا دور سے دیکھ رہا تھا غصہ کے مارے اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا ایک جھٹکے سے اپنی بائیک اسٹارٹ کی اور ہوا کے دوش پر سوار گھر پہونچا وہ پور ٹیکو میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا اس کے ہاتھ میں لوہے کی ہتھوڑی تھی وہ بے حد مفطرب تھا جیسے ہی کار پور ٹیکو میں رکی صبیحہ ہنستی کھکھلاتی گاڑی سے اتر کر آ رہی تھی کہ عامر نے پو چھا "کہاں سے آ رہی ہو ؟ "جی میں اسری کے گھر سے آ رہی ہوں ""جھوٹ بکتی ہے ؟ میری آنکھوں میں دھول جھونکتی ہے ؟"عامر کھڑا ہوا حلق پھاڑے چلاّ رہا تھا صبیحہ اس کے تیور دیکھ کر اندر بھاگ گئی شہاب بھی تیزی کے ساتھ پلٹ کر گیٹ کی جانب بڑھ رہا تھا عامر لپک کرا سکے پیچھے بھا گا اور ہتھوڑی کا بھر پور دار اس کے سر پر کر دیا شہاب درد کی شدت سے تیور اکر گر پڑ ا سکے گرتے ہی عامر نے مسلسل کئی وار کئے چیخ و پکار کی آواز سن کر گھر کے لوگ باہر آ گئے تھے ظفر بیگ بھی مو جود تھے لیکن عامر کو روکنے کی ہمت کسی نے نہیں کی سب کھڑے دیکھ رہے تھے شہاب کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور جسم ساکت تھا۔عامر ہتھوڑی پھینک کر اندر چلا گیا گھبراہٹ میں صبیحہ نے پولس کو فون کر دیا تھا کچھ ہی دیر میں پولس آ گئی صورت حال کا جائزہ لے کر سب کا بیان قلم بند کیا۔عامر پر قتل کا مقدمہ چلا اور چودہ سال کی قید با مشقت ہو گئی ظفر بیگ کا پیسہ اور تمام کوششیں رائے گاں ہو گئیں وہ عدالت کا فیصلہ سن کر تھکے ہارے لرزیدہ قدموں سے گھر آئے اور بمشکل بتا یا کہ عامر کو چودہ سال کی قید با مشقت ہو گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تب ہی صبیحہ نے ایک چیخ ماری اور ماں سے لپٹ گئی "ماں مجھے مار ڈالو مجھے ختم کر دو میرے اس نا پاک وجود کو مٹا دو سارا قصور میرا ہے میں بھٹک گئی تھی ماں اور تم نے بھی تو میرے بہکتے قدموں کو نہیں دیکھا!ماں باپ بیٹی کی عزت و ناموس کے امین ہوتے ہیں نا ؟ پر اے دھن کی دلو جان سے حفاظت کرتے ہیں نا؟تم نے مجھے وہ نصیحتیں نہیں کیں جو صدیوں سے ہر ماں اپنی بیٹی کو کرتی رہی ہے دنیا کے نشیب و فراز اور سرد و گرم سے واقف کراتی رہتی ہے اپنی نئے زمانے کے تقاضوں سے روشناس کراتی ہے میرا نازک سابلوریں گلدان چُور چُور ہو گیا ماں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلا؟ میری سلگتی جوانی نے سب کچھ جلاد، یا سب کچھ ماں سب کچھ"

صبیحہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

کرسی پر بیٹھے ہوئے ظفر بیگ کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی روح جسم کے پنجرہ سے نکل کر پرواز کر چکی تھی۔ ہمدردی کے بہانے دونوں ماموؤں نے بزنس سنبھال لیا تھا اور چند ہی دنوں میں ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ماں بیٹی کو در در کی خاک چھاننے کے لئے گھر سے بے گھر کر دیا اور زندگی کا نٹوں بھری ایک طویل رہ گزر بن گئی۔

*****

طوفان کے بعد

ڈھل چکا دن اور تیری قبر پر
دیر سے بیٹھا ہوا ہوں سرنگوں
روح پر طاری ہے ایک پیہم سکوت
اب تو سازِ غم نہ سازِ جنوں
مستقل محسوس ہوتا ہے مجھے
جیسے تیرے ساتھ میں بھی دفن ہوں

شام کی خنک اور اداس ہوا سسکیاں لے رہی تھی سب لوگ جا چکے تھے۔
شکیل قبر کے پاس بیٹھا بڑ بڑا رہا تھا "ماں ہمارے درمیان یہ مٹی کا ڈھیر کیوں آ گیا میں تمہیں دیکھ سکتا ہوں نہ چھو سکتا ہوں تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں چھوڑ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر نہ جاؤں اور تم مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی گئیں۔مجھے اپنوں کا پتہ ٹھکانہ بھی نہیں بتایا میں کیا کروں ، ماں کہا جاؤں۔

وہ مٹی کو دونوں ہاتھوں سے الٹ پلٹ کرتا رہا ، روتا رہا ، مغموم شام تیزی کے ساتھ اپنے سیاہ پر پھیلا رہی تھی تب ہی موذن کی پرسوز آواز فضاء میں ابھری۔اور ایک سوگوار سا موسیقی ریز ارتعاش برپا کر گئی۔

امجد سلطان نے آج پھر شکیل کو مارا تھا یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا جو امجد نے اسے بے دردی سے مارا تھا۔وہ اکثر بات بے بات شکیل کو ڈانٹتا جھڑکتا پیٹتا رہتا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ بازو والے مکان کے سامنے کھڑی ایک خوبصورت کار کو دیکھ رہا تھا اسے کاروں سے جیسے عشق تھا بلیو کلر کی اس کار کو وہ گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا جس کی نرم نرم سیٹیں اور آئینہ کے سامنے جھولتی ہوئی گڑیا اسے دیوانہ بنا رہی تھی۔ امجد کہیں سے آ گیا اسے کھینچتا ہوا گھر میں لایا اور پٹائی کر دی۔غصہ میں جھلاتا شاید وہ باہر چلا گیا تھا اس لئے اس کی ماں اسے سمجھانے بیٹھ گئی تھی "شکیل بیٹے! تم سے کتنی بار کہا کہ تم ابو کی بات کا برا نہ ماننا وہ جو کچھ کہتے ہیں اس میں تمھاری بھلائی ہوتی ہے۔"

"امی جان میں نے بھی آپ سے کتنی بار کہا ہے انھیں میرا ابو نہ کہیں میں انھیں ابو نہیں مان سکتا اب میں چھوٹا بچہ نہیں ہوں پانچویں کلاس میں پڑھتا ہوں میں اپنے ابو کو بھولا نہیں ہوں شاید آپ کو یاد نہ ہو لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں دوسری کلاس میں فرسٹ آیا تھا تو ابو جانی کتنے خوش ہوئے تھے۔ڈھیر ساری مٹھائی اور کھلونے لائے تھے اور ہم دونوں کو باہر گھمانے لے گئے تھے اس دن ہم نے سرکس دیکھی اور خوب آئسکریم بھی کھائی تھی میں کبھی بیمار ہوتا تو ابو کس قدر پریشان ہو جاتے۔بار بار ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اپنے ہاتھ سے دوا پلاتے وہ میرے ابو تھے۔۔۔کہاں ہیں وہ ؟ مجھے یاد ہے کہ آپ ابو جانی سے بہت جھگڑا کیا کرتی تھیں ان کے کسی کام کا خیال نہیں رکھتی تھیں۔نہ ان کی کوئی بات مانتی تھیں۔میرے ابو جانی کہاں ہیں ؟ دادی امی اور چاچا کہاں ہیں ؟ ان کی گڑیا جیسی لڑکی للی اور فراز کہاں ہیں۔امی مجھے ان کے پاس لے چلیں ورنہ میں یہاں سے چلا جاؤں گا"۔شکیل رونے لگا۔اس نے گھر چھوڑنے کی بات کہی تو اس کی ماں چلاّ اٹھی۔

"نہیں شکیل!تم مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے تم چلے گئے تو میں مر جاؤں گی میں تمھارے ابو جانی سے جھگڑ اکر کے تمھیں اپنے ساتھ لائی ہوں یہ سچ ہے کہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہم دونوں میں بہت جھگڑا ہوا کرتا تھا کیوں کہ وہ بہت پڑھے لکھے ہیں انجینیر ہیں ان کے اپنے کچھ اصول تھے جن کی وہ سختی سے پا بندی کیا کرتے میں ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھی میرے والدین نے مجھے تعلیم بھی زیادہ نہیں دلائی تھی لیکن تمہاری دادی امی اور ابو جانی کو بتایا گیا تھا کہ میں بہت پڑھی لکھی ہوں سچ تو یہ ہے کہ اردو انگریزی تو دور کی بات ہے مجھے تو قرآن شریف تک ٹھیک سے پڑھنا نہیں آتا۔ تمہارے ابو نے مجھے پڑھانے کی بہت کوشش کی لیکن میں بد نصیب کوڑھ مغز کچھ بھی نہ سیکھ سکی میری سوتیلی ماں نے پکانا سینا بھی نہیں سکھایا سب مجھ سے بیزار تھے جیسے ہی تمھارے امتحان ختم ہوئے تمہارے ابو نے مجھے تمھارے نانا کے گھر لا کر چھوڑ دیا اور میں نے ان سے جھگڑ اکر کے تمہیں اپنے ساتھ رکھ لیا پھر میری ماں کے کہنے پر بابا جان نے اس شخص کو تمہارا ابو بنا دیا۔ آج میں زندگی کی ایک ایسی ایک کتاب ہوں جس کے ہر ورق پر سیاہی پوت دی گئی ہو یہ زندگی میرے لئے ایک روگ بن گئی ہے میں وہ بدنصیب عورت ہوں جو نہ سسرال میں کسی کا پیار پا سکی نہ شوہر کا دل جیت سکی نہ ہی تمھیں وہ پیار دے سکی جو ایک ماں دیتی ہے لیکن تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے میں بہت اکیلی ہو جاؤں گی میں انھیں سمجھاؤں گی کہ وہ تم سے بھی پیار کریں ٹھیک ہے ؟ "شکیل نے اپنے آنسو پونچھ لئے اور اثبات میں سرہلادیا۔

شکیل کی وجہ سے ان دونوں میں اکثر جھگڑے ہو نے لگے تھے۔ کسی دن امجد دیکھ لیتا کہ شکیل پڑھنے لکھنے میں منہمک ہے تو اس دن اس کی خیر نہ ہوتی وہ گلا پھاڑ کر چلا تا "کس کے پلّے کو اپنے ساتھ لائی ہو جو بیٹھا بیٹھا مفت کی روٹیاں توڑ تا رہتا ہے تم سے کہا تھا کہ گھر کا ہر کام اس سے لیا کرو یہاں مفت کا کھانا نہیں ملے گا۔ "

اس دن سے شکیل نے امجد کی موجودگی میں کبھی کتاب نہیں کھولی۔ ایک دن کسی بات پر اس نے شکیل کی ماں کو بہت مارا اور اس کا سر دیوار سے ٹکرا دیا وہ چیخ مار کر ایسے گری کہ پھر نہ اٹھ سکی۔ شکیل سکتے کے عالم میں کھڑ اسب دیکھ رہا تھا ماں کے گرتے ہی وہ جھپٹ کر آیا اور اس سے لپٹ کر "امی جان!امی جان!" چلّا نے لگا تب ہی امجد نے اسے بے تحاشہ پیٹنا شروع کیا تو وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا محلے کے لوگ جمع ہو گئے کسی نے شکیل کو سنبھالا کسی نے امجد کو قابو کیا۔ شام ہو تے ہو تے کچھ اور لوگ جمع ہو گئے سب نے مل کر شکیل کی ماں کو سپرد خاک کر دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شام کی خنک اور اداس ہوائیں سسکیاں لے رہی تھی سب لوگ جا چکے ہے شکیل قبر کے پاس بیٹھا بڑ بڑ ا رہا تھا

"ماں ہمارے در میان یہ مٹی کا ڈھیر کیوں آ گیا کہ میں تمھیں دیکھ سکتا ہوں نہ چھو سکتا ہوں تم نے مجھ سے کہا تھامیں تمھیں چھو ڑ کر نہ جاؤں اور تم مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی گئیں۔وہ شخص تو مجھے روز مارے گا پھر مجھے کون سمجھائے گا۔کھانا کون کھلائے گا ؟ مجھے اپنوں کا پتہ ٹھکانہ بھی نہیں بتا یا!میں کیا کروں ماں کہاں جاؤں۔۔۔ "

وہ مٹی کو دونوں ہاتھوں سے الٹ پلٹ کرتا رہا روتا رہا۔مغموم شام تیزی کے ساتھ اپنے سیاہ پر پھیلا رہی تھی تب ہی موذن کی پر سوزآواز فضا میں ابھری شکیل ست قدموں کے ساتھ گھر کی طرف چل پڑ ا۔گھر تو اپنوں کی موجودگی سے گھر ہوتا ہے وہاں تو میرا اپنا کوئی نہیں ہے پھر بھی اسی ٹھکانے پر مجبوراً جا نا ہے۔اب کیا ہو گا؟گھر پہنچا تو پڑ وس کی فریدہ آنٹی نے اسے سینے سے لگا کر تسلی دی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو نے لگا۔امجد کے کہنے پر فر یدہ نے اسے پکو ان سکھایا۔گھر کے کام سے فارغ ہو کر وہ اکثر قبر ستان چلا جاتا ماں کی قبر کے پاس بیٹھا باتیں کرتا "ماں تم مجھے کس کے سہارے چھوڑ گئیں میں سب کام اکیلا کرتا ہوں رات کو ہاتھ پاؤں بہت درد کرتے ہیں ماں۔تین دن پہلے اس شخص نے تمھارے البم سے تمام تصویریں نکال کر جلا دیں ایک تصویر میں نے چھپا لی ہے اس میں میرے ابو جانی ' دادی امی ، چاچا، چاچی، فر از میں اور للی ہیں میں نے اسے اپنے سوٹ کیس کے چور خانے میں چھپا دیا ہے سنو ماں!میں نے پانچویں کلاس پاس کر لی ہے لیکن کوئی خوش ہو نے والا نہیں ہے سینے سے لگا کر شاباشی دینے والا کوئی نہیں ماں!ہاں ایک بات بتانی تو بھول ہی گیا کہ اب وہ شخص مجھے نہیں مارتا وہ تو ایک عورت کے ساتھ باتیں کرتا اور ہنستا رہتا ہے وہ اب اسی گھر میں رہتی ہے وہ کہتا ہے میں اسے امی پکاروں اب تمھیں بتاؤ میں اسے امی کیسے پکار سکتا ہوں وہ مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی ہر وقت کام کرواتی ہے اپنے کپڑے بھی مجھ سے دھلواتی ہے کل عید تھی نا بہت کام تھا اس لئے تم سے ملنے نہ اس کا۔کسی نے مجھے نئے کپڑے نہیں بنائے نہ وہ شخص مجھے اپنے ساتھ نماز کے لئے لے گیا "اس نے روتے ہوئے قبر پر سر ٹیک دیا جیسے وہ ماں کی نرم گرم گو دہو۔

ایک دن وہ گھر چھوڑ کر چلا گیا۔اس دن اس کے ہاتھ سے دودھ کا گرم بگونا چھوٹ گیا تھا۔سارا دودھ فرش پر پھیل گیا وہ یوں سہاکھڑ ا رہا جیسے دو دھ کا بگونا نہیں بلکہ کوئی قیمتی گلدان گر کر چور چور ہو گیا ہو پہلے امجد نے دو طمانچے ر سید کئے پھر نئ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عورت نے بید کی چھڑی سے اس کے جسم پر نقش و نگار بنا دیئے۔ آدھی رات کے قریب وہ اپنے سوٹ کیس کو سینے سے لگائے نکل کھڑا ہوا۔ ماں کے دئے ہوئے کچھ پیسے سنبھال کر رکھے تھے اس نے حیدرآباد کا ٹکٹ لیا اور ٹرین میں بیٹھ گیا۔ وقت دبے پاؤں گزر گیا۔

حیدر آباد آئے ہوئے شکیل کو دس سال ہو گئے لیکن اسے اپنوں کی شکل نظر نہیں آئی تھی وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ لوگ کس مقام پر رہتے ہیں۔ زندگی جیسے ایک طویل سنسان رہ گزر بن گئی تھی نہ کوئی ساتھی نہ سنگھی نہ کوئی راہبر نہ منزل کا نشاں۔ حیدر آباد آنے کے چند دن بعد ہی اسے ایک کپڑے کی مل میں کام مل گیا تھا اس کے بھولے چہرے اور صاف گوئی نے مل مالک فخر الدین کا دل موہ لیا تھا۔ شکیل نے انھیں بتایا کہ اس کے والد ماں کو چھوڑ کر کہیں چلے گئے اور سوتیلے باپ نے ماں کی جان لے لی اس لئے وہ گھر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

فخر الدین نیک دل اور خداترس انسان تھے انھوں نے شکیل کی ہر طرح سے مدد کی اس نے کام کرتے ہوئے پڑھائی شروع کر دی تھی بی کام پاس کرنے کے بعد ایم بی اے کر رہا تھا۔ ایمانداری محنت اور سینیریٹی کے لحاظ سے وہ آج مل کا منیجر اور فخر الدین کا دست راست تھا۔ انھوں نے پہلی بار اپنے کسی قریبی رشتے دار کی سالگرہ پر اسے بطور خاص مدعو کیا تھا۔ تقریب میں شرکت کے لئے اس نے ایک قیمتی سوٹ سلوایا اور ایک بیش قیمت تحفہ بھی لے لیا تھا۔ فخر الدین کے ساتھ ان کی اسٹیم گاڑی سے اترتا ہوا وہ ان کے بیٹے جیسا لگ رہا تھا کئی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں سرو جیسا قد گورا رنگ سوز میں ڈوبی ہوئی مخمور آنکھیں اور چہرہ تعلیم کے نور سے دمکتا ہوا۔ جیسے عرش سے اترا ہوا کوئی فرشتہ۔ وہ یوسف ثانی نہیں تھا۔ لیکن اسے دیکھ کر حسین دوشیزاؤں کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں وہ آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں شکیل کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ سب اسی کے بارے میں بات کر رہی تھیں اس نے نظریں جھکا لیں جیسے اطراف کے ماحول سے بے خبر ہو۔ آج پہلی بار اسے اپنی شخصیت کی اہمیت کا احساس ہوا وہ دل ہی دل میں خوش تھا ہونٹوں سے پھوٹتی ہوئی خفیف سی مسکراہٹ کو دبا رہا تھا جو لوگ شکیل کو نہیں جانتے تھے انھیں فخر الدین بتا رہے تھے کہ یہ ان کا منہ بولا بیٹا ہے اور ان کی مل کا کرتا دھرتا وہی ہے ممنونیت بھری مسکراہٹ شکیل کے ہونٹوں پر رقصاں تھی اچانک اسے محسوس ہوا کہ ایک گوری چٹی تیکھے نقوش اور بھرے بھرے جسم والی لڑکی ٹکٹکی باندھے والہانہ انداز میں اسے دیکھ رہی ہے۔ جیسے یادداشت کے سمندر میں کوئی کھویا ہوا موتی تلاش کر رہی ہو۔ جیسے کچھ کہنا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چاہتی ہو۔وہ آگے بڑھ کر کچھ پوچھ بھی تو نہیں سکتا تھا اسے کیا حق تھا کہ وہ کسی اجنبی لڑکی سے کوئی بات کرتا وہ تو فخرالدین کا ملازم تھا۔کچھ دیر بعد وہ وہاں نظر نہیں آئی جہاں سوچ میں ڈوبی ہوئی بیٹھی تھی۔شکیل کی نظریں اسے تلاش کر رہی تھیں وہ دور ایک کونے میں کھڑی اسی کی طرف دیکھتی ہوئی نظر آگئی سحر زدہ سا اسے دیکھتا رہا جیسے وہ کہہ رہی ہو۔

تم اتنی دور سے چل کر میرے قریب آئے

اب آؤ پاس ہی بیٹھو تھکن مجھے دے دو

یہ کیسی بے چینی ہے جس میں سکون کی چاشنی بھی گھلی ہوئی ہے جیسے دل آگہی دے رہا ہو کہ یہی ہے تیری منزل تجھے آج تک اسی کی تلاش تھی آگے بڑھ اس کا ہاتھ تھام لے اور اپنی منزل کے آگے دو زانو ہو جا۔یہ میں کیا سوچنے لگا؟ وہ امیر باپ کی نور نظر محلوں کی شہزادی!اور میں ایک یتیم یسیرادنیٰ ' غلام،اس کا دمکتا ہوا چہر جیسے بجھ سا گیا۔وہ جلد از جلد گھر لوٹ جانا چاہتا تھا لیکن سالگرہ کا ہنگامہ عروج پر تھا۔تالیوں کے شور میں اسی جان محفل کو پھول پہنائے گئے اور کیک کاٹا گیا فخر الدین نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے مبارک باد دی اور بتایا کہ جلیل احمد کی لڑکی لبنیٰ آج اپنی زندگی کی سولہویں بہار کا استقبال کر رہی ہے۔پر تکلف کھانا ہوا کچھ دیر بعد تقریب اختتام کو پہنچی۔

رات بھر شکیل کروٹیں بدلتا رہا سوچتا رہا اس کا دل کیوں اس لڑکی کی طرف کھینچا جا رہا ہے جسے جانتا پہچانتا ہی نہیں وہ جیسے نس نس میں سمائی جا رہی تھی پہلی نظر میں وہ اپنی سی لگی تھی اسے دیکھ کر روح ٹھٹک گئی تھی جیسے کسی بھٹکے ہوئے پرندے کو اچانک اپنا نشمین نظر آ جائے۔کون ہے یہ ؟ پہلی بار اسے اپنے دل میں ایک درد سا محسوس ہو رہا تھا ایسا درد جس میں ایک بے نام سی لذت بھی شامل تھی میٹھی میٹھی کسک تھی۔پتہ نہیں زندگی میں ایسا کیوں ہوتا ہے ہم جسے چاہتے ہیں اسے حاصل نہیں کر سکتے اور جو حاصل نہیں ہو سکتا دل اسی کے لئے تڑپتا ہے مچلتا ہے۔نیند کا پتہ نہیں تھا۔رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی وہ بستر سے اٹھا اور مصلی بچھا کر سجدہ ریز ہو گیا۔کہتے ہیں محبت انسان کو خدا سے قریب کر دیتی ہے۔ جانے وہ کب تک اپنے پروردگار کے آگے گڑگڑاتا رہا۔صبح وہ دیر سے اٹھا مل پر جانے میں بھی دیر ہو گئی۔فخر الدین پہلے سے موجود تھے اسے آتا دیکھ کر مسکرائے اور کہا۔میرا اندازہ تھا تم دیر سے آؤ گے ویسے آج گھر پر آرام کر لیتے تو بہتر تھا ' رات شاید ٹھیک سے سوئے نہیں ؟ شکیل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے سر جھکا لیا وہ کیسے بتاتا کہ رات اس پر کتنی بھاری گزری اور کیوں بھاری گزری ہے۔اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی غیر ارادی طور پر اس نے جھپٹ کر فون اٹھا لیا دوسری طرف سے مردانہ آواز آئی۔

"ہیلو!کیا آپ فخر ماما سے بات کرائیں گے ؟ میں جلیل بات کر رہا ہوں "ر یسیور فخرالدین کی طرف بڑھاتے ہوئے شکیل نے کہا "جلیل صاحب کا فون ہے "۔"ہاں بھئی کہو کیا بات ہے کیا آج سائٹ پر نہیں گے "؟نہیں ماما کل کی تھکان نہیں اتری ابھی گھر ہی پر ہوں آپ کی طبیعت کیسی ہے ؟ "بس ٹھیک ہوں۔کہو کیا کوئی خاص بات ہے ؟"

"ماما کہنا یہ تھا کہ ہم لوگ آپ کے منہ بولے بیٹے کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہیں وہ کون؟ ہے کہاں سے آیا ہے ؟اس کے والدین کہاں ہیں ؟ کیوں کیا بات ہے ؟کیا ہوا ؟

"ماما دراصل ہم نے اسے لبنیٰ کے لئے پسند کیا ہے اور اس کے بارے میں تفصیل جاننا چاہتے ہیں "۔

"بھئی بات یہ ہے کہ پچھلے دس سالوں میں شکیل کی روئداد میں نے بھی نہیں پوچھی اس نے صرف اتنابتایا تھا کہ وہ بنگلور سے آیا ہے اس کی ماں کے انتقال کے بعد سوتیلے باپ اور سوتیلی ماں نے بے حدوحساب ظلم ڈھائے اور وہ گھر چھوڑ کر نکل گیا مزید تفصیل میں پوچھ کر بتاؤں گا۔؟

شکیل کا دل بے تحاشہ اچھلنے لگا آخر جلیل احمد میرے بارے میں کیوں پوچھ رہے تھے انھوں نے کل والی چوری تو نہیں پکڑلی۔کیا میری ملازمت میری منزل مجھ سے چھینلی جائے گی ؟ شکیل کھڑا کھڑا پسینے میں نہا رہا تھا۔فخر الدین فون رکھ کر اس کیطرف پلٹے تو اس کی غیر ہوتی ہوئی حالت کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔اسے اپنے کیبن میں لے گئے پانی پلایا اور سکون سے بیٹھنے کہا ان کے ہونٹوں پر مسکر اہٹ کھیل رہی تھی شکیل کی ڈھارس بندھی وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔فخر الدین گویا ہوئے۔

"شکیل تمھیں یہ جان کر مسرت ہو گی کہ جلیل احمد اور ان کی بیگم نے تمھیں ان کی بیٹی کے لئے پسند کیا ہے وہ تمھارے بارے میں تفصیلات جاننا چاہتے ہیں شکیل حیرت سے منہ کھولے فخر الدین کے ایک ایک لفظ کو غور سے سن رہا تھا اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں ار ہا تھا حیرانی اور شادمانی کے ملے جلے جذبات اس کے چہرے سے عیاں تھے اس نے بتا یا کہ وہ اپنے بارے میں صرف اتنا جانتا ہے کہ اس کے والد انجینیر ہیں وہ ماں سے خوش نہیں تھے اس لئے انھیں طلاق دے دی اور انکے والد کے گھر بھیج دیا والد نے کسی شخص سے ان کا نکاح کر وا دیا جس کے ظلم سہتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئے ماں مر گئی سوتیلے باپ نے دو سری شادی کر لی ان دونوں نے اس کے سر پر ظلم کے پہاڑ توڑے با لآخر وہ گھر سے بھاگ نکلا۔"تمہارے والد کا کیا نام ہے ؟ "ان کا نام جمیل احمد ہے وہ انجینئر ہیں جا نے وہ کہاں ہیں میں پچھلے دس سال سے ان سب کو کھوج رہا ہوں میری بہت پیاری سی دادی تھیں جو مجھ پر ہزار خوشیاں نچھاور کرتی تھیں وہ میرے دل سے کبھی دور نہیں ہوئیں میرے چاچا چاچی اور ان کے دو بچے بھی تھے ایک لڑکا اور ایک گڑ یا جیسی لڑکی تھی۔میں آپ کو ان کی تصویر بتا سکتا ہوں جو آج بھی میرے سوٹ کیس کے چور خانے میں محفوظ ہے شاید آپ نے انھیں کہیں دیکھا ہو میں اپنے کمرے تک جا کر ابھی آتا ہوں۔۔۔۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی طرف گیا اور دوڑتا ہوا واپس آیا اور فخر الدین کے ہاتھ میں تصویر دے دی جسے وہ غور سے دیکھ رہے تھے اور ان کی آنکھ سے آنسو رواں تھے۔؟ شکیل حیرت سے انھیں دیکھ رہا تھا فخر الدین نے بتا یا کہ شکیل کی دادی ان کی اکلوتی بہن ہیں جنھوں نے اپنے پو تے کی یاد میں رو رو کر اپنی بینائی کھو دی ہے خاندان کے لوگوں نے آپریشن کیلئے مجبور کیا تو ہمیشہ ایک ہی جو اب دیا کہ جب شکیل آ جائے تو بتا دینا میں اسی دن آپریشن کر والوں گی اور سب سے پہلے اسی کا چہرہ دیکھوں گی۔میں نہیں جانتا تھا کہ تم ہی وہ شکیل ہو

وہ ایک جھٹکے سے اٹھے اور شکیل کو سینے سے لگا کر رونے لگے پھر اپنی آواز پر قا بو پاتے ہوئے کہا۔

"جب تمہاری ماں نے کو رٹ کے ذریعہ تمھیں حاصل کیا اور اپنے ساتھ لیکر چلی گئی تو انھوں نے دنیا سے کنارا کر لیا چلو میں تمہیں ان سب سے ملاؤں جو تمہاری یاد کو سینے سے لگائے تمھارے انتظار میں جی رہے ہیں تم میری بہن کی آنکھوں کے نور دل کے سرور ہو میں کہہ نہیں سکتا کہ وہ تمھاری آمد کی خو شی کو کیسے سہار سکیں گی فراز اور لبنیٰ بھی تمہیں نہیں بھولے تم لبنیٰ کو للی پکارا کرتے تھے اس لئے سالگرہ کے دن تم لبنیٰ کا نام سن کر چونک گئے تھے کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے میں نے محسوس کیا تھا کہ تم اور لبنیٰ ایک دو سرے کو غور سے دیکھ رہے تھے۔چلو شکیل ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر ہمیں جلیل کے گھر چلنا چاہئے۔"شکیل حیرت زدہ بیٹھا سب کچھ سنر ہا تھا۔"کیا سوچ رہے ہو آج اوپر والے کو تم پر رحم آ گیا ہے وہ تمام خوشیاں تمھیں لو ٹا رہا ہے اس نے کہا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ چلو چلتے ہیں "۔"ہاں انکل!کیا میرے ابو جانی بھی وہاں ہوں گے ؟"نہیں وہ اپنی دو سری بیوی کے ساتھ امر یکہ میں ہیں وہ ایک تعلم یافتہ اور نیک عورت ہے انھیں گئے ہوئے سات سال ہو گئے ہیں وہ عنقریب آنے والے ہیں:

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شکیل فخر الدین کے ساتھ ایسے چل رہا تھا جیسے اس پر مسمریزم کر دیا گیا ہو جب وہ دونوں جلیل منزل پہنچے تو فخر الدین کے گلے سے مارے خوشی کے آواز نہیں نکل رہی تھی وفور جذبات سے ان کا گلہ رندھ گیا تھا ہونٹوں پر مسکراہٹ آنکھوں میں نمی لئے وہ پھنسی پھنسی آواز میں بہن کو پکار رہے تھے۔"آپا بیگم!دیکھئے میں آپ کی آنکھوں کی روشنی لے آیا ہوں جلدی آؤ۔سب لوگ جلدی آؤ۔"

گھر کے سب افراد دوڑے ہوئے آئے فخر الدین نے شکیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا"جلیل دیکھو یہ شکیل ہے جمیل کا بیٹا شکیل دیکھو دیکھو۔لبنیٰ دادی کا ہاتھ تھامے چلی آ رہی تھی اور شکیل دادی امی کہتا ہوا ان کے قدموں سے لپٹ گیا تو کر چاکر بھی جمع ہو گئے بھیگی پلکوں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔فراز اور لبنیٰ اپنے بڑوں کو سنبھال رہے تھے۔

خوشیوں اور طمانیت کی اس معراج پر زندگی جیسے تھم گئی تھی وقت ٹھہر سا گیا تھا۔

*****

کشمکش

عرصہ سے ان کے نقش قدم کی تلاش ہے
سجدے میں سر جھکائے زمانے گزر گئے
آتے تو رہتے ہیں وہ خیالوں میں رات دن
لیکن خود ان کو آئے زمانے گزر گئے

وہ ملازمت کیلئے انڈیا سے امریکہ آیا تھا۔ہم نے خوشیوں سے بھرے بہت سارے دن ایک ساتھ گزارے تھے لیکن میرے محبوب نے مجھ سے کوئی خوبصورت وعدہ نہیں کیا میری محبت کا محل صرف میں نے تعمیر کیا تھا۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ میرا محبوب اسے آباد کرے گا یا نہیں ؟

---☆---☆---

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اتوار کا دن تھا موسم سر ما کی خوشگوار صبح تھی۔انجم نے مہر کو بتا یا کہ مس مارگر یٹ امر یکہ سے انڈیا پہنچ گئی ہے اور انھیں جلد از جلد اس کے پاس پہنچنا ہے۔

"یہ مارگر یٹ کون ہے جس کی تم دیو انی ہو ؟ انجم میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم سعودی کی اچھی خاصی ملازمت چھو ڑ کر کیوں چلی آئیں اور یہ (Boutique) کیوں کھول لیا جس کا تمہیں تجربہ ہی نہیں ہے "مہر نے کہا

"میری تو دیرینہ آرزو تھی کہ اعلی پیما نے پر سیونگ سنٹر کھولوں اور اس کے ساتھ ہی اپنا ایک بتیک بھی ہو یہ خواہش اس وقت پوری ہو گئی جب مس مارگریٹ سعودی آئیں اور ایک چھوٹے سے حادثہ میں زخمی ہونے کے بعد ہمارے دوا خانہ میں شریک رہیں وہ میری خد مت سے بہت خوش ہوئیں مجھے بڑے انعام اکرام سے نوازا میرے گھریلو حالات کے بارے میں جان کر د کھی ہوئیں کہ میں اپنے معذور شوہر اور بچوں کو چھوڑ کر یہاں ملازمت کر رہی ہوں اس نے بتایا کہ اسے انڈیا اور انڈیا کے لوگ اچھے معلوم ہو تے ہیں وہ بہت جلد اپنا کاروبار انڈیا میں شروع کرنا چاہتی ہے جب میں چھٹی پر انڈیا آئی اسوقت وہ بھی امر یکہ سے آ گئی اور ایک معقول سر مایہ سے سنٹر اور بتیک کھول دیا اور میرے حوالے کر دیا رہی تجر بہ کی بات توہر کام کا تجربہ ، وقت اور محنت سے خود بخود حاصل ہو جاتا ہے

"انجم نے مہر کو بتا یا "تم نے بڑی ہمت کا کام کیا ہے ویسے کتنی آمدنی ہو جاتی ہے کیا مارگریٹ تمہیں تنخواہ دیتی ہے ؟

"معقول آمدنی ہو جاتی ہے ہم دونوں پا رٹنر ہیں اور آمدنی میں برابر کے حصہ دار ہیں ایک بات بتاؤں یہ مارگر یٹ جو ہے امریکہ کی امیر ترین عورت ہے اس کی دولت کا کوئی حساب نہیں ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اسے انڈیا کیوں پسند ہے اس نے یہاں کاروبار کیوں شروع کیا شاید میں نے تمہیں نہیں بتایا کہ اس نے یہاں ایک اولڈ ہوم بھی قائم کیا ہے اور بتیک سنٹر سے ملنے والا منافع اولڈ ہوم پر خرچ کر دیتی ہے"

"اس نے یہ بہت اچھا کام کیا ہے ہمارے ہاں اس کی سخت ضرورت تھی یہاں جو او لڈ ہوم ہیں وہاں (شریک ہونے والوں کو) بھاری اخراجات برداشت کرنے پڑ تے ہیں"

"یہاں اخراجات برائے نام دینا پڑ تے ہیں اور ہر فرد کا خاص خیال رکھا جاتا ہے ان بوڑھے لوگوں کی حالت دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے پتہ نہیں لوگوں کا خون اس قدر سفید کیوں ہو گیا ہے ماں باپ اپنے چار ، چھ بچوں کو خون جگر پلا تے اور پال پوس کر بڑا کرتے ہیں اپنے پیروں پر کھڑا کرتے ہیں دن رات ان کی کامیابی اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ترقی کی دعائیں کرتے نہیں تھکتے پھر یہی بچے ایک مقام پر پہنچ کر والدین سے دور ہو جاتے ہیں اپنی اپنی زندگی کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر انھیں بھول جاتے ہیں "انجم نے کہا

"ہاں انجم عمر رسیدہ لوگوں کی زندگی کا یہی المیہ ہے کہ وہ جوانی میں اپنا پیار اولاد پر لٹاتے ہیں اور بوڑھے ہونے کے بعد اسی اولاد کی محبت اور خلوص کی ایک نظر کے لئے تڑپتے ہیں ان کی آنکھیں کسی چاہنے والے کے انتظار میں فرش راہ بن جاتی ہیں "باتوں میں راستہ کب طئے ہو گیا پتہ ہی نہ چلا دونوں اولڈ ہوم پہنچ گئیں۔ مہر اولڈ ہوم کی وسیع و عریض خوبصورت عمارت کو دلچسپی اور حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔گیٹ میں داخل ہوتے ہی محسوس ہوا جیسے کسی محل میں آ گئے ہیں کمپاؤنڈ ہرے بھرے بیل بوٹوں سے سجا ہوا تھا عمارت کے تمام کمرے کشادہ ، صاف شفاف چمکدار اور ہوادار تھے۔کمروں کی تعداد بیس بائیس رہی ہو گی جس میں ایک آفس روم اور ایک ڈسپنسری کے لئے مخصوص تھے۔فرسٹ فلور پر مارگریٹ کا کمرہ تھا جہاں ضرورت کا ہر سامان موجود تھا انٹر کام کے ذریعہ ہر کمرے سے اور باہر آنے والوں سے رابطہ کیا جاتا تھا۔انجم اور مہر کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ مارگریٹ کو مہر نے دیکھا تو دیکھتی رہ گئی گلاب جیسا سرخ وسفید چہرہ ، ذہانت کے نور سے چمکتی مسکراتی آنکھیں ، ہلکے گلابی رنگ کا لباس زیب تن کئے چاق و چوبند مارگریٹ اسے بہت اچھی لگی ایک صحت مند اور پر خلوص مسکراہٹ کے ساتھ اس نے دونوں کو خوش آمدید کہا انجم نے دیکھا کہ اس کے مسکراتے چہرہ پر اداسی کی لکیر تھی مارگریٹ کے "ہیلو" کہنے پر وہ چونک سی گئی اور جلدی سے مہر کا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

"یہ میری بچپن کی دوست ہے ایک سیونگ سنٹر اور ایک اسکول بھی چلاتی ہے آپ سے ملنے کی خواہشمند تھی اس لئے میں ساتھ لے آئی "کچھ ہی دیر میں پر تکلف چائے آ گئی چائے کے بعد تینوں اولڈ ہوم کے مکینوں سے ملاقات کے لئے نکل گئے مارگریٹ کا معمول تھا کہ وہ جس دن آتی اسی دن نئے شریک ہونے والوں کا رجسٹر دیکھتی ان سب سے ملتی۔سب اس کا احترام کرتے اس سے مل کر بے حد خوش ہوتے اور دعائیں دیتے۔ان لوگوں میں تعلیم یافتہ اور ان پڑھ بھی تھے جو اعلی اور اوسط طبقہ سے تعلق رکھتے تھے ان میں مرد وخواتین کی تعداد تقریباً برابر تھی کچھ تو بے حد ضعیف اور کمزور تھے اور کچھ بیمار اور معذور تھے یہ سب اپنوں کے ستائے ہوئے وقت کے پچھاڑے اور سماج کے ٹھکرائے ہوئے قسمت کے مارے لوگ تھے کسی مرد کی بیوی نے بے وفائی کی تھی تو کسی عورت کے شوہر نے اولاد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہ پیدا کرنے کے جرم میں دوسری شادی کر کے اسے بے سہارا کر دیا کوئی میاں بیوی اپنی اولاد کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوئے اپنے ہی گھر میں اجنبی بن گئے تھے اور کسی کی اولاد نے انھیں گھر سے بے گھر کر دیا تھا سب سے مختصراً انٹر ویو لیتے ہوئے دو تین گھنٹے گزر گئے اس دوران انجم غور کرتی رہی کہ مارگریٹ بات کرتے ہوئے کبھی کبھی کھو سی جاتی اداس ہو جاتی اور ادھر ادھر دیکھنے لگتی ہے جیسے کسی کو کھوج رہی ہو کھوئی کھوئی سی مارگریٹ کی شخصیت پر اسرار سی لگتی اس نے سوچا کہ وہ مارگریٹ سے ضرور بات کرے گی اس کے دل کا درد جاننے کی کوشش کرے گی۔

دوسرے دن انجم نے بو تیک جلدی کھول دیا مارگریٹ نے امریکہ سے جو کپڑے لائے تھے انھیں شو کیس میں سیٹ کرنا تھا۔وہ ابھی کام سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ مارگریٹ حسب وعدہ آ گئی۔وہی اداسی کی لکیر لیا ہوا مسکرا تا چہرہ کھوئی سی آنکھیں۔ انجم نے دوکان کے حسابات پیش کئے اسی دوران ایک خو بصورت دبلی پتلی سی لڑکی دوکان میں داخل ہوئی وہ ایک آسمانی رنگ کے مردانہ ٹی شرٹ کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی جس کے ایک سائڈ میں خوبصورت گلا ب پینٹ کیا ہوا تھا انجم نے ایک تجربہ کار دوکاندار کی طرح اس ٹی شرٹ کی خوبیاں بتائیں پھر بھی اس کی قیمت معلوم ہونے پر لڑکی خاموش ہو گئی تب مارگریٹ نے کہا "بے بی میں سمجھ گئی تم نے اپنے بھائی یا بوائے فرینڈ کے لئے اس ٹی شرٹ کو پسند کیا ہے تمہاری پسند بہت اعلی ہے تم نے جس کے لئے یہ پسند کیا ہے کیا اسے بھی یہ رنگ پسند ہے ؟

لڑکی نے شرماتے ہوئے اثبات میں سر کو جنبش دی مارگریٹ نے کہا "میں سمجھ گئی تم اپنے فرینڈ کو تحفہ دینا چاہتی ہو تمہارا فرینڈ بہت نیک ،با وفا اور روحانیت پسند ہے وہ ملنساراور با اخلاق ہونے کے علا وہ با مقصد زندگی گزار نے والا اور حقیقت پسند لڑکا ہے آسمانی رنگ پسند کرنے والے بڑی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں چاہنے اور چاہے جانے کے خواہش مند بھی ہوتے ہیں۔"آنٹی آپ نے بالکل ٹھیک کہا میں حیران ہوں آپ نے یہ سب کیسے کہہ دیا"

"میں تمہارے بارے میں بتاؤں تم نے یہ جو گلا بی کپڑے پہنے ہوئے ہیں تم پر بہت جچ بھی رہے ہیں ظاہر ہے یہ رنگ تمہارا پسندیدہ ہے اس کو پسند کرنے والے اعلی کردار ملنسار خدمت گزار اور حساس طبعیت کے مالک ہوتے ہیں تم دونوں اپنی زندگی میں کامیاب اور خوش رہو گے میں یہ ٹی شرٹ تمہیں تحفہ دیتی ہوں لے لو "لڑکی نے خوشی کے مارے مارگریٹ کے ہاتھ کو چوم لیا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے شرٹ کو تھام لیا۔انجم حیرت و اشتیاق سے مارگریٹ کی باتیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سن رہی تھی اس کی تجربہ کار نظر اور معلومات پر دل ہی دل میں داد دے رہی تھی اور یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ اس لڑکی کی طرف سے اسے بے شمار گاہک مل سکتے ہیں۔مارگریٹ کا خوشگوار موڈ دیکھتے ہوئے انجم نے محتاط انداز میں بات شروع کی اس وقت کو وہ گنوانا نہیں چاہتی تھی۔"مس مارگریٹ میں آپ کے تجربہ اور معلومات پر حیران ہوں آپ کی ذاتی زندگی کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں برا تو نہیں مانیں گی ؟

"کیا بات ہے آج تم میرا انٹرویو کیوں لینا چاہتی ہو ؟"مارگریٹ نے خوش دلی سے مسکراکر الٹا انجم سے سوال کر دیا۔

"میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کچھ بے چین اور اداس رہتی ہیں آپ کو کیا تکلیف ہے کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتی ہوں ؟"

"انجم غم اور خوشی تا دم حیات انسان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں یہ تو کوئی خاص بات نہیں ہے نا ؟ اور کیا پوچھنا چاہتی ہو ؟"آپ نے شادی کیوں نہیں کی ؟

"میرے ڈِپارٹمنٹ میں میری پوسٹ والوں کو شادی کی اجازت نہیں تھی بس اس لئے نہیں کی"

"آپ کی زندگی کا کوئی ساتھی نہیں ہے آپ کو تنہائی کا احساس ہوتا ہو گا نا ؟"

"ہاں یہ احساس تواب ہونے لگا ہے کیونکہ دوست احباب رشتے داروں نے مجھے بہت لوٹا دوستی اور خلوص کی آڑ میں مجھے دھوکہ دیتے رہے اسی لئے تومیں نے اس نئے مقام پر اپنے آپ کو مصروف کر لیا ہے دکھی لوگوں کو دیکھ کر مجھے اپنا دکھ کم محسوس ہوتا ہے اور انھیں خوشی دے کر مجھے خوشی ہوتی ہے"

"آپ کا کوئی خاص دوست نہیں ہے ؟ کوئی ہمدرد؟"

مارگریٹ نے ایک سردآہ بھری اور خاموش ہو گئی۔

"مس مارگریٹ معافی چاہتی ہوں آپ کو میری بات سے تکلیف پہنچی ہے"

"نہیں یہ بات نہیں ہے میں اس کے بارے میں سوچ رہی تھی جو میرا نہ تھا لیکن میں اس کی ہو چکی تھی وہ انڈیا سے ملازمت کے لئے امریکہ آیا تھا ہم نے خوشیوں سے بھرے بہت سارے دن ایک ساتھ گزارے تھے لیکن میرے محبوب نے مجھ سے کوئی خوبصورت وعدہ نہیں کیا میری محبت کا محل صرف میں نے تعمیر کیا تھا یہ نہیں جانتی تھی کہ میرا محبوب اسے آباد کرے گا یا نہیں ؟

"وہ جب اچانک مجھ سے دور ہو گیا تو مجھے محسوس ہوا جیسے میری کوئی قیمتی شئے کھو گئی ہے۔اکیلے پن کے احساس نے مجھے گھیر لیا۔۔۔"مارگریٹ چند لمحوں کے توقف کے بعد پھر گویا ہوئی "مجھے سمجھ میں آ گیا تھا کہ لوگ خوشی میں کیسے دیوانے ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جاتے ہیں اور حسرتوں کے ہجوم اور نا امیدی کے اندھیروں میں کیسے پاگل ہو جاتے ہیں میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا انڈیا میں اس کے بیوی بچے موجود تھے وہ ان کا وفا دار تھا اپنی بے لوث محبت اور کروڑوں کی دولت سے بھی میں اسے جیت نہ سکی وہ چاہتا تو مجھے دھوکہ دے سکتا تھا لیکن وہ لالچی نہیں تھا بڑا معصوم تھا ، اس کا دل آئینے کے طرح شفاف تھا میں اسی کی تلاش میں یہاں آئی ہوں اپنے دل کا خالی کشکول لئے اس کی گلیوں میں گھوم رہی ہوں وہ ڈائری کھو گئی ہے جس میں اس کا پتہ اور فون نمبر تھا میری معصوم محبت کوئی عام سی محبت نہیں تھی کہ اس پر اثر ہی نہ ہوتا میرے جذبے سچے تھے مجھے امید ہے وہ مجھے پھر ایک بار ملے گا جب ملے گا تو یہ اولڈ ہوم اور تمام بزنس میں جان کے حوالے کر دوں گی "مارگریٹ کی آواز بھرا گئی۔

"کیا اُن کا نام جان تھا ؟"

"نہیں۔اس کا نام جاوید تھا۔میں نے اسے یہ نام پیار سے دیا تھا"

"جاوید۔۔۔جاوید۔۔۔"انجم جیسے کچھ سوچ میں پڑ گئی پھر پوچھا؟

"میڈم کیا آپ کے پاس ان کی کوئی تصویر ہے اگر ہے تو مجھے بتائیں شاید وہ کبھی میری نظر میں آ جائیں"

"ہاں اس کی تصویر ہمیشہ میرے بیگ میں موجود رہتی ہے۔لو دیکھو!

انجم نے جاوید کی تصویر دیکھی تو ساکت ہو گئی گویا اس کے وجود پر منوں وزنی چٹان گر پڑی ہو۔اور اس چٹان کے بوجھ تلے پاش پاش ہوتی ہوئی ، اس کی ٹوٹتی بکھرتی سانسوں کے ساتھ زخمی دماغ محض ایک ہی نقطے پر مرکوز ہو چکا ہو۔

"جا۔۔۔و۔۔۔وید!!جا۔۔۔وید"اس کا خاوند۔۔۔جاوید اور وہ ایک اذیت ناک کشمکش ہیں ڈوب سی گئی۔

یہ تو خود اس کا شوہر ہے وہ اذیت ناک کشمکش میں مبتلا ہو گئی۔

*****

زندگی کے رنگ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اہل ہوس کیا ساتھ نبھاتے سخت کٹھن تھی منزل منزل
عشق تو آخر عشق ہی ٹھہرا راہیں ڈھونڈیں مشکل مشکل
تم سے چھٹ کر سب کچھ پایا لیکن دل کا چین نہ پایا
دیکھ پھرے ہم جادہ جادہ ڈھونڈ پھرے ہم منزل منزل

تم نے طلاق نامہ بھیج دیا۔میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔طلاق نامہ ہاتھ میں لئے یوں بیٹھی رہ گئی جیسے کسی معصوم کے ہاتھ سے اس کا من پسند کھلونا ٹوٹ گیا ہو۔دولت مند اور ملازم عورت کا بھوت تم پر سوار ہو چکا تھا تمہاری آنکھوں پر خود غرضی کے پردے پڑ گئے تھے جبکہ اولاد کے لئے ماں باپ اپنا آپ تج دیتے ہیں۔شطرنج کی بازی تم نے جیت لی۔حالانکہ دو طاقتور مہرے میرے بھی ہاتھ میں تھے۔مہر معاف کر کے اور بچوں کی ذمہ داری اپنے سر لے کر میں نے غلط چال چلی۔ایک غیر ذمہ دار اور سرکش مرد کو بخش دیا۔یہ میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی۔جو میری اور بچوں کی زندگی پر محیط ہو گئی۔

اداس اور یخ بستہ راتیں کاٹے نہیں کٹتیں۔رات کی بڑھتی سیاہی کے ساتھ جانے کیوں ہر درد سوا ہونے لگتا ہے۔رات اس ماں کے لئے تڑپ بن جاتی جس کے بیٹے سات سمندر پار غم روزگار کو سینہ میں دبائے پردیس کی خاک چھان رہے ہوتے ہیں۔رات ایک بیوہ کے لئے ناگن تو کبھی سہاگن کے لئے کانٹوں کی سیج اور کسی مطلقہ کے لئے پچھتاوے کا الاؤ بن جاتی ہے۔رات کسی بیمار کے لئے آہ اور یتیم یسیر کے لئے اک دعاء بن جاتی ہے۔خوشی کے لمحوں کا تعاقب کرتے ہوئے زندگی کبھی کبھی ساکن ہو جاتی ہے اور یہ خوشیوں کی دولت بانٹنے سے بڑھتی ہے لیکن غم کی دولت سمیٹ کر چھپا کر رکھنے والی ہوتی ہے۔اپنے غموں اور اداسیوں کو پردوں میں چھپانے کا ہنر مجھے آ گیا تھا۔آنسوؤں کے سمندر خشک ہو چکے تھے میں پتھر بن چکی تھی۔اب مجھے ٹوٹنے پھوٹنے کا ڈر نہیں تھا۔مرد پیٹ بھر روٹی اور تن بھر کپڑے کے لئے عورت کو بار بار توڑتا پھوڑتا اور پامال کرتا ہے۔اک معاشی اور سماجی تحفظ کے عوض بار بار سولی پر ٹنگاتا ہے مجھے ایسی روٹی اور کپڑے کی ضرورت نہیں تھی۔بار بار سولی پر جھولنا مجھے منظور نہ تھا ماں سمجھایا کرتیں "مرد ذات ایسی ہی ہوتی ہے دو بچے ہو چکے ہیں جلد ہی اپنے آپ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا لیکن صبر کا دامن میرے ہاتھ سے اس وقت چھوٹ گیا جب تمہارے پاس ٹیوشن کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لئے آنے والی فیشن ایبل اور آزاد ماحول کی لڑکیوں سے تمہارے معاشقے عروج پر آ گئے اور پھر جہاں تم ٹیچر تھے اسی اسکول کی ایک ٹیچر سے تم نے زندگی بھر کا ناطہ جوڑ نے کی ٹھان لی شاید امیر باپ کی لڑکی تھی۔مجھے بھی اپنے خاندان، تعلیم اور حسن و جمال پر ناز تھا اپنے ہی زعم میں اکڑتی مائیکے جانے کی ٹھان لی۔تم نے میرا راستہ روک لیا اور شرط رکھی کہ خلع نامہ پر دستخط کرنے کی صورت میں بچوں کو اپنے ساتھ لے جا سکتی ہوں بصورت دیگر مہر کے ساتھ طلاق لوں اور بچوں کو چھوڑ دوں۔بچوں کو سوتیلی ماں کے حوالے کیسے کر دیتی۔ میں نے خلع نامے پر دستخط کر دیئے اور چلی آئی۔پھر خط و کتابت چلی۔میں نے اپنی شرط منوانا چاہی کہ ہم تینوں سے اگر محبت ہے تو تمہیں ہمارے مقام پر آ کر رہنا ہو گا۔میری عمر کا جذباتی پن اور تمہاری شرارت نے مجھے مجبور کر دیا تھا میں اپنی ضد پر قائم رہی۔ تمہیں اپنا ارادہ اور مقام چھوڑ نا منظور نہ تھا۔تم نے وکیل کے ذریعہ نوٹس بھیجی کہ میں کسی شرط کے بغیر تمہارے پاس چلی آؤں ورنہ اگلی ڈاک سے طلاق نامہ بھیج دیا جائے گا اور لکھا تھا کہ میں اپنا تمام سامان ، زیور کپڑے اپنے ساتھ لے گئی ہوں جبکہ اپنا ایک ایک تنکا تمہارے پاس چھوڑا ئی تھی۔میں نے ناراضگی میں نوٹس کا جواب نہیں دیا۔تم نے مجھے اپنے زعم کے خول سے باہر آنے کا موقع نہیں دیا۔

اپنی ضد پر تھی ناراض تھی تو سمجھایا تک نہیں۔تمہارے بچوں کی ماں تھی اچھے برے دن ہم نے ساتھ گزارے تھے۔

دو ہفتوں بعد تم نے طلاق نامہ بھیج دیا۔میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ طلاق نامہ ہاتھ میں لئے یوں بیٹھی رہ گئی جیسے کسی معصوم کے ہاتھ سے اس کا من پسند کھلونا گر کر ٹوٹ گیا ہو۔دولت مند اور ملازم عورت کا بھوت تم پر سوار ہو چکا تھا تمہاری آنکھوں پر خود غرضی کے پردے پڑ گئے تھے جبکہ اولاد کے لئے ماں باپ اپنا آپ تج دیتے ہیں۔شطرنج کی بازی تم نے جیت لی۔حالانکہ دو طاقتور مہرے میرے بھی ہاتھ میں تھے۔مہر معاف کر کے اور بچوں کی ذمہ داری اپنے سر لے کر میں نے غلط چال چلی۔ایک غیر ذمہ دار اور سرکش مرد کو بخش دیا۔یہ میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی۔جو میری اور بچوں کی زندگی پر محیط ہو گئی۔

طلاق نامے کو پڑھ کر میری نبضیں چھوٹ گئیں سانسیں ساکت ہو گئیں میرا خون خشک ہو گیا اور میں انیمیا Anemea کی مریض ہو گئی۔تم لوگ عورت کو ایک حقیر چیز سمجھتے ہو اس کی ایک رات کی قیمت لگا تے ہو اور وہ بھی ادا کرنا گوارہ نہیں ہوتا۔ہر لڑکی کے ماں باپ زندگی بھر کی محنت اور کمائی کا بڑا حصہ بیٹی کی شادی پر خرچ کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی سسرال میں خوش رہ سکے لیکن اکثر ایسا ہوتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں ہے۔ماں باپ بھی اپنی نادانی اور نا تجربہ کاری کے باعث بے جوڑ شادی کر دیتے ہیں اور یہ کہہ کر دامن بچا لیتے ہیں کہ تمہاری قسمت میں یہی کچھ تھا ہم کیا کریں۔میرے سامنے میرے بچوں کا مستقبل تھا اور منہ زور جوانی تھی۔کوئی معاشی تحفظ بھی نہیں تھا تم تصور نہیں کر سکتے کہ زندگی شیشے کی کرچیوں پر ننگے پاؤں چلنے سے زیادہ اذیت ناک تھی ایک عذاب کا دریا تھا جسے پار کرنا تھا بن پتوار کی ناؤ کو طوفان کے حوالے کر کے ملاح کنارے جا کھڑا ہوا تھا۔زندگی اماوس کی اندھیری رات بن گئی۔دور تک اجالے کی کرن نہیں تھی۔زہر میں بجھے نشتر چبھوتی تنہائی تھی۔ایک دن خبر ملی کہ تم اسی ٹیچر کا ہاتھ تھام کر نئے راستے پر قدم رکھ چکے ہو اور اس عورت نے یہ شرط رکھی تھی کہ پہلی بیوی اور بچوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ نا ہو گا ایک عورت نے دوسری عورت کا بسا بسا یا گھر اجاڑ دیا اور تم کو اپنے پھول سے معصوم بچوں پر رحم آیا نہ پیار!ایک عورت اور اس کی دولت کو گلے لگانے کی خاطر تم نے اپنے بیوی بچوں کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال دیا۔ ہاں یہ دنیا مردوں کی ہے یہاں مردوں کی حکومت ،مردوں کا قانون چلتا ہے وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں طلاق نامہ جس دن آیا اس دن تم سے شدید نفرت کا احساس جاگا تھا کہ ایسے بے وفا اور بزدل وسنگدل مرد پر زندگی کے پانچ سال ضائع کر دیئے۔تم نے یہ نہیں سوچا کہ عورت کے سر پر شوہر کا سائبان اور بچوں کے سر پر باپ کا دستِ شفقت نہ ہو تو وہ لا وارث اشیاء کے زمرہ میں آ جاتے ہیں۔تمہیں تو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ میرے کپڑوں پر بھی کسی مرد کی نظر پڑ جائے پھر تم نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ مجھ کو بچوں سمیت ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو کس کے سہارے ، زندگی کیسے گزرے گی ، نہیں سوچا۔۔۔

والدین دوسری شادی کا کہتے تو میں بھڑک اٹھتی کہ ایک باپ ہی اپنے بچوں کو تحفظ نہ دے سکا تو دوسرے مرد سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ غیر کی اولاد کو اپنائے گا۔والدین اور بہن بھائیوں کے سلوک کو دیکھتے ہوئے میں نے ایک نئے عزم کے ساتھ کمر کسلی۔زمانے کے ساتھ نبرد آزما ہونے کا حوصلہ پیدا کیا۔ناکامی اور محرومی کے غموں کو چھپا کر خوش رہنا سیکھ لیا اور زندگی کے ساتھ چل پڑی۔ ان دنوں لوگ سعودی عرب کی طرف دوڑ لگا رہے تھے لیکن مامتا کے جذبوں سے مغلوب میں ایک ماں ہی رہی۔سعودی جا کر دولت کمانے ، آسمان کی وسعتوں کو چھونے اور کچھ کر دکھانے کے جذبوں پر مامتا کا جذبہ ہمیشہ غالب رہا۔قوت پرواز مفلوج ہوتی رہی۔آرزوؤں کی کہکشاں بکھرتی رہی۔ہم تینوں سفاک اور بے رحم دنیا کے بارودی اور خون آلود گرد و غبار میں کھو گئے۔تب احساس ہوا کہ یہ دنیا والے

تم سے زیادہ سفاک و بے رحم ہیں۔ہر کسی کے ہاتھ میں چھری ہے اور ہر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے در پئے ہے۔ہمیں کوئی سائبان نہیں ملا کہ جس کے سائے میں ہم سکون کی سانس لے سکتے۔روتے ہنستے ، گرتے سنبھلتے ایک دوسرے کو سہارا دیتے زندگی کی اونچی نیچی پگڈنڈیوں پر چلے جا رہے تھے کہ آج پینتیس سال بعد اچانک تم آ گئے۔تمہارے آنے کی امید ہی نہیں تھی۔پتہ نہیں دعاؤں کی قبولیت کا وہ کونسا لمحہ تھا جو ان بچوں کو نہال کر گیا۔

تم اپنے بچوں اور پوتے پوتیوں کے بیچ بیٹھے مسکرا رہے تھے۔مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دور کہیں سنگلاخ چٹانوں کے بیچ سے کوئی چشمہ بہہ نکلا ہو۔جیسے کھلے میدان کی چاندنی رات میں کہیں دور چاندی کی گھنٹیاں سی بج رہی ہوں۔بچے حیران نظروں سے تمہیں دیکھ رہے تھے۔ایک شخص جو ان کے لئے اجنبی ہوتے ہوئے اپنا سا لگ رہا تھا۔دو تین بار تم نے مجھ پر بھی نظر ڈالی۔تمہاری آنکھوں میں جیسے سوال تھا کہو کیسی گزری ؟میں کیا بتاتی کہ سوکھے پتے کی مانند اڑتی پھر رہی تھی۔ میرا حال کٹی پتنگ جیسا تھا جو آسمان کی بے کراں وسعتوں میں بھٹک رہی تھی۔ ایک معزز اور اعلیٰ افسر کی بیوی ہونے کا اعزاز میرے نصیب میں نہیں تھا مجھے کہیں سے بھی کوئی صدا نہیں دی۔شاید میں لوٹ آتی۔آج تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی معصوم کا کھویا ہوا قیمتی کھلونا اچانک سر راہ مل گیا ہو جسے اٹھا کر جھاڑ پونچھ کر اپنے سامنے رکھ لیا ہو۔دل چاہتا تھا کہ وقت کی رفتار تھم جائے گردش لیل و نہار ٹھہر جائے وقت پر کس کا بس چلا ہے۔اس کا تو کام گزرنا ہے وہ گزر جاتا ہے اور جاتے جاتے اچھی بری یادیں چھوڑ جاتا ہے۔دو تین گھنٹے بیٹھ کر تم اٹھ گئے۔بچوں اور بہوؤں نے تمہیں روکا لیکن تم دو تین ماہ بعد آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ہم سب دیکھتے رہ گئے۔آج پہلی بار مجھے تھکن کا احساس ہوا جیسے کوئی پرندہ تیز آندھیوں میں اڑتا ہوا زخمی ہو گیا ہو اور کسی پناہ گاہ کی تلاش میں ہو۔

* * * * *

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سمٹ گئے فاصلے

زندگی ہم سے ترے ناز اٹھائے نہ گئے
سانس لینے کی فقط رسم ادا کرتے ہیں

یہ مرد ذات عورت کو کہیں چین لینے دیتی ہے پرائی عورت پر ہر مرد بری نظر ڈالتا ہے مجھ پر صاحب جی کی نظر پھسل گئی بی بی جی نے بھی تاڑ لیا اور مجھے کچھ روپیہ دے دلا کر چلتا کر دیا کپڑے دئے کپڑوں کے لئے اچھا سا سوٹ کیس بھی دیا میری عقل میں یہ بات نہیں سماتی کہ قسمت بار بار ہم غریبوں کے ساتھ کیوں مذاق کرتی ہے میں نے وہ گھر چھوڑ دیا اور ایک درگاہ میں پناہ لے لی۔

اسٹیشن پر آج بڑی گہما گہمی تھی چار نمبر پلیٹ فارم پر ایک بازو جہاں چاندنی اپنی موسمبیوں کا ٹوکرا لئے بیٹھا کرتی ہے غیر معمولی بھیڑ تھی دو عورتوں ایک مرد کے جھگڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں میری ٹرین کے آنے میں آدھ گھنٹہ باقی تھا اس لئے میں تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں پہنچ گئی جہاں جھگڑا چل رہا تھا۔چاندنی اٹھائیس تیس برس کی گوری چٹی عورت تھی جس کے گول سے چہرے پر گھنگھریالے سیاہ بالوں کی لٹیں جھولتی رہتی تھیں پھٹے پرانے کپڑوں کے سوراخوں سے اس کا چاندی جیسا بدن لشکارے مارتا دکھائی دیتا تھا کہ ایک بار کسی کی نظر اس سے ٹکرا جاتی تو دوسری نظر ڈالے بغیر قدم آگے نہ بڑھنے پاتے۔مجھے اپنی ڈیوٹی پر ہر روز صبح ٹرین سے جانا ہوتا ہے اور چاندنی ہر دوسرے تیسرے دن مجھے موسمبی خریدنے پر مجبور کرتی تھی۔ایک دن جب ٹرین لیٹ تھی اس نے موسمبی دینے کے بجائے مجھے اپنی باتوں میں الجھا دیا۔اس نے بتایا کہ ماں نے بچپن میں ہی اس کی شادی کر دی تھی جبکہ پڑھ لکھ کر وہ ٹیچر بننا چاہتی تھی۔میں نے پوچھا "تو نے شادی سے انکار کیوں نہیں کیا؟"

"کیا بتاؤں بی بی جی! ابا تو اوپر جا چکے تھے محلے کے لڑکے مجھے چھیڑا کرتے کوئی بھائی نہیں تھا جوان کی دھلائی کرتا ماں کب تک مجھے ان کی نظر کے تیروں سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بچائی ان ہی دنوں محلے کی ایک خالہ نے اپنے نواسے کے لئے مجھے مانگا ماں نے ہاں کر دی " "پھر کیا ہوا ؟"

"ہونا کیا تھا شادی ہو گئی اپنے ہی جیسے غریب لوگوں میں چلی گئی بلکہ ہمارے گھر سے بدتران کا گھر تھا بارش میں ساری چھت ٹپکتی تھی اور نیند حرام ہو جاتی تھی وہ موزکی بنڈی لے جاتا اور رات دیر گئے شراب پی کر آتا اور بس مار کٹائی میں رات گزرتی ماں کے گزر جانے کے بعد ان لوگوں کا ظلم وستم اور بڑھ گیا سسر نے مجھ پر بری نظر رکھی تھی گھر سے مجھے وحشت ہونے لگی اور میں بیمار ہو گئی کسی نے دوا دارو بھی نہیں کی بیزار ہو کر میں گھر سے بھاگ گئی اور آپ جیسی ایک بی بی کے گھر میں جھاڑو پوچا کرنے لگی اچھا کھانا کپڑا اچھا گھر تھا بے فکری نے مجھے نیا جنم دیا میری ہڈیوں پر گوشت چڑھ گیا رنگ بھی نکھر آیا کبھی باہر نکلتی تو راستہ چلنے والے مجھے یوں دیکھتے جیسے میں کوئی گلاب جامن ہوں"

"کیا اب اس گھر میں کام نہیں کرتی ؟"

"کہاں جی! یہ مرد ذات عورت کو کہیں چین لینے دیتی ہے پرائی عورت پر ہر مرد بری نظر ڈالتا ہے مجھ پر صاحب جی کی نظر پھسل گئی بی بی جی نے بھی تاڑ لیا اور مجھے کچھ روپیہ دے دلا کر چلتا کر دیا کپڑے دئے کپڑوں کے لئے اچھا سا سوٹ کیس بھی دیا میری عقل میں یہ بات نہیں سماتی کہ قسمت بار بار ہم غریبوں کے ساتھ کیوں مذاق کرتی ہے میں نے وہ گھر چھوڑ دیا اور ایک درگاہ میں پناہ لے لی۔ میں چادر اوڑھے ایک کونے میں سکڑی سمٹی بیٹھی رہتی دو وقت کی روٹی کھا لیتی تھی دو دن گزرے تھے کہ ایک اللہ کا بندہ نعیم ایسا ملا کہ میں اپنے دکھ بھولنے لگی وہ میرے کھانے کپڑے کا خیال رکھنے لگا تھا! کیا بتاؤں بی بی جی رات اور دن سہانے لگنے لگے چاروں طرف اجالے سے بکھر رہے تھے اس نے مجھے بتایا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اپنی بیوی اور تین بیٹیوں کا ذکر کیا اور کہا کہ اسے ایک بیٹے کی خواہش ہے اس نے مجھ سے نکاح کر لیا ایک گھر کرائے پر لیا اور اس میں ضرورت کی ہر چیز رکھ دی میں بن مانگی خوشیوں کے ہجوم میں کھو گئی اور نہیں سوچا کہ بخشش میں ملنے والی محبت زندگی کو نہیں سنوار سکتی کسی اور کی تقدیر کے سورج سے میری دنیا کا اندھیرا دور نہیں ہو سکتا میں سکون کا سانس بھی لینے نہ پائی تھی کہ قسمت نے پھر میرے منہ پر طمانچہ مارا نعیم کی بیوی کو اس بات کا علم ہوا تو اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ میرے گھر آ دھمکی سب نے مجھے مارا پیٹا اور فوراً گھر سے اور نعیم کی زندگی سے دور چلے جانے کہا اور نہ مجھے جان سے مار دینے کی دھمکی دی دوسرے دن میں نے اپنے کپڑے اور ضروری سامان سمیٹا اور اس گھر کو چھوڑ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیا۔میرے پاس جو تھوڑی بہت رقم تھی اس سے یہ کام شروع کر دیا" چاندنی کی دکھ بھری کہانی سن کر میرا دل بھر آیا تقدیر کے کھیل نرالے ہوتے ہیں قدرت نے تو عورت کو وہ تقدس عطا کیا کہ اس کے قدموں تلے جنت رکھ دی لیکن ابلیس کے چیلے اس کے تقدس کو پامال کرنے کے در پئے رہتے ہیں پتہ نہیں آج چاندنی کا جھگڑا کس بات اور کس کے ساتھ ہو رہا تھا۔"

"میری ٹرین آدھ گھنٹہ لیٹ تھی میں تیز تیز قدم اٹھاتی چاندنی کی طرف گئی تو دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کسی بات پر چاندنی کے ساتھ جھگڑا کر رہے تھے چاندنی ایک بچے کو اپنے سینے سے چمٹائے کھڑی تھی بڑی بڑی چمکدار آنکھوں سے چنگاریاں برس رہی تھیں بچہ اس مرد کی زیرا کس کا پی تھا جو اس سے جھگڑا کر رہا تھا چاندنی کہہ رہی تھی "دو سال تک تم نے میری کوئی خیر خبر نہیں لی اب بچے کی یاد آئی ہے ؟ در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہوں اپنا خون پلا کر بچے کو پال رہی ہوں کہہ دیا نا یہ بچہ تمہارا نہیں ہے میں کسی کو اپنا بچہ نہیں دوں گی یہ میرا بچہ ہے چلے جاؤ یہاں سے"

"دیکھ چاندنی میں آخری بار کہہ رہا ہوں سیدھے طریقہ سے میرے ساتھ چل ہم سب مل کر رہیں گے تو نہیں چلے گی تومیں اپنے بچے کو کسی نہ کسی طرح لے لوں گا پھر تو پچھتائے گی "مرد نے اسے دھمکی دی لیکن عورت نے سمجھاتے ہوئے کہا "میں تجھے لینے کے لئے آئی ہوں پہلے تیرے ساتھ جو بھی جھگڑا ہوا تھا اسے بھول جا وہ غصہ میری نادانی تھی اب میں کچھ نہیں کہوں گی میری تین بیٹیاں اپنے بھائی کو پا کر خوش ہو جائیں گی ہم سب مل کر رہیں گے سب مل کر محنت کریں گے اور اپنے بچوں کی پرورش کریں گے "ان سب کے درمیان ہونے والے جھگڑے کی بات میری سمجھ میں آگئی تھی میں چاندنی کے سامنے جا کھڑی ہوئی مجھے دیکھ کر وہ رونے لگی "بی بی جی میرے بچے کو اور مجھ کو بچا لو یہ ظالم لوگ ماں بیٹے کو جدا کرنے آئے ہیں مجھے پھر دھوکہ دینے آئے ہیں مجھے بچا لو مجھے بچا لو "میں نے چاندنی کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے کچھ دور لے جا کر سمجھایا "چاندنی تیرا شوہر سوتن کے ساتھ آ کر تجھے اطمینان دلانا چاہتا ہے کہ اب تجھے کوئی تکلیف نہیں ہو گی پچھلی باتوں کو بھول کران کے ساتھ چلی جا عزت اور سکون کی زندگی گزار قسمت تجھے موقع دے رہی ہے اسے کیوں گنواتی ہے چلی جا اسی میں تیری بھلائی ہے"

چاندنی کچھ دیر پلکیں جھپکاتی میرے چہرہ کو دیکھتی رہی پھر جھک کر میرے پاؤں چھوئے مسکرائی اور پلٹ گئی۔

*****

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اندھیرے اجالے

جو چمن کو آئے بہار دے جو گلوں کے رخ کو نکھار دے
جو قدم خزاؤں کے روک دے اسی باغباں کی تلاش ہے

مرا ضبطِ غم ، مری الجھنیں ، مری آرزو ، مری چاہتیں
میں کسے سناؤں یہ داستاں مجھے راز داں کی تلاش ہے

کیا غریب کے بچوں کو پڑھنے کا حق نہیں ہوتا کیا اسے اپنے باپ دادا کی طرح ان پڑھ رہنا چاہئیے۔ محرومیوں اور مجبوریوں کو سینے سے لگائے زندگی گزار دینا چاہئیے ؟وہ سوچتا رہا اس کی پلکیں بھیگتی رہیں اگر وہ اعلی تعلیم حاصل نہ کر سکا اعلی افسر نہ بن سکا تو ہارون کی بہن پروین کا ہاتھ کیونکر مانگ سکتا ہے وہ تو ملے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتے کاش انسان کی تقدیر اس کی مٹھی میں ہوتی۔اسے اچھے کالج میں داخلہ لینا ہی ہو گا۔

ایک شخص بہت تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا آیا اور لیدر کا چھوٹا سا پرس اس کے ہاتھ میں تھما کر کہا 'بھاگو'۔عارف نے پوچھا: یہ کیا ہے ؟
'سوال مت کرو، بھاگ جاؤ۔کل اسی جگہ آ جانا تمہارا بہت فائدہ ہو گا " کہتا ہوا وہ ایک گلی میں مڑ کر غائب ہو گیا عارف نے ادھر ادھر نظر دوڑا ئی تو دیکھا پولس کے دو جوان بھاگتے ہوئے آ رہے تھے انھیں دیکھ کر عارف سرپٹ بھاگا۔بھاگتا

ہوا جانے کتنی دور نکل گیا پسینے میں شرابور ہو چکا تھا سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں اسی وقت اس کے دوست ہارون نے اسے روک لیا کہا "عارف! رکو! رکو! کہاں بھاگے جا رہے ہو کیا تیز بھاگنے کی مشق کر رہے ہو ؟

"ذرا۔۔۔ذرا۔۔۔ ٹھیرو بتاتا ہوں "اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو اس کا پیچھا کر رہا ہو اس نے سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا:

"دیکھو کسی بھاگتے ہوئے آدمی نے میرے ہاتھ میں یہ پرس تھما یا اور غائب ہو گیا شاید پولس اس کے پیچھے تھی میں کچھ سوچے سمجھے بغیر بھاگنے لگا! یہ میں کہاں نکل آیا ؟

"تم میرے گھر کے سامنے ہو چلو اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں"

عارف نے پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا: "دیکھوتواس پرس میں کیا ہے یہ بھا گنے والے کا ہے یا کسی کا اڑا لیا ہے ؟

"ارے اس میں تو کافی رقم ہے تمام سوسو کے نوٹ ہیں "ہارون نے کہا "میں ایسا کرتا ہوں کل اُسی مقام پر جا کر ٹھیر جاتا ہوں۔

ہو سکتا ہے وہ آ جائے اس نے کہا تھا کہ میرا بہت فائدہ ہو گا" دوسرے دن عارف اسی وقت اور اسی مقام پر گھنٹہ آدھ گھنٹہ ٹھیر کرواپس چلا گیا۔دو تین دن تک وہ جاتا اور ٹھیرتا رہا۔پھر اس نے ہارون سے کہا "یار کیا کریں وہ تو نہیں آیا ہو سکتا ہے وہ پکڑا گیا ہو حوالات میں بند ہو!

"ارے بھئی کرنا کیا ہے رقم تم نے چرائی تو نہیں ہے اسے اوپر والے کی دین سمجھ کرکام میں لالو"

"ہاں میرے بھی دل میں یہ خیال آیا تھا تم تو جانتے ہو میرے ابو اسکول کی فیس بھی برابر نہیں دیتے تین مہینے سے میں نے فیس نہیں دی ہے اپنی کلاس کا اچھا اسٹوڈنٹ ہوں نا اس لئے سر بہت نرمی سے پیش آتے ہیں سال ختم ہونے چار مہینے باقی ہیں امتحان کی فیس بھی دینا ہے آخر مجھے میٹرک پاس کرنا ہے ماں کی دوا بھی ختم ہو گئی ہے"

"تمہارے ابو فیس کیوں نہیں دیتے ؟

"تم جانتے ہو وہ ایک کرانہ دوکان پر کام کرتے ہیں روزانہ -50 60روپے ملتے ہیں آدھی رقم وہ خود اپنے لئے خرچ کرتے ہیں باقی پیسوں میں گھر چلنا ہی مشکل ہے فیس کہاں سے دیں گے !؟

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

”تم ایسا کرو ان پیسوں سے اپنا کام چلا لو جب تم کمانے کے قابل ہو جاؤ تو کسی غریب کو اتنی ہی رقم دے دینا حساب برابر ہو جائے گا چلو اب زیادہ نہ سوچو اسے اوپر والے کی مدد سمجھو“

عارف نے میرٹ میں امتحان پاس کیا گولڈ مڈل حاصل کیا وہ بہت خوش تھا لیکن آگے کی پڑھائی اور فیس کی فکر نے اسے اداس کر دیا تھا۔رات بستر پر لیٹا ہوا سوچوں میں گم تھا اسے بچپن ہی سے اچھے اسکول میں پڑھنے کی خواہش تھی وہ تو پوری نہ ہو سکی تھی اب وہ اچھے کالج میں داخلہ لینا چاہتا تھا جو ممکن نظر نہیں آ رہا تھا اس نے مختلف کالجوں کے چکر لگائے اور مایوس ہو گیا یہ اجلے نکھرے سے لوگ جو قوم کی خدمت کا بیڑا اٹھائے لمبی چوڑی تقریریں کرتے ہیں اندر سے کتنے مکروہ اور لالچی ہوتے ہیں انھوں نے ایک ہونہار طالب علم کی بھی پرواہ نہیں کی! اس نے محلے کے کارپوریڑ سے مل کر اپنی مجبور یاں بتائیں اس نے بھی 25ہزار کا مطالبہ کیا عارف کے دل میں آیا کہ وہ بھی کسی کا پرس اڑا لے کسی بینک میں ڈاکہ ڈال دے یا پھر کسی بڑے گھر میں گھس کر چوری کرے رات کا سناٹا کتنا عجیب ہوتا ہے کوئی آہٹ کوئی آواز نہیں پھر بھی لگتا ہے بے نام بے ہنگم سی آوازیں دماغ پر ہتھوڑے برسا رہی ہیں اس کا ذہن برے برے خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا

والد سے کوئی امید نہیں تھی وہ تو معمول کے مطابق 11بجے شراب کے نشہ میں چور گھر آتا ماں سے جھگڑا کرتا اکثر مار پیٹ بھی ہوتی پھر وہ سوجاتا اسے اپنے اکلوتے بیٹے اور بیوی کی پرواہ نہیں تھی کاش ہارون کے والد کی طرح اس کے والد بھی کوئی آفیسر ہوتے اچھا گھر اچھا اسکول اسے بھی میسر ہوتا کیا غریب کے بچوں کو پڑھنے کا حق نہیں ہوتا کیا اسے اپنے باپ دادا کی طرح ان پڑھ رہنا چاہئیے ؟ محرومیوں اور مجبوریوں کو سینے سے لگائے زندگی گزار دینا چاہئیے ؟وہ سوچتا رہا اس کی پلکیں بھیگتی رہیں اگر وہ اعلی تعلیم حاصل نہ کر سکا اعلی افسر نہ بن سکا تو ہارون کی بہن پروین کا ہاتھ کیونکر مانگ سکتا ہے وہ تو ملے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتے کاش انسان کی تقدیر اس کی مٹھی میں ہوتی۔اسے اچھے کالج میں داخلہ لینا ہی ہو گا۔

اس نے اپنا مسئلہ ہارون کے سامنے رکھ دیا اس کے والد ایک اعلی پولس آفیسر اور نیک انسان تھے۔ہارون نے اسے اپنے پاپا سے ملایا انھوں نے اچھے کالج میں داخلہ دلانے کا وعدہ کیا۔عارف نے کہا

”انکل آپ کا یہ احسان میں عمر بھر نہیں اتار سکوں گا“

”نہیں بیٹا اس میں احسان کی کیا بات ہے انسان کوانسان کی مدد کرنا چاہئے کسی کی ڈوبتی کشتی کو بچانا اور پار لگانا انسانی فریضہ ہے تم جیسے ہونہار بچوں کی قوم کو ضرورت ہے اگر ایک متمول بندہ کم از کم ایک بچے کو اعلی تعلیم دلا سکے تو ہزاروں بچے اپنے خاندان کے کفیل بن سکتے ہیں اور مجھے یقین ہے تم بھی کسی کی مدد کرو گے بس میرا احسان اتر جائے گا““انکل میں سمجھا نہیں ؟ عارف نے کہا

”میں بتاتا ہوں تمہیں کیا کرنا ہے ، جب کبھی تم قابل بن جاؤ اور تقدیر تمہیں موقع دے تو تم بھی کسی مظلوم یا مستحق کی ڈوبتی کشتی کواسی طرح پار لگا دینا سمجھ گئے “ہارون کے والد نے عارف کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا

”جی!انکل آپ نے بہت اچھی بات بتائی ہے میں یہ بات یاد رکھوں گا“

شہر کے ایک مشہور کالج میں عارف کو داخلہ مل گیا۔لیکن چند ہی ماہ بعد ہارون کے والد کا تبادلہ ہو گیا کچھ عرصہ تک فون یا خطوط کا سلسلہ رہا پھر بند ہو گیا۔عارف کی زندگی میں خلاء ساپیدا ہو گیا کہتے ہیں وقت ہر زخم کا مرہم ہوتا ہے ماہ وسال پر لگا کر اُڑ گئے کڑی محنت اور آزمائشوں کے دور سے گزر کر عارف نے M.Sc. .M.Edکر لیا۔اس کا باپ شراب پی پی کر بیمار ہو گیا اس کے سینے اور پیٹ میں درد رہنے لگا تھا کپڑے سیتے سیتے ماں کی کمر کمان بن چکی تھی ان ہی دنوں عارف کو اسی کے کالج میں معقول تنخواہ پر ملازمت مل گئی ماں باپ کی اور خوداس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا اس دن اس نے باپ سے وعدہ لیا کہ وہ آج سے شراب نہیں پئے گا اور ماں سے وعدہ لیا کہ وہ اب کپڑے نہیں سئے گی۔اس دن اسے ہارون اور پروین کی یاد بہت ستا رہی تھی وہ دونوں بھی ڈگری کر چکے ہوں گے کاش ہم سب ایک دوسرے کی خوشی میں شامل ہوتے جانے وہ سب کہاں ہوں گے کب ملیں گے ؟ رات پھر وہ ٹھیک سے سو بھی نہ سکا۔صبح جلدی اٹھ گیا کیونکہ اس کے والدین کو دوا خانہ لے جانا تھا ڈاکٹر سے اپوائنٹ منٹ لینے کے لئے وہ چلا گیا۔دوا خانہ میں اچانک اس کی ملاقات ہارون سے ہو گئی وہ نہیں جانتا تھا جنھیں یاد کرتا ہوا رات بے چین تھا صبح ان سے ملاقات ہو جائے گی وہ مارے خوشی کے ہارون سے لپٹ گیا ہارون بھی اسی گرم جوشی سے ملا لیکن اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں چہرہ سے بیمار سالگ رہا تھا دونوں ہاسپٹل کے احاطہ میں ایک طرف بیٹھ گئے ہارون نے بتایا کہ پروین کو B. T ہو گیا ہے ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اگلے دو تین ماہ اس کے لئے خطرناک ہیں وہ رو پڑا ”عارف میری بہن کیا ہمیشہ کے لئے بچھڑ جائے گی میں یہ کیسے برداشت کر سکوں گا بتاؤ عارف میں کیا کروں ؟ عارف کو یہ سن کر سکتہ سا ہو گیا چند لمحوں بعد اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا:

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ہارون B ۔ T کا مرض تو ختم ہو چکا ہے کبھی کسی کو ہو جاتا ہے تو اس کا علاج بھی ہے اتنے پریشان نہ ہو میرے بھائی سب ٹھیک ہو جائے گا چلو مجھے اس کے پاس لے چلو" پروین نے عارف کو دیکھا تو دیکھتی رہ گئی جیسے کہہ رہی ہو کیا چاہنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں دیکھو تمہاری جدائی میں میری کیا حالت ہو گئی ہے!!؟

عارف کی بھی آنکھیں جیسے کہہ رہی تھیں میں بھی زمانے سے خفا تھا اپنے آپ سے خفا تھا لیکن اب تم مل گئی ہو چلو ماضی کی صعوبتوں کو بھول جائیں عارف اس کے قریب بیٹھا تسلی آمیز باتیں کرتا رہا بہت دیر بعد وہ اور ہارون جانے کے لئے اٹھے تو والدہ نے کہا کہ وہ ہر روز آیا کرے آج پروین بہت خوش ہے خدا اُسے ایسا ہی خوش رکھے۔عارف تو چاہتا ہی تھا کہ وہ ہر روز پروین کے سامنے بیٹھا اس سے باتیں کرتا رہے اس نے وعدہ کیا کہ وہ ہر روز آیا کرے گا۔واپسی پر ہارون نے کہا کہ "پروین کی صحت قدرے سنبھل جائے تو اس کی شادی کر دی جائے گی ہم سب اسے دلہن بنی دیکھنا چاہتے ہیں سوال یہ ہے کہ اس حالت میں اس سے شادی کون کرے گا ؟

اچانک عارف کو ہارون کے پاپا کی وہ بات یاد آ گئی جسے یاد رکھنے کا اس نے وعدہ کیا تھا کہ "تم قابل بن جاؤ اور تقدیر تمہیں موقع دے تو تم بھی کسی مظلوم یا مستحق کی ڈوبتی کشتی کو پار لگا دینا "عارف کو خاموش پا کر ہارون نے حیرت سے پوچھا "کیا بات ہے عارف تم اس طرح کیوں خاموش ہو گئے ؟

"میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں انکل اور آنٹی کی خواہش کو پورا کرنے کی جرات کر سکتا ہوں ؟ گو کہ آج میں تعلیم یافتہ کہلا سکتا ہوں با وقار عہدہ پر فائز ہوں لیکن طبقاتی فرق تو جوں کا توں رہے گا پھر بھی میں۔

"کیا کہہ رہے ہو عارف!تمہارے سامنے اس بات کا اظہار اس لئے نہیں کیا کہ تم اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دو؟! اور یہ طبقاتی فرق کے کیا معنی ہیں ؟ عارف نے کہا "اس میں قربانی کی تو کوئی بات نہیں ہے وہ انسان ہی کیا جو دوسرے کے کام نہ اس کے ؟ اگر میں تم سب کو تھوڑی سی خوشی دے سکوں تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی شاید تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتے ہے نا؟ "ہارون نے اسے گلے لگا لیا۔

اگلے تین مہینوں میں پروین کی صحت کافی حد تک سنبھل گئی تھی آنکھوں میں چمک آ گئی اور گالوں پر گلاب سے کھل گئے تھے۔سیٹی ٹوریم سے وہ گھر آ گئی آسمان سے جیسے رنگ و نور کی بارش ہو رہی تھی اور پروین جیسے ستاروں کے

جھرمٹ میں پھولوں پر چلتی ہوئی پالکی میں بیٹھ رہی تھی عارف اور پروین ہنی مون منانے کے لئے سوئٹزرلینڈ روانہ ہو گئے۔

*****

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ دولت بھی لے لو یہ شہرت بھی لے لو
بھلے چھین لو مجھ سے میری جوانی
مگر مجھکو لوٹا دو وہ بچپن کا سا دن
وہ کاغذ کی کشتی وہ بارش کا پانی"

رات کا ایک بجر ہا تھا سارہ اپنے نرم گرم بستر پر لیٹی کروٹیں بدل رہی تھی سلیم سے دوری اور تنہائی کے ناگ ابھی سے پھن اٹھائے نظر آ رہے تھے دل میں انجانو سو سے جاگر ہے تھے مرد ہر جائی ہوتے ہیں خود غرض اور سنگدل ہوتے ہیں اس کے اندر شکوک کے الاؤ سلگنے لگے۔۔۔

اسے تیسرے دن تھوڑا سا سکون ملا طبعیت ٹھہر سی گئی وہ تین دن سے اذیت کے الاؤ میں سلگ رہی تھی یہ سوچ سوچ کر مر رہی تھی کہ وہ مر کیوں نہ گئی دل بند کیوں نہ ہو گیا دم گھٹ جانا چاہئے تھا تین دن سے جہنم کا ایندھن بنی ہوئی تھی وہ اتنی قابل نفرت نہیں تھی وہ تو اپنے بڑے اور چھوٹوں کی آنکھوں کا نور دل کا سرور تھی پھر اس کی تقدیر کیوں اتنی بد شکل اور بد نما بن کر اس کے سامنے آئی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔اس کے روم روم میں کانٹے سے چبھ رہے تھے وہ تو ایک ہی رات میں محبتوں کا ایک سمندر پار کر آئی تھی پھر اس کی کشتی کنارے پر کیوں ڈوب گئی جن کی تقدیر میں ڈوبنا ہوتا ہے شاید وہ کنارے پر بھی ڈوب جاتے ہیں۔کیا ہر انسان کی زندگی میں کوئی موڑا یسا بھی آتا ہے جہاں زندگی ہمیشہ کیلئے ٹھہر سی جاتی ہے یا ہمیشہ کے لئے رواں دواں ہو جاتی ہے لیکن اس کی زندگی کا یہ کیسا موڑ تھا جہاں آکر اسے کوئی راستہ سجھائی نہ دے رہا تھا چاروں طرف اندھیرا تھا۔دو ہی مہینے پہلے وہ دلہن بنی تھی۔ماہ رمضان قریب الختم تھا سارہ کی ہونے والی ساس نے فون پر بتایا تھا کہ وہ جمعہ کے دن عیدی لے کر آرہی ہیں گھر کا رنگ و روغن تیزی کے ساتھ مکمل ہوا تھا سارہؔ اور زارؔ گھر کی صفائی اور سجاوٹ میں مصروف تھیں عید کے فوری بعد سارا کی شادی تھی ساس سسر اور نندیں عیدی لیکر آئیں ڈھیر سارے مغزیات ، سوئیاں ، بے حساب مٹھائی کے ڈبے اور نہایت قیمتی اور خوش رنگ شلوار سوٹ وغیرہ۔سارہ اور اس کی ماں بہن پھولی نہیں سما رہی تھیں۔ پر تکلف کھانا ہوا ، ہنستے ہنساتے تقریب اختتام کو پہنچی۔مہمان رخصت ہو رہے تھے۔تب ہی سارہ اور اس کی سہیلی ناہید نے اسے گھیر لیا "بڑی خوش نصیب ہو کہ بنا کوشش و تلاش اچھا لڑکا مل گیا دیکھنے میں تو حضرت بڑے ہی اسمارٹ اور ہینڈسم ہیں لیکن۔۔۔سارہ ایک بات بتاؤں اسمارٹ لڑکوں پر تو مجھے بھروسہ ہی نہیں آتا جانے کتنی تتلیاں ان کے اطراف گھومتی ہونگی اور "۔۔۔"ناہید تم آخر اتنی شکی مزاج کیوں ہو شادی کی بنیاد تو محبت اور اعتماد پر رکھی جاتی ہے ابتدا شک سے ہو گی تو زندگی دشوار ہو جائے گی۔"

"نا بابا!میں تو آنکھیں بند کر کے کسی اجنبی پر بھروسہ کرنے کی قائل نہیں ہوں ویسے سلیم درانی سے رشتہ کیسے ہوا ان کا فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے ؟ ان کے بارے میں اچھی طرح چھان بین کر لی گئی ہے یا نہیں ؟ دیار غیر میں بسنے والوں کا بھروسہ کیا ؟ مرد تو ہر جائی ہوتے ہیں دل کسی کو دیتے ہیں تو شادی کسی اور سے کرتے ہیں ""ناہید کچھ میری بھی سنو گی یا اپنی کہے جاؤ گی ؟ سنو!سلیم درانی میری امی کی بچپن کی سہیلی کے بیٹے ہیں شاید اسی لئے امی نے چھان بین کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی خاندانی لوگ ہیں بے حساب زمین جائیداد کے مالک ہیں وہ ایک مشہور و معروف کمپنی میں کمپیوٹر انجینئر ہیں اور ان کی تنخواہ بھی معقول ہے "۔

"یہ سب تو ٹھیک ہے کیا تم ان کے نیچر سے واقف ہو؟کس ٹائپ کے آدمی ہیں ان کی عادات و اطوار کیا ہیں ان کی پسند ناپسند کیا ہے اور ان کے دوست کس قماش کے ہیں ؟ ایک اجنبی کے ساتھ زندگی کا سفر کیسے طئے ہو گا ؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"وہ یوں ہو گا کہ میں ان کے قدم سے قدم ملا کر چلوں گی وہ رات کو اگر دن کہیں تو میں بھی دن ہی کہوں گی میری آنکھوں نے کبھی کسی کو اپنے خوابوں میں نہیں بسا یا میں نے اپنے جذبات کو بے آبرو نہیں کیا اور مجھے اپنے بڑوں پر بھروسہ ہے "۔

"کیا تم نے انھیں دیکھا ہے ؟ یا صرف تصویر پر اکتفا کر لیا ؟"

"بات یہ ہے ناہید، ہمارے سامنے والا مکان اُن لوگوں نے خریدا اور جس دن شفٹ ہوئے اسی دن امی اور آنٹی نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہی پہچان لیا امی نے بڑے اہتمام کے ساتھ ان کی دعوت کی جب آنٹی نے مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوئیں اور اپنے بیٹے کے لئے مجھے مانگ لیا۔ ہمیں ایک دوسرے کو دیکھنے کا موقع ہی کہاں ملا ؟"

"کیا سلیم صاحب نے بھی اپنی ماں کی پسند کے آگے سر تسلیم خم کر لیا ہے ؟"

"ہاں! اس تعلق سے امی نے کہا بھی تھا کہ ان کا بیٹا بھی مجھے دیکھ لے تو بہتر ہو گا لیکن انھوں نے صاف کہہ دیا کہ اس کی کیا مجال جو میری پسند کے خلاف جائے ،امی مسکرا کر خاموش ہو گئیں شاید دل ہی دل میں اپنے ہونے والے داماد کی شرافت اور فرمانبرداری پر خوش تھیں۔"

"بھئی تم جانو اور آنٹی جانیں یہ تمہاری خوش نصیبی ہے کہ درد سری کے بغیر اچھا لڑکا مل گیا اور تحقیقات کی بھاگ دوڑ سے بھی بچ گئے ورنہ اس زمانے میں کوئی لڑکی کسی لڑکے کی ماں بہنوں کو پسند آنا ایک مسئلہ ہے ہر کسی کو خوب سے خوب تر کی تلاش ہے لڑکی پسند آنے کے بعد لڑکے کی دریافت بھی بڑا مرحلہ ہے کہیں بھول چوک ہو جائے تو زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اچھا اب میں چلتی ہوں کافی دیر ہو گئی ہے ، خدا حافظ۔" ناہید کو رخصت کرنے کے بعد سارہ بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ سسرال سے آئی چیزیں دیکھنے بیٹھ گئی سب کچھ ٹھیک تھا اسے سرخ مخملیں ڈبے میں رکھی ہوئی چین بہت پسند آئی جس میں ہیرے کا پنیڈنٹ اپنی شعاعیں بکھیر رہا تھا۔ شادی کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں عید کے چار دن بعد خوشیوں اور آنسوؤں کے بیچ سارہ کو رخصت کیا گیا۔

نئی زندگی کی پہلی صبح جواس کے اپنے گھر میں ہوئی تھی اسے بے حد روشن ، مقدس اور معطر سی لگی۔ نندوں نے پر تکلف ناشتہ دیا اور چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں۔ ساس واری نیاری جا رہی تھیں اور سلیم بھی خوش تھا۔ بہنوں نے پوچھا "بھیا سچ بتائیں ہمارا انتخاب کیسا رہا ؟"

"بھئی تمہارے انتخاب کے تو قائل ہو گئے لیکن یہ بتاؤ کیا ہم کسی سے کم ہیں ؟ "سلیم نے کنکھیوں سے سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا سب نے زوردار قہقہہ لگا یا سارہ نے مسکر اکر گردن جھکا لی جیسے وہ اپنی قسمت پر بھی نا زاں ہو۔کئی دن تک دعوتوں کا سلسلہ چلتا رہا پند رہ دن پلک جھپکتے گزر گئے سلیم کی چھٹی ختم ہونے میں ایک دن باقی رہ گیا۔وہ شام ہی سے اپنے دوستوں سے ملنے چلا گیا تھا۔رات کا ایک بج رہا تھا سا رہ اپنے نرم گرم بستر پر لیٹی کرو ٹیں بدل رہی تھی۔سلیم سے دوری اور تنہائی کے ناگ ابھی سے پھن اٹھائے نظر آ رہے تھے دل میں انجانو سوسے جاگ رہے تھے گو کہ سلیم نے بڑے پیار سے وعدہ کیا تھا کہ اسے بہت جلد اپنے پاس بلوا لے گا وہاں پہنچتے ہی ویزا کی کوشش شروع کر دے گا۔اسے ناہید کی باتیں یاد رہی تھیں مرد ہر جائی ہوتے ہیں خود غرض اور سنگدل ہوتے ہیں۔اس کے اندر شکوک کے الاؤ سلگنے لگے اگر سلیم نے ویزا نہیں بھیجا تو کیا ہو گا ؟ ناہید مذاق اڑائے گی! یہاں حالات کیسے ہوں گے دنیا کے سمندر میں زندگی کی ناؤ کیا تنہا کنارے لگا سکے گی ؟ آرام و آسائش دولتو ثروت سب مل کر بھی آسو دگی نہیں دے سکتے ایک تشنگی ہمیشہ باقی رہے گی۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی پلکیں بھیک رہی تھیں آنکھوں میں جلن سی ہو رہی تھی تب ہی ہلکا سا کھٹکا ہوا ور سلیم اندر آ گیا

سارہ خالی خالی آنکھوں سے سلیم کو دیکھ رہی تھی وہ اس کے قریب بیٹھا چہرہ کو تک رہا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو سارہ کے ہو نٹوں پر پھیکا سا تبسم تھا جیسے دور کہیں پہاڑوں پر اداسی کی برف گر رہی ہو دوسرے دن سلیم چلا گیا حسبو عدہ دو دن بعد فون کیا خیرو عافیت پو چھی۔سا رہ کے دل میں جو وسوسے تھے صابن کے جھاگ کی طرح غائب ہو گئے اس یقین نے سرشار کر دیا کہ سلیم ہرجائی نہیں ہے اس کے اندیشے غلط تھے وہ ہر ہفتہ فون کرتا تسلی دلاسے دیتا رہا دو مہینے گزر گئے اسی دوران سلیم کی ماں دل کا شد ید دورہ پڑنے سے انتقال کر گئیں بہت دن بعد سلیم کا فون آیا وہ اداس تھا اس نے زیادہ بات نہیں کی۔اتنا بتایا کہ وہ ایک اہم خط بھیج رہا ہے صبح پو سٹ مین کا انتظار کرے۔سارہ تاروں بھری مسکراتی چھت کے نیچے لیٹی چاند کو تک رہی تھی چاند کے دیس میں خوابوں کا محل سجا رہی تھی ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی سپیدۂ سحر نمو دار ہو ادر پہ نظر دل میں بے قراری لئے وہ ہمہ تن منتظر تھی دن کے گیا رہ بجے کال بیل کی چنگھاڑ نے اسے چونکا دیا بیل بجا نے والا پو سٹ مین تھا اس کی دستخط لینے کے بعد پو سٹ میں نے ایک رجسٹرڈ لفافہ سارہ کے ہاتھ میں تھما دیا اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے لفافہ چاک کیا۔اسے اپنے پیروں تلے زلزلہ سا محسوس ہوا سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں جیسے گھنے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جنگل سے تنہا گزر رہی ہو۔ سلیم کی طرف سے بھیجا گیا طلاق نامہ اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔ ساتھ ہی ایک خط اور ایک ڈرافٹ بھی تھا وہ جہاں کھڑی تھی وہیں بیٹھ گئی اور خط پڑھنے لگی:

ڈیر سارہ!

یہ لکھتے ہوئے میں دکھ محسوس کر رہا ہوں کہ ویزے کے بجائے تمہیں طلاق نامہ بھیج رہا ہوں۔ میں ایک شادی شدہ مرد اور دو بچوں کا باپ ہوں۔ جب میری والدہ نے تمہیں میرے لئے پسند کیا تو میں انکار نہ کر سکا کیوں کہ گزشتہ چار سال سے میں انھیں ٹالتا رہا تھا وہ دل کی مریضہ تھیں اس دفعہ میرے انکار پر کچھ بھی ہو سکتا تھا اس لئے میری ہمت نہیں ہوئی یہ میری بدقسمتی ہے کہ میری طرف سے ملنی والی خوشی کو بھی ان کا دل سہار نہ سکا اور وہ چل بسیں میں نے اپنی بیوی کو تمام باتوں سے آگاہ کیا اور تمہیں ساتھ رکھنے کہا تو اس نے صاف انکار کر دیا اگر وہ کوئی سخت قدم اٹھاتی تو بچوں کے لئے مشکل کھڑی ہو جاتی اس لئے مجھے مجبور اًیہ قدم اٹھانا پڑا۔ میں نے پانچ لاکھ کا ڈرافٹ بھیجا ہے تم اپنی زندگی کا ہمسفر تلاش کر لینا کبھی زندگی کے کسی موڑ پر میری مدد کی ضرورت ہو تو تکلف نہ کرنا امید ہے تم مجھے معاف کر دو گی۔ خدا حافظ

سارہ کے دل میں ایک تلاطم برپا تھا۔ یہ مرد جو افضل ترین مخلوق ہے عورت پر فوقیت رکھتا ہے شادی کے بعد ایک عورت اسے اپنا مجازی خدا مان لیتی ہے اپنی عبادت ریاضت اور اپنی جنت مان لیتی ہے زندگی کی کشتی کا ناخدا بنا کر پتوار اس کے مضبوط ہاتھوں میں تھما کر بے خود و بے خوف ہو جاتی ہے تب ناخدا خود کشتی کو ڈبو دے تو پھر صدیوں بھٹکنے پر بھی ساحل نہیں ملتا۔

*****

ہر شب کی سحر ہو جاتی ہے

ہزار حملے کرے وقت ہم پہ بڑھ چڑھ کے
ہمیں بھی آتا ہے دکھ کی پناہ میں رہنا
اس لئے تو کوئی منزل مراد نہیں
مقدروں میں لکھا ہو گا راہ میں رہنا

اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ تعلیم کتنی مقدس چیز ہے یہ عورت کو ایک نیا جنم ایک نئی دنیا دے سکتی ہے اس زندگی کو سنوار سکتی ہے آج میں زندگی کے سنگین موڑ پر کھڑی تمہاری ہدایتوں اور دعاؤں کو یاد کر رہی ہوں۔

اس کے ارمانوں اور آرزوؤں کا شیش محل آج زمین بوس ہو گیا تھا جس کی کرچیوں پر بیٹھی زارا سوچ رہی تھی کیا اب انہی کرچیوں پر چلتے ہوئے زندگی کا سفر پورا کرنا پڑے گا کیا ماموں نے اپنے آوارہ بیٹے سے چاقو کی نوک پر نکاح کر کے میری تقدیر کا فیصلہ کر دیا ہے ؟ ”نہیں ماں ایسا نہیں ہو سکتا!“ زارا اپنی ماں کی تصویر سے مخاطب تھی ”ماں تم مجھے اس کا رزار حیات میں اکیلا چھوڑ گئیں اور خود ابدی نیند کی آغوش میں پناہ لے لی۔ کہتے ہیں کہ مرنے والے تمام جھگڑوں اور فکروں سے نجات پالیتے ہیں! قیامت تک کے لئے سکھ کی نیند سوجاتے ہیں لیکن میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ مرنے کے بعد سزاء اور جزا کا حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے نئے عذابوں کا سلسلہ قیامت تک چلتا رہتا ہے پتہ نہیں ماں تم کس حال میں ہو یہاں دنیا میں کونسا قہر تھا جو تمہارے شوہر اور سسرالی لوگوں نے نہیں توڑا ! لیکن کب تک حالات کا مقابلہ کرتیں ؟ عورت ازل ہی سے کمزور ہے نا تم بھی کمزور تھیں بیماریوں کا شکار ہو گئیں لیکن مجھے ہمت سے جینے کا سبق پڑھاتی رہیں اور اعلی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کیا کرتیں تم نے کہا تھا کہ عورت کا سکھ روٹی کپڑا اور مکان میں ہے عورت کو صابر و شاکر ہونا چاہئے میں پوچھتی ہوں ماں کیا ایک آوارہ ،جاہل بے روزگار شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا بھی عورت کے فرائض میں داخل ہے ؟

اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ تعلیم کتنی مقدس چیز ہے یہ عورت کو ایک نیا جنم ایک نئی دنیا دے سکتی ہے اس زندگی کو سنوار سکتی ہے آج میں زندگی کے سنگین موڑ پر کھڑی تمہاری ہدایتوں اور دعاؤں کو یاد کر رہی ہوں تم ایک دور اندیش ماں تھیں نانا کی طرف سے ملی ہوئی دس لاکھ کی رقم تم نے میرے بینک اکاؤنٹ میں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈال دی دونوں بھائی بیرون ملک دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہے تھے تمہاری خواہش کے مطابق میں انجنیرنگ کے آخری سال کو پورا کرنے میں جٹی ہوئی تھی کہ تم بنا کچھ کہے سنے ہمارے بیچ سے اٹھ گئیں میری ڈگری بھی نہیں دیکھی، تم نے بیٹوں کا بھی انتظار نہیں کیا، شاید تم جانتی تھیں کہ وہ تمہاری قبر کو مٹی دینے نہیں آئیں گے تمہارے وجود کی چھتر چھایا کیا ہٹی حالات کی دھوپ مجھے جھلسانے لگی تم کیا گئیں ماں مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی پھوپی اپنے نیم پاگل بیٹے سے میرا بیاہ رچانا چاہتی تھیں تاکہ ان کا گھر سنبھالنے کے لئے ایک ملازمہ اور بیٹے کو کھیلنے کے لئے ایک کھلونا مل جائے وہ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئیں جو اب دینے کے لئے میں نے دو چار دن کا وقت مانگا اور چاچی کے ہاں چلی آئی وہاں ایک نئی مصیبت میرے انتظار میں تھی چاچاسعودی سے آئے ہوئے تھے انکے ساتھ ان کی کمپنی کا باس بھی تھا جو یہاں شادی کی غرض سے آیا تھا چاچی اس سے میرا نکاح کروانا اور منہ مانگی رقم وصول کرنا چاہتی تھیں میں کسی طرح وہاں سے بھاگ نکلی اور ماموں کے پاس آ گئی انھیں پھوپی اور چاچی کے ارادوں سے آگاہ کیا ماموں نے مجھے ہمت و دلاسہ تو دیا لیکن دوسرے ہی دن میری گردن پر چھری رکھ کر اپنے آوارہ بے روزگار بیٹے سے میرا نکاح کروا دیا۔ میرے ارمانوں کا شیش محل زمین بوس ہو گیا

ماں یہ کسی شادی تھی نہ بارات آئی نہ ڈولی سجی نہ سکھیوں نے ڈھولک پر بابل گیت گائے ماموں نے میری زندگی کشکول میں ایک کھوٹا سکہ ڈال کر کیا میری تقدیر کے فیصلہ کر دیا؟ ماں وہ لمحے میری زندگی کے اذیت ناک لمحے تھے جب مجھے قید کر کے اس کمرے میں ایک درندے کو چھوڑ دیا گیا تھا شراب کے نشہ میں وہ میرے اردگرد چکر لگاتا رہا پھر دھپ سے میرے قریب بیٹھ کر دست درازی کرنے لگا میں اپنے دکھ سے نڈھال تھی شراب کی بدبو اور ایک وحشی کی قربت نے میرا دماغ ماؤف کر دیا میں نے ایک زور کا طمانچہ اس کے منہ پر دے مارا پھر اس نے مجھ پر لاتوں گھونسوں کی بارش کر دی اور کل سے اب تک مجھے کسی نے کھانا بھی نہیں دیا نہ کسی نے پوچھا کہ میں کس حال میں ہوں یہ زندگی اماوس کی اندھیری رات لگ رہی ہے لیکن امید کا ایک دیا جھلملا رہا ہے۔"رات کے بارہ بج چکے تھے زارا کمرے میں اکیلی بیٹھی ماں کی تصویر کے آگے آنسو بہا رہی تھی تب ہی عابد کی کار گیٹ میں داخل ہوئی اس نے ڈور کھول کر کسی کو سہارا دیتے ہوئے کار سے اتارا وہ کوئی لڑکی تھی عابداسے تھامے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا دیکھنے سے معلوم ہو رہا تھا کہ لڑکی نشہ میں چور ہے زارا بجلی کی سی سرعت اپنے کمرے سے باہر آئی اور عابد کے کمرے کا دروازہ بند کر کے مقفل کر دیا۔ کھڑکی کے پاس جا کر اسے

مخاطب کیا "لڑکیوں کو پلا کر لانا اور ان کی زندگی برباد کرنا بھی تمہارا محبوب مشغلہ ہے تمہارے چال چلن کی ایک اور خوبی سامنے آئی ہے بہت خوب!" "کیا بک رہی ہو؟ یہ اپنی مرضی سے ہماری بانہوں میں چلی آتی ہیں لیکن میرے معاملات میں دخل دینے کی اجازت تمہیں کس نے دی ؟ دروازہ کیوں بند کیا ہے کھول دو! کیا کل کی مار بھول گئی ؟ "تم جیسے مردوں سے مقابلہ کرنے کی مجھ میں ہمت آ گئی ہے تمہیں یہاں سے آزادی تب ہی ملے گی جب تم مجھے آزاد کر دو گے ""کیا مطلب ہے تمہارا ؟ "مطلب صاف ہے تم اس کمرہ سے تب ہی باہر آ سکتے ہو جب تم مجھے اپنے نکاح سے باہر کر دو گے یہ کاغذ لو اور اس پر لکھو کہ تم نے مجھے طلاق دی اگر معلوم ہو تو اپنے باپ کا نام بھی لکھنا اور میرے نام کے ساتھ میرے باپ کا نام بھی ہونا چاہیے ""تمہاری یہ جرات ؟ اگر میں طلاق نہ دوں تو ؟ "تو میں ابھی سارے محلے کو جگا دوں گی تمہارے اور تمہارے باپ کے کرتوت بتاؤں گی میں پولس کی مدد بھی لے سکتی ہوں اور بہت کچھ کر سکتی ہوں وقت ضائع نہ کرو تمہاری محبوبہ اگر ہوش میں آ گئی تو اور بھی تماشہ ہو گا فوراً طلاق نامہ لکھ دو ورنہ ابھی شور مچاؤں گی"

عابد کو کھلے الفاظ میں طلاق نامہ لکھنا پڑا زارا نے اس طلاق نامہ کو کھڑکی سے باہر پھینکتے کہا عابد نے دانت پیستے ہوئے زارا کے حکم کی تعمیل کی زارا نے اسے غور سے پڑھا اور دروازہ کھولنے کے بجائے کنجیاں عابد کے منہ پر پھینک کر چلی گئی۔

*****

جہاں اور بھی ہیں

زندگی لطف بھی ہے زندگی آزار بھی ہے
سازو آہنگ بھی زنجیر کی جھنکار بھی ہے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زندگی دید بھی ہے حسرت دیدار بھی ہے
زہر بھی ہے آبِ حیات ، لب و رخسار بھی ہے
زندگی دار بھی ہے زندگی دل دار بھی ہے

میں سوچ رہا تھا یہ عشق و محبت کی حکایتیں حسن و شباب کی لطافتیں ، بے وفا دلبروں کی چاہتیں ، یا ردوستوں کی پر کیف صحبتیں اور ماں باپ کی ازلی شفقتیں سب کتابی باتیں ہیں وہ کتابی صداقتیں کس کام کی ہیں جن کا عملی دنیا میں کوئی عمل دخل نہ ہو طوفان تھم چکا تھا اس سجدہ گاہ کے نشان مٹ چکے تھے جس کے لئے میری جبینِ نیاز میں سجدے تڑپ رہے تھے۔

اُن دنوں موسم کی میس بھیگ رہی تھیں ہرے بھرے کھیتوں کی بالیاں جوان ہو رہی تھی۔ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں دل میں عجیب سی گد گدی پیدا کر رہی تھیں۔اسکول کا راستہ کاٹے نہیں کٹتا تھا کیونکہ اب شاداں ہمارے ساتھ نہیں ہوتی تھی۔پتہ نہیں وہ کیوں مجھے اچھی لگتی تھی مجھ سے ایک دو جماعت آگے تھی۔شاید عمر میں بھی بڑی تھی دسویں جماعت فیل ہونے کے بعد اس کے والد نے اسکول بھیجنا بند کر دیا تھا۔ہمارے امتحان قریب تھے اور پڑھائی میں میرا دل نہیں لگتا تھا۔کتابوں سے مجھے نفرت سی ہو گئی تھی اکثر اسکول سے غائب رہتا بس کھا نا اور کھیلنا دو ہی مشغلے تھے۔گھنٹوں کھیتوں میں گھوم گھام کر گھر چلا جاتا کبھی میدان میں کھیلتے ہوئے بچوں میں شامل ہو جاتا۔اس دن شام کا دھند لکا پھیلنے لگا تھا گاؤں کے کچے گھروں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔شاداں کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے روز کی طرح میری نظر آج بھی اسی طرف تھی دروازہ بند تھا چھوٹی سی کھڑکی میں ایک چہرہ نظر آیا تب ہی دروازہ کھلا شام کے سرمئی اندھیرے میں شاداں کا اجلا چہرہ نظر آ گیا اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے پاس بلا یا۔جب میں بھاگتا ہوا اس کے قریب پہنچا اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا دروازہ بند کر کے مجھے تخت پر بٹھا دیا جہاں ایک مدھم سا چراغ روشن تھا۔میں نے پوچھا:

"کیا بات ہے شادو ؟""ناصر میں نے سنا ہے تم اسکول برابر نہیں جا رہے ہو نہ پڑھائی میں دلچسپی لیتے ہو کیا بات ہے ؟"

"ہاں شادو جب سے تم نے اسکول آنا بند کیا ہے تب سے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا اسکول میں دل نہیں لگتا"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"اچھا سنو تم روزانہ میرے گھر آ جایا کرنا میں تمہیں پڑھا دیا کرونگی ٹھیک ہے ؟ آؤ گے نا؟"

"شادو تم نے یہ بہت اچھی بات کہہ دی اب میں ہر روز آیا کروں گا "میں خوشی خوشی گھر کی طرف بھاگا۔

میرے ماں باپ پانچ سال پہلے میرے چھوٹے بہن بھائی کو لیکر سعودی عرب چلے گئے تھے میں اپنی دادی اور پھوپی کے ساتھ رہتا تھا ماں باپ کے پیار کے لئے تر ستا تڑپتا جی رہا تھا۔ جس دن کسی سے پیار کے دو بول سن لیتا خوشی سے دیوانہ ہو جاتا میرا وہ دن بہت اچھا گزرتا۔ مجھے یاد ہے ماں مجھ سے گھر کا سارا کام کرواتی چھوٹے بہن بھائی کی خدمت کرواتی اور مجھے ہمیشہ ڈانٹ ڈپٹ کرتی رہتی۔ کبھی کوئی غلطی ہو جاتی یا کسی کام میں دیر ہو جاتی تو وہ مجھے بری طرح مارتی اور کوستی کاٹتی تھی سب بچوں کی مائیں ایسی تو نہیں ہوتیں پھر میری ماں ایسی کیوں تھی یہ سوال مجھے ہمیشہ کچوکے لگاتا اور میرا دل ہمیشہ اداس رہتا تھا۔

اب میں اسکول پابندی کے ساتھ جانے لگا تھا شاداں مجھ سے بہت خوش تھی اداسیوں کا بوجھ میرے دل سے ہٹ رہا تھا۔ ایک دن اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا میں پلکیں جھکاتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا اس نے کہا "ایسے کیا دیکھ رہے ہو ؟

میں نے نظریں جھکا لیں میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ "اب تم جاؤ ناصر کل آؤ گے نا؟ "شاداں کی آواز کپکپا رہی تھی اور میرے اندر کہیں گرم گرم لوہا پگھل رہا تھا میں باہر نکل گیا میری سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں گھر جا کر ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھویا اور کتابیں لے کر بیٹھ گیا کیونکہ دوسرے دن پھر شاداں کے پاس جانا تھا پرانا سبق سنانا تھا نیا سبق لینا تھا۔ اس رات مجھے نیند نہیں آ رہی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے مجھے خزانے کا راز بتا دیا ہے دادی ماں نے کہانیوں میں خزانوں کا حال سنایا تھا کہ کس طرح شہزادے جن اور دیوؤں سے لڑ کر خزانہ حاصل کر لیتے ہیں آج میں بھی اپنے آپ کو ایک شہزادہ محسوس کر رہا تھا دوسرے دن مجھے شاداں کے گھر جانے کی جلدی تھی بے جھجک و بے دھڑک چلا جا رہا تھا جیسے خزانہ میرے انتظار میں ہو۔ آج اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر کہا "ناصر تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو کیا میں بھی تمہیں اچھی لگتی ہوں ؟ "تم جلدی سے بڑے ہو جاؤ خوب پڑھ لکھ کر اچھی سی نوکری کرنا پھر مجھے یہاں سے لے جانا میں تمہاری دلہن بن کر آؤں گی میری سوتیلی ماں ہے نا وہ مجھے بہت مارتی اور خوب کام کراتی ہے اسی نے بابا سے کہہ کر میرا اسکول جانا بند کرا دیا ہے بولو تم مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ گے نا ؟"میں نے ایک انجانی سی خوشی کے تحت حامی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھر لی۔میرے امتحان ختم ہو گئے میں اچھے نشانات سے پاس ہو گیا۔اب شادو کے پاس کس طرح جاؤں ؟ وہ مجھے دسویں جماعت کی کتابیں نہیں پڑھا سکتی تھی اور مجھے اس کے ہاں گئے بنا قرار نہ تھا کاش میں امتحان میں پاس ہی نہ ہوا ہوتا۔یہ کیسا خوش گوار سا آزار لگ گیا تھا۔شادو کے خیال سے میرے بدن میں گدگدی سی ہونے لگتی بازوؤں میں عجیب سی قوت کا احساس ہوتا اور رگوں میں گرم گرم خون اچھلتا محسوس ہوتا سینے میں جذبات کا سیلاب سا امڈ نے لگتا شاید ایسے ہی سیلاب زندگی کے دھاروں کا رخ بدل دیتے ہیں۔مجھے پڑھائی پھر سے بری لگ رہی تھی میں سستو خاموش بیٹھا رہتا میری اداسی کا سبب کوئی نہیں جانتا تھا میں کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔سوائے دادی کے میرا کوئی غم خوار نہ تھا میں ان سے کہتا بھی کیا۔ماں باپ نے تو مجھے بھلا ہی دیا تھا۔ان دنوں ہمارے گاؤں کے تھانے دار کے ہاں ٹی وی آ گیا اب میرا وقت اچھا گزرنے لگا شادو بھی اکثر وہاں آ جاتی تھی موقع پا کر تھانے دار کی موٹی بیوی مجھے اپنے پاؤں دبانے کہتی میں ٹی وی دیکھنے کے شوق میں اس کی ہر بات مان لیتا تھا۔وہ بھی مجھے شادو کی طرح لپٹانے اور پیار کرنے لگی لیکن وہ مجھے اچھی نہیں لگتی تھی۔میں ٹی وی کی خاطر چپ رہتا۔کاش میرے والدین بھی باہر سے ٹی وی اور ڈھیر سارے کپڑے و کھلونے مجھے لا کر دیتے جیسے تھانے دار کے لڑکے نے لائے تھے میرے دل سے درد کی لہریں اٹھتیں اور میں گھنٹوں گم صم بیٹھا رہتا۔اچانک گھر والوں نے فیصلہ کیا کہ ہائی اسکول کرانے کے لئے مجھے ماموں کے ہاں شہر بھیج دیا جائے۔شہر کی میں نے بہت تعریف سنی تھی وہاں جانے کے خیال سے خوشی تو ہوئی لیکن شادو کی جدائی کے خیال سے وحشت سی ہو رہی تھی میں نے اسے بتایا کہ شاید مجھے بہت جلد شہر بھیج دیا جائے گا وہ بھی اداس ہو گئی اور مجھ سے وعدہ لیا کہ میں وہاں جا کر دل لگا کر پڑھائی کروں اچھی نوکری کروں اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤں میں نے بھی وعدہ لیا کہ وہ مجھے خط لکھا کرے گی۔اس کی آنکھوں سے موتی کی لڑیاں ٹوٹ رہی تھیں وہ مجھ سے لپٹ گئی شاید بچھڑتے وقت اسی طرح ملا کرتے ہیں پھر میرے چہرہ کو اپنے ہاتھوں کے کٹوروں میں لے کر سرخ سرخ آنکھوں سے گھورنے لگی جیسے اس چہرے کو اپنی آنکھوں میں چھپا لینا چاہتی ہو میں نے اس کے آنسو پونچھ دئے اس نے سسکتے ہوئے کہا "میں تمہارا انتظار کروں گی ناصر تم اپنی شادو کو بھول نہ جانا "۔میرے دل میں پھر درد کی لہر اٹھی میری ماں تو مجھے چھوڑ کر جاتے ہوئے نہ روئی تھی نہ ہی سینے سے لگایا تھا جاتے جاتے بھی مجھ پر غصہ کیا تھا۔وہ میری حقیقی ماں تھی پھر۔۔۔میں شہر آ گیا۔مجھے لینے کے لئے ماموں اسٹیشن آئے تھے میں ان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی کار میں بیٹھا شہر کی سیر کر رہا تھا شہر جہاں شور ہی شور تھا مختلف آوازیں تھیں آسمان کو چھوتی ہوئی اونچی اونچی عمارتیں ، بڑے بڑے دوا خانے ، عدالتیں ، ہو ٹلیں ،سینما تھیٹر ز بے حساب اسکول اور کالج ، دارالمطا لعے ، تفر یح گا ہیں ، گزرے زمانے کے کھنڈ رات گز شتہ تہذیب کی مٹی مٹی سی نشانیاں ، کشادہ سڑ کیں رنگین کاروں کے رواں دواں قافلے اور آدمیوں کی بھیڑ اس جم غفیر میں ہر قسم کا آدمی ہو گا آفیسر ، ڈاکٹر ، ٹیچر ، نوکر چور لٹیرے ، ڈاکو ، خونی ، ظالم اور مظلوم۔ میں سوچتا رہا یہ سب کے سب کہاں سے آ رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جیسے ختم ہو گئی تھی۔ گاڑی جب گھر کے گیٹ پر رکی تب میں خیالات کے دائروں سے باہر نکلا تو یہاں بھی حیران ہوا۔ گھر کیا تھا عجائب گھر تھا جس کا ذکر اکثر کتابوں میں پڑھا تھا کہ وہاں بہت ہی نادر و نایاب چیزیں ہوتی ہیں شاید وہ ایسا ہی ہوتا ہو گا گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہی پھول پودوں سے آراستہ چمن زار تھا چھوٹے جھاڑوں کو کاٹ کر ہاتھی گھوڑے اور اونٹ بنائے گئے تھے جو تھوڑی تھوڑی دور پر ایسے کھڑے تھے جیسے آنے والوں کا استقبال کر رہے ہوں۔ رنگا رنگ پھولوں کے تختے ، ایک طرف پنجرے میں رنگ برنگی چڑ یاں دوسری طرف موٹی زنجیروں سے بندھے ہوئے جھولے تھے اندر پہنچا تو خو بصورت قالین ، قیمتی فرنیچر ، دیواروں پر عجیب سی تصویریں ، بڑے بڑے گلدان اور ایک کونے میں کانچ کا بڑا سا ڈبہ پانی سے بھرا ہوا تھا جس میں چھو ٹی بڑی رنگین مچھلیاں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ دوڑ رہی تھی۔ میں حیران کھڑا ہر چیز کو غور سے دیکھتا رہا۔ گاؤں کے کچے پکے مکانوں اور کھیت کھلیانوں سے نکل کر میں ایک نئی دنیا میں آ گیا تھا۔ مجھے جو کمرہ دیا گیا تھا اس کی سج دھج اور ہی تھی۔ کھڑ کی سے باہر دیکھا تو اونچی اونچی روشن عمارتوں کے سلسلے حد نظر تک پھیلے ہوئے نظر آئے جن کے اندر حرکت کرتے ہوئے سائے عجیب لگتے تھے۔ سامنے والے دو منزلہ مکان میں بھی کئی دروازے اور کھڑ کیاں تھیں۔ ایک کھڑ کی میں سانولی سلونی موٹی سی لڑکی میری طرف دیکھ کر مسکراتی نظر آئی مجھے تھانے دار کی بیوی یاد آ گئی۔ پتہ نہیں وہ لڑکی کیوں مسکرا رہی تھی میں جھینپ سا گیا اور آتی جاتی ہوئی کاروں کو دیکھنے لگا میں سوچ رہا تھا کیا شہر کی لڑکیاں ایسی بے باک ہوتی ہیں جو کسی اجنبی کو دیکھ کر بے سبب ہی مسکراتی ہیں۔ اب یہ ہونے لگا کہ میرے اسکول جانے اور آنے کی اوقات میں وہ کھڑ کی میں کھڑی مسکراتی ہاتھ ہلاتی نظر آتی اور میں بالکل انجان ہو جاتا۔ گھر میں ممانی کی بیوہ بہن مجھ پر مہر بان تھی میری ٹیچر بنی ہوئی تھی اس نے مسکر اتی ہاتھ ہلاتی سانولی کو دیکھ لیا شام گھر لوٹنے پر بڑی بر ہم ہوئی ماموں سے شکایت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی دھمکی بھی دے دی میں سہم گیا اور اپنی صفائی پیش کر دی ایک دن باتوں باتوں میں ممانی نے بتایا کہ شہر میں لڑکیوں کی شادی بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہے وہ نسرین کی دوبارہ شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن منا سب لڑکا نہیں مل رہا ہے اگر ملتا بھی ہے تو اس کے لوگوں کو لڑکی پسند نہیں آتی یہی حال سامنے والی لڑکی کا بھی ہے موٹی ہونے اور رنگ کم ہونے کی وجہ سے کسی نے بھی پسند نہیں کیا اس کا بھائی لیڈر ہے اسے بہن کی فکر نہیں ہے خوداس نے کسی گاؤں کی لڑکی سے دوسری شادی کی ہے اسے گاؤں میں ہی رکھا ہے کبھی کبھی وہ یہاں بھی آتی ہے مجھے اس ماحول میں گھٹن سی ہونے لگی میں نے ایک گلاس ٹھنڈا پانی پیا اور باہر نکال گیا۔

محلے کے دوچار لڑکے میرے دوست بن گئے تھے کچھ ایسے بھی تھے جو مجھے گاؤں والا سمجھ کرستا یا کرتے میرا مذاق اڑاتے لیکن رفتہ رفتہ سب گھل مل گئے تھے۔ رشید ، منیر اور جبار میرے اچھے دوست تھے تینوں بڑے باپ کے بیٹے تھے شام ڈھلے جب ہم ایک جا ہوتے بڑی ہڑ بونگ رہتی۔وہ تینوں مجھے گھیٹ لے جاتے ان کا رخ کسی ویڈیو گیمس سنٹر یا کسی پارک کی طرف ہوتا چاٹ گھر سے کچھ کھانے کی چیزیں اور سگریٹ اپنے ساتھ ضرور لے جاتے مجھے کھانے پینے میں کوئی عار نہیں تھی لیکن سگریٹ اچھا نہیں لگتا تھا "منیر کہتا "دیکھو تو کتنا مزا آتا ہے میں امتحان کے قریب بہت سگریٹ پیتا ہوں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے امتحان کی ہیبت اور پاس یا فیل ہونے کی فکر دھواں بن کر ہواؤں میں کہیں تحلیل ہو رہی ہے "میں جواب دیتا "امتحان کی فکر ہی تو ہمیں پاس کراتی ہے یہ ہمارا میٹرک کا سال ہے اسکول کی ان گلیوں سے نکل کر کالج کی شاہراہ پر دوڑنا ہے فیل ہونے کی صورت میں ان ہی گلیوں میں سٹرنا گلنا پڑے گا "جبار جھوم کر کہتا "چھوڑو بھی یار شاید تمہیں نہیں معلوم کہ میں فیل بھی ہو جاؤں تو میرے پاپا مجھے پاس کروا لیں گے "منیر اور رشید کہتے "ہمارے پاپا کی طرف سے ہمیں بھی کوئی فکر نہیں ہے" میں حیران حیران سا ان کی طرف دیکھتا رہ جاتا اور وہ فلک شگاف قہقہہ مار کر کہتے "چل تجھے بھی ہم پاس کرا دیں گے فکر نہ کر یار لے جلدی سے ایک سگریٹ پی لے "۔میں میٹرک پاس ہو گیا ماموں نے مجھے کالج میں داخل کرا دیا۔اس دوران شاداں کا ایک بھی خط نہیں آیا اس نے میرے خطوں کے جواب تک نہیں دئے میں گاؤں جا کر اسے اور دادی کو خوش خبری دینا چاہتا تھا شاداں میرے لئے ایک تسکین کیف انگیز ہی نہیں ایک مہمیز بھی تھی میری پہلی استاد تھی جس نے مجھے نئے نئے سبق پڑھائے تھے۔میں ارادے کے باوجود گاؤں نہ جا سکا۔چھٹیاں ختم ہو گئیں کالج شروع ہو گئے۔میں کالج کی کتابیں خریدنے کے لئے جب دوکانوں پر

جاتا مجھے وہ چہرے نظر آتے جن پر علم کا نور پھیلا ہوا ہوتا اور سوچنے لگتا علم کتنی عظیم چیز ہے جو آدمی کوانسان بناتی ہے۔کالج کی رنگین فضاؤں میں بکھرے نقرئی قہقہے میٹھی میٹھی سرگوشیاں ، شوخ و چنچل چہلیں میرے اندر نئے احسا سات جگا رہی تھیں میری رگوں میں دھیمی دھیمی آگ سلگنے لگی دل سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا جوانی کی شروعات بھی ایک دلفریب موسم ہوتی ہے اس موسم کے پھولوں کی مہک یار دوستوں کی صحبت اور آزادی۔میرے تصور کے صنم خانوں میں ایک نئی دنیا آباد ہو رہی تھی شہر کی تہذیب کا مطلب سمجھ میں آ رہا تھا کالج کی سیاست کے راز آشکار ہو رہے تھے آیا اور چوکیدار سے لے کراسٹوڈنٹ اور لکچرار تک سیاست داں تھے جواں عمری کی ابھرتی مچلتی صلاحیتوں نے ہمیں بھی سیاست سکھا دی تھی ان ہی صلاحیتوں کے سیلاب میں بہتے ہوئے ہم بہت دور نکل گئے ستاروں سے آگے جہاں بسا نے کے خواب دیکھنے لگے۔میری کلاس میٹ ثناء درانی مجھ پر بہت مہربان تھی ایک دن اچانک ثناء نے کہا "ناصر ہمیں انٹر کے بعد ایم بی بی ایس میں داخلہ لینا ہے میرے پاپا نے ہمارے داخلہ کے انتظامات کر لئے ہیں اس کے بعد وہ ہمیں امریکہ بھیجنا چاہتے ہیں اب تم اپنے ماضی کو بھول جاؤ اور مستقبل کی فکر کرو" شاید ہر انسان کے دل میں کوئی نہ کوئی محرومی ایک خلش بن کر اس کے دل میں جاگزیں رہتی ہے میں والدین کی شفقت اور شاداں کی محبت سے مایوس ،دل کی ہر خلش کو سگریٹ کے دھوئیں میں اڑا رہا تھا۔مد ہوشی کا عالم تھا جاگتی آنکھوں کے خواب تھے ثناء میرے ساتھ تھی اور میں امریکہ کی آزاد ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔وفا اور جفا کے اصولوں کو مٹاتا ہوا ایک احساس میرے اندر جاگ رہا تھا!نہیں نہیں میں شاداں سے بے وفائی نہیں کر سکتا وہ بہت معصوم اور بھولی ہے وہ میری منتظر ہے۔مجھے امتحان کی فکر بے چین کئے دے رہی تھی ہاتھ میں کتاب لئے میں ٹہل رہا تھا۔لیڈر کے مکان میں شاید کوئی تقریب تھی مہمانوں سے گھر بھرا ہوا تھا اچانک میری نظر ایک کار پر پڑی جس سے ایک عورت زرق برق کپڑوں میں ملبوس زیورات سے لدی اتر رہی تھی یہ---یہ کون ہے ؟ کون ہے یہ ؟کیا یہ شاداں ہے ؟ میں ذرا آگے بڑھ کر دیکھنے لگا ممانی اور نسرین میرے پیچھے کھڑی ہنس رہی تھیں ممانی نے کہا "یہی لیڈر کی بیوی ہے نا دوسری بیوی شہر کی میم سے دل بھر گیا تو گاؤں کی تتلی پکڑ لا یا ہے "مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر طرف طوفانی جھکڑ چل رہے ہوں چاروں طرف خس و خاشاک بکھر رہا ہے جس میں شاداں کا وجود ایک حقیر تنکے کی ما نند اڑ رہا ہے اور وہ تنکا دھند لے غبار میں غائب ہو گیا۔میں سوچ رہا تھا یہ عشق و محبت کی حکایتیں ، حسن و شباب کی لطافتیں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

، بے وفا دلبروں کی چاہتیں ، یار دوستوں کی صحبتیں اور ماں باپ کی شفقتیں سب کتابی باتیں ہیں کیوں نہ میں ان کتابوں کا ایک مینار کھڑا کروں اور اس میں آگ لگا دوں کیونکہ کتابیں تو صداقتوں کا سمندر ہوتی ہیں لیکن وہ کتابی صداقتیں کس کام کی ہیں جن کا عملی دنیا میں کوئی عمل دخل نہ ہو!۔طوفان تھم چکا تھا اس سجدہ گاہ کے نشان مٹ چکے تھے جس کے لئے میری جبینِ نیاز میں سجدے تڑپ رہے تھے اس حالت میں جانے یوں ہی کب تک کھڑا رہا جیسے ایک موسم بدل گیا تھا اور مطلع صاف ہو گیا تھا۔ستاروں کے بیچ ثناء کا مسکراتا چہرہ مجھے جہانِ نو کی طرف آنے کی دعوت دے رہا تھا۔

زندگی لطف بھی ہے زندگی آزار بھی ہے
سازوآہنگ بھی زنجیر کی جھنکار بھی ہے
زندگی دید بھی ہے حسرت دیدار بھی ہے
زہر بھی ہے آب حیات لب ورخسار بھی ہے
زندگی دار بھی ہے زندگی دلدار بھی ہے

*****

سَراب

وہ جو آرزوؤں کے خواب تھے ، وہ سراب تھے وہ خیال تھے
سر دشت ایک بھی گل نہ تھا،جسے آنسوؤں سے سنوارتے
تھا جو ایک لمحہ وصال کا ،وہ ریاض تھا کئی سال کا
وہی ایک پل میں گزر گیا، جسے عمر گزری پکارتے

"زُبا!یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟ تم نے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ کیا تمہیں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ دین کی پابندی نہ کی جائے تو بڑا گناہ ہوتا ہے۔دولت کے پیچھے اپنی عاقبت خراب کر رہی ہو۔۔۔زُبا!انسانی خواہشات کا کوئی انت نہیں ہے۔خواہشات

ایک ایسے درخت کی مانند ہیں جس کی ہزاروں شاخیں ہوتی ہیں اور اس پر لگنے والے پھل کا نام ہوس ہے۔ جس سے کبھی پیٹ نہیں بھر سکتا۔"

اس دن دوپہر سے ہلکی بارش کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ شام ہوتے ہوتے گہرے سیاہ بادلوں نے آسمان کو ڈھک لیا۔ بارشوں کا بھیگا بھیگا موسم بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ میں بادلوں کی آنکھ مچولی سے محظوظ ہو رہی تھی کہ کال بیل کی آواز نے بری طرح چونکا دیا۔ اس وقت کون اسکتا ہے ؟ سوچتی ہوئی اٹھی۔ دروازہ کھولا تو گیٹ پر دو خواتین کھڑی نظر آئیں وہ برساتی پہنے ہاتھوں میں چھتریاں لی ہوئی تھیں۔ چہرے صاف نظر نہیں آ رہے تھے۔ ایک دبلی پتلی ، گوری چٹی اور دوسری سانولی رنگ کی تھی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے ؟ آپ لوگ۔۔۔۔"

"جی ہم انجمن بیوگان و یتیم یسیر ،کی ارکان ہیں اور چندہ کے لئے آئی ہیں "۔ مجھے اس وقت ان کا آنا اچھا نہ لگا میں نے کہا "آپ لوگوں نے اس وقت کیوں تکلیف کی بہتر ہوتا کہ دن میں آ جاتیں خیر ٹھہریں میں ابھی آتی ہوں "نہ چاہتے ہوئے بھی جانے کیوں انہیں کچھ نہ کچھ دے دینا مناسب سمجھا۔ الماری سے کچھ رقم لے کر آگے بڑھی۔ سانولی لڑکی نے میرے قریب آ کر ہاتھ بڑھایا اور شکریہ کہتے ہوئے رقم لے لی۔ دوسری جو گیٹ کے پاس ہی ٹھہری رہی چھتری کو چہرے سے اتنا قریب تھام رکھا تھا جیسے چہرہ چھپانا چاہتی ہو اور وہ چہرہ مجھے جانا پہچانا سالگا تھا۔ میں نے دماغ پر زور دیا کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ وہ دونوں آگے بڑھ گئیں۔ میں اپنی سوچ میں کھڑی ہوئی تھی اچانک مجھے یاد آیا کہ اس چہرے کو تو میں اچھی طرح جانتی ہوں وہ مجھ سے بہت قریب رہ چکی ہے اسے تلاش بھی کیا تھا میرے گمان میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ یوں اچانک میرے سامنے آ جائے گی اور ملے بغیر چلی جائے گی۔ میں گیٹ کی طرف لپکی وہ میرے گھر سے دو مکان آگے ایک گیٹ کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں مجھے دیکھ کر وہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ میں نے آواز دی

"سنئے !سنئے !ذرا ادھر آنا۔۔رک جایئے"

سانولی لڑکی نے بھی اسے آواز دی وہ جھجکتی ہوئی رک گئی اور میری طرف پشت کئے کھڑی رہی تب تک میں ان کے قریب پہنچ چکی تھی۔

"میرا خیال غلط نہیں ہے تو آپ رُباب ہیں نا؟ ا"س نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا وہ نظریں نیچی کئے کھڑی رہی۔ اس کی ساتھی ہم دونوں کو تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ "تم کہاں تھیں رُباب؟ میں نے تمہیں کتنا تلاش کیا۔ کہیں پتہ نہ چل سکا اور آج تمہیں اس حالت میں دیکھ کر میں نہ صرف حیر ان

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوں بلکہ پریشان ہوں یہ کیا حالت ہو گئی ہے تمہاری؟ آؤ کچھ دیر بیٹھو نا میں تمہارے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہوں"

"باجی!میں ایک دو دن بعد آ جاؤں گی فی الوقت بہت مصروف ہوں ویسے میری داستانِ بربادی سن کر آپ کیا کریں گی ؟"

"نہیں رُبا!میں سننا چاہتی ہوں تمہیں وعدہ کرنا ہو گا کہ تم کل ضرور آؤ گی۔جب تک تم نہ آؤ گی میں اذیت میں مبتلا رہوں گی!تم آؤ گی نا ؟ مجھے تمہارا فون نمبر ہو تو دے دو پلیز "رُباب نے فون نمبر دیا اور کل آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔میں ڈرائنگ روم میں بیٹھی ماضی کی کتاب کے اوراق الٹ رہی تھی۔

چند سال پہلے جب میں بی۔اے فائنل کر رہی تھی رُباب اپنے خاندان کے ساتھ ہمارے پڑوس میں رہا کرتی تھی یہ دو بہنیں تھیں ایک چھوٹا بھائی تھا۔اس کے والد کا جنرل اسٹور خوب چلتا تھا بچے اچھے اسکول میں پڑھ رہے تھے۔رُباب قرآن مجید حفظ کر رہی تھی۔وہ بے حد شوخ و شریر تھی۔ہر کس وناکس سے بہت جلد گھل مل جاتی تھی۔پرکشش چہرہ اور باغ و بہار شخصیت کا ہر کوئی گرویدہ تھا۔اس کے والد کے اچانک انتقال کے بعد وہ لوگ پریشان ہو گئے ان ہی دنوں T.V والوں کی طرف سے کچھ لوگ اسکول آئے تھے کسی سیریئل کے لئے لڑکے اور لڑکیوں کی ضرورت تھی کچھ بچوں کا سلکشن ہوا جن میں رُباب بھی شامل تھی۔گھر آ کر خوشی خوشی ماں کو سب بتایا اور کہا اب ان کی پریشانیاں جلد ہی ختم ہو جائیں گی کیونکہ اسے T.V سے معقول معاوضہ ملا کرے گا۔جب ماں بیٹی نے مجھے یہ بات بتائی تو میں نے منع کیا اور انہیں سمجھایا کہ یہ سب کیوں ٹھیک نہیں ہے لیکن۔۔۔۔وہ انجان بن گئے۔شوٹنگ کے پہلے دن رُباب نے مجھے ساتھ چلنے کے لئے کہا چونکہ یہ سب مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا اس لئے میں نے ٹالنا چاہا لیکن وہ بضد تھی اس کے ماں کے مجبور کرنے پر میں نے ایک بار جانا منظور کر لیا۔

وہ اکتوبر کی ایک سہانی صبح تھی موسم خوشگوار تھا۔شوٹنگ کے لئے کسی دور دراز مقام پر جانا تھا ڈائرکٹر کے گھر پر اسٹوڈیو کی وین ٹھہری ہوئی تھی سب بچے اپنے اپنے گھروں سے آ کر جمع ہو رہے تھے کچھ بچوں کے ساتھ ان کے بڑے بھی تھے نو بجے وین روانہ ہوئی سبھی خوش گپیوں میں مصروف تھے رُباب کی شوخی و شرارت عود کر آ گئی تھی کچھ دور اطراف کے پہاڑوں پر روئی کے گالوں جیسے بادل اتر رہے تھے وین ہرے بھرے میدانوں سے گزر رہی تھی۔میں کھڑکی سے لگی ہوئی سیٹ پر بیٹھی باہر کے منظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی میری آنکھوں میں جیسے سورہ رحمن کی آیتیں اتر رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ o

تقریباً ایک گھنٹہ بعد ہم اسٹوڈیو پہنچے۔شام تک پروڈکشن کا عملہ اور آرٹسٹ بچے مصروف رہے۔یہ سلسلہ چل نکلا۔اس دوران میں بھی دو چار مرتبہ رُباب کے ساتھ چلی گئی وہاں آرٹسٹ لڑکیوں کو دیکھا جو نت نئے ڈیزائین کے کپڑوں میں ملبوس تھیں جینز پینٹ اور بغیر آستین کے ٹاپس بلکہ مختصر سے ٹاپس پہنی ہوئی آدم کے بیٹوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں رُباب نے بھی اپنا آپ بدل لیا تھا لمبے گھنے بال کٹوا لئے شلوار سوٹ ڈوپٹہ چھوڑ کر جینز اور نہایت مختصر ٹاپس پہننے لگی تھی۔ شوخ و شریر تو تھی اب نڈر اور بے باک ہو گئی تھی میٹرک کے بعد آگے پڑھنے اور کام بند کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

اس نے مجھے ایک دن بتایا کہ ڈائرکٹر کے ایک دوست کمال احمد جو اکثر شوٹنگ دیکھنے آیا کرتے ہیں اس پر بہت مہربان ہیں وہ چار کپڑوں کے شوروم اور باغات کے مالک ہیں اور یہ کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔میں نے پوچھا اتنے دولت مند ہوتے ہوئے کیا انہوں نے اب تک شادی نہیں کی ؟

"باجی!وہ تین لڑکیوں کے باپ ہیں اور اب ایک لڑکے کی آرزو میں دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں بیٹے کی تمنا نے انہیں دیوانہ بنا رکھا ہے باجی!وہ مجھ سے پیار کرتے ہیں مجھے بھی بہت اچھے لگتے ہیں ہائے اتنی بڑی سی کار میں بیٹھے ہوئے کتنے شاندار لگتے ہیں"

"رُبا!یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟ تم نے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ کیا تمہیں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ دین کی پابندی نہ کی جائے تو بڑا گناہ ہوتا ہے۔دولت کے پیچھے اپنی عاقبت خراب کر رہی ہو۔۔۔۔۔رُبا!انسانی خواہشات کا کوئی انت نہیں ہے۔ خواہشات ایک ایسے درخت کی مانند ہیں جس کی ہزاروں شاخیں ہوتی ہیں اور اس پر لگنے والے پھل کا نام ہوس ہے۔جس سے کبھی پیٹ نہیں بھر سکتا۔آگے تمہاری مرضی۔۔۔"

"باجی!آپ نے تو اتنی ساری کتابیں پڑھی ہیں کیا یہ نہیں جانتیں کہ آج کی سب سے بڑی طاقت پیسہ ہے یہ دنیا پیسے کو سلام کرتی ہے جس کے پاس پیسہ نہ ہو لوگ اس کے سلام کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتے۔آپ جانتی ہیں کہ میں ہمیشہ ایک پُر آسائش زندگی کے خواب دیکھتی رہی ہوں بنگلہ ، موٹر ، نوکر چاکر۔۔۔میری کمزوریاں مجھے بہت دور لے جا چکی ہیں اب میرا لوٹنا مشکل ہے"

"تم کرنا کیا چاہتی ہو ؟"

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں کمال احمد سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔میں نے انہیں بیٹے کی خوشی دے دی تو وہ مجھے بنگلہ اور بڑی سی نئی کار اور بہت کچھ مجھے دیں گے کار تو شادی پر دینے کا وعدہ ہے"

"رُبا!تمہیں جاننا چاہئیے کہ فرش سے ایک ہیں جست میں عرش پر پہنچنے کی کوشش منہ کے بل گرا دیتی ہے اور خوابوں کے شیش محل کرچیوں میں بدل جاتے ہیں میں تمہیں یہ مشورہ ہرگز نہیں دوں گی کہ تم۔۔۔۔میری بات پوری ہونے سے پہلے وہ منہ پھلائے چلی گئی اور ہمارے ہاں آنا جانا چھوڑ دیا۔میرا فائنل ائیر تھا میں اپنی پڑھائی میں مصروف تھی دو چار ماہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ رُباب اپنے خاندان کے ساتھ کسی اور جگہ چلی گئی ہے۔چار پانچ سال بعد پچھلے واقعات کسی فلم کی ریل کی طرح میرے دماغ میں گھوم رہے تھے۔رُبا کو دیکھ کر میں پہچان نہ سکی تھی دوسرے دن وہ حسب وعدہ آ گئی۔کچھ دیر خاموش بیٹھی ہوئی میرے ڈیکوریٹڈ ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتی رہی پھر T.V پر رکھے ہوئے فوٹو فریم پر نظریں مرکوز کر دیں جس میں میرے دونوں بچوں کی تصویر لگی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے میں نے پُر تکلف چائے کی ٹرے رکھتے ہوئے پوچھا

"کیا بات ہے رُباب!تم رو کیوں رہی ہو؟"

"کچھ نہیں باجی!بس!یونہی کچھ یاد آ گیا تھا"اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اب تم مجھے بتاؤ تم کہاں تھیں ؟ کیا کرتی رہیں ؟ تمہاری یہ حالت کیوں ہو گئی ؟ "

"آپ کو یاد ہو گا کہ کمال احمد مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے اور۔۔۔۔"

"ہاں مجھے یاد ہے میں نے مخالفت کی تھی اس کے بعد تم نے ہمارے ہاں آنا چھوڑ دیا تھا"

"کمال احمد نے حسب وعدہ میرے نام پر میری پسندیدہ کار لے لی اور مجھے دلہن بنا کر لے گئے قدرت مجھ پر مہربان تھی وقت میرا تھا مجھے وہ سب کچھ مل گیا تھا جس کی مجھے خواہش تھی۔شادی کے دوسرے ہی مہینے کمال کو خوش خبری سنائی کہ ہمارے ہاں مہمان آنے والا ہے انہوں نے کہا مہمان کیوں میرا شہزادہ میرا ولی عہد کہو۔اب میں ایک سجے سجائے بنگلے کے خواب دیکھنے لگی لیکن مجھے خود پتہ نہیں تھا کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی!کمال نے میری ناز برداری شروع کر دی تھی دو نوکر ہمہ وقت میری خدمت میں اور گھومنے کے لئے کار لئے ڈرائیور موجود رہتا تھا۔میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا میں نے فوراً Scanning کروائی تو معلوم ہوا کہ ایک نہیں دو بیٹے ہیں میری خوشیوں کی انتہا نہ رہی میں بنا پروں ہوا میں اڑ رہی تھی

میں اپنے آپ کو فاتح عالم سمجھ رہی تھی ہر بات چٹکی بجاتے کمال سے منوا لیتی تھی انہوں نے ڈاکٹر سے بات کی اور بنگلہ میرے نام لکھ دیا امی اور بہن بھائی بھی پھولے نہیں سما رہے تھے کمال انہیں ہر ماہ دس ہزار بھیج دیا کرتے تھے دنیا میرے لئے جنت سے کم نہیں تھی وہ دن بھی آ گیا کہ کمال ایک ساتھ دو بیٹوں کے باپ بن گئے انکے خوابوں کی تعبیر ان کے سامنے تھی وہ چہار دانگ عالم میں اعلان کرنا چاہتے تھے کہ انہیں دو آنکھیں مل گئیں ہیں لیکن مصلحتاً وہ ایسا نہ کر سکے ان سے رہا نہ گیا تو چھلے کے جشن پر اپنی بڑی بیٹی شاہانہ کو راز دار بنا کر لے آئے وہ اپنے پھول جیسے دو بھائیوں کو دیکھ کر کھل اٹھی مجھ سے مل کر بھی خوش ہوئی دوسرے دن وہ اپنی چھوٹی بہن رخسانہ کے ساتھ آئی اس کے ہاتھ میں ٹفن کیریئر تھا رنگت اڑی ہوئی تھی وہ دونوں رو رہی تھیں میرے پوچھنے پر بتا یا کہ "صبح ممی اور پپا میں بہت جھگڑا ہوا ممی کہہ رہی تھیں کہ وہ آپ کو اور دونوں بچوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گی تب ہی پپا کے سینہ میں درد ہوا ماموں جان اور دوسرے لوگ مل کر انہیں ہاسپٹل لے گئے ہیں ہاسپٹل گھر کے قریب ہی ہے ہم دونوں ٹفن لے جانے کے بہانے نکل کر آپ کے پاس آ گئیں ہیں اب کیا ہو گا آنٹی ؟"

یہ سن کر میرے اوسان خطا ہو گئے یہ سب کچھ ایک دن معلوم ہونا تھا لیکن اتنی جلدی اور اس قدر گمبھیر حالات ہو جائیں گے میں نے سوچا بھی نہیں تھا میرے ہاتھ پاؤں میں لرزہ سا ہو رہا تھا میں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا "تم لوگ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا تم یہیں ٹھہرو میں بینک سے پیسے لے کر ابھی آتی ہوں "ڈرائیور اور دونوں نوکر غریبوں کو کھانے کے پیکٹ بانٹنے کے لئے گئے ہوئے تھے میں نے گھر کو لاک کیا اور روڈ کراس کر کے بینک میں گھس گئی۔ ATMسے رقم نکال کر واپس آنے تک بمشکل پندرہ منٹ کا وقت ہوا ہو گا میں جیسے ہی دروازہ کھول کر اندر گئی دو پہلوان ٹائپ آدمی میرے دونوں جانب آ کر کھڑے ہو گئے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا دوسرے کے پاس چمکتا ہوا تیز دھاری دار چاقو تھا انہوں نے کہا چلّانے کی کوشش کی تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور کہا کہ بچوں کو لے کر ان کے ساتھ چلنا ہو گا مجھے اپنا خون رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا میں نے کمرے میں اِدھر اُدھر نظر گھمائی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ شاہانہ رخسانہ اور دونوں بچے غائب تھے سانپ کی پھنکار میں ایک نے کہا "کہاں ہیں بچے ؟ہم سے چالاکی کرتی ہے ؟بتا بچوں کو کہاں چھپا کر آئی ہے ؟"

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں پاگلوں کی طرح انہیں گھر کے کونے کونے میں ڈھونڈنے لگی میری چیخیں نکل رہی تھیں میں نے روتے ہوئے کہا کہ انہیں گھر میں بند کر کے بینک سے پیسے لانے گئی تھی انہوں نے میری بات کا یقین نہیں کیا میرے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ہاتھ پیر باندھ دیئے کہا کہ جب تک بچے نہیں مل جاتے تب تک وہ مجھے اپنی قید میں رکھیں گے خوف اور صدمے کے مارے میں بے ہوش ہو گئی نہیں معلوم کب تک بے ہوش رہی جب ہوش آیا تو دیکھا میں کسی کے بیڈ پر تھی میرے قریب کرسی پر ایک بوڑھی عورت بھونڈے میک اپ اور زرق برق کپڑوں میں بیٹھی ہوئی تھی میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں بمبئی میں ہوں اور اس نے مجھے پچاس ہزار میں خرید ا ہے میں نے روتے ہوئے اپنے بچوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا اور یہ سن کر حیران ہوئی کہ میں دو بچوں کی ماں ہوں باجی ان دنوں مجھے معلوم ہوا کہ جیتے جی موت کا سامنا کیسے کیا جاتا ہے ؟ میں تصویر حیرت بنی رُباب کی باتیں سنتی رہی وہ ذرا خاموش ہوئی تو میں نے اٹھ کر رُباب کو پانی دیا اور چائے بنا لائی ہم دونوں خاموشی کے ساتھ چائے پیتی رہیں پھر وہ کہنے لگی مجھے جلد ہی اس گندی دنیاسے باہر نکلنے کا موقع مل گیا تین سال سے اپنے بچوں اور کمال کی تلاش میں گلی گلی کوچہ کوچہ بھٹک رہی ہوں سڑکوں کی دھول پھانک رہی ہوں مجھے شاہانہ رخسانہ بھی نہیں ملیں اپنے گھر کو دور سے دیکھتی ہوں جہاں کچھ اجنبی لوگ نظر آتے وہاں جا کر کچھ بھی پوچھتے ہوئے خوف آتا ہے کہیں وہ سب-----

"کیا تم اپنی والدہ اور بہن بھائی سے نہیں ملیں ؟"

"پہلے اسی گھر پر گئی تھی وہ لوگ گھر خالی کر کے کہاں چلے گئے کسی کو نہیں معلوم!آج میں بالکل اکیلی ہو گئی ہوں باجی بالکل اکیلی میرا سب کچھ لٹ گیا ہے "وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی میں نے اسے سینے سے لگا لیا اور پوچھا

"رُباب!اگر تمہارے بچے مل جائیں تو کیا کرو گی ؟"

"میں پھر سے جی اٹھوں گی باجی مجھے نئی زندگی مل جائے گی کیا تم جانتی ہو وہ کہاں ہیں کیسے ہیں مجھے جلد بتایئے نا وہ کہاں ہیں ؟"

"رُباب!واقعی یہ دنیا ایک اسٹیج ہے یہاں ہر روز نئے ڈرامے دیکھنے کو ملتے ہیں ہم سب بھی کسی نہ کسی ڈرامہ کے کردار ہیں اوپر والا بڑے عجیب کھیل کھلاتا ہے "میں سوچ رہی تھی کہ بات کہاں سے شروع کروں۔

"بچوں کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں بتائیں نا!انہیں پانے کے لئے میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گی"

"یہ بتاؤ اگر کسی عورت نے ان بچوں کو اپنی اولاد کی طرح پالا ہے اور وہ تمہیں نہ دینا چاہے تو تم۔۔۔۔"

"باجی!میں اس عورت کی زندگی بھر غلامی کروں گی اس کے قدموں میں گر کر ان کی بھیک مانگوں گی وہ جو کہے گی کروں گی!معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہیں کیسے باجی ؟ کیا جانتی ہیں کچھ تو بتائیں"

"رُباب سنو! اس دن شاہانہ اور رخسانہ دونوں بچوں کو لے کر بھاگی جا رہی تھیں میں اپنی کار سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی کہ ان پر نظر پڑی وہ بری طرح ہانپ رہی تھیں اور بچے بے تحاشہ رو رہے تھے میں نے ڈرائیور کی مدد سے انہیں روک لیا اور اندر لے آئی میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ بچے ان کے بھائی ہیں ان کے ماموں اپنے دوست کے ساتھ انہیں مارنے کے لئے آئے تھے ان کے بار بار بیل بجانے پر شاہانہ نے کی ہول Key Holeسے دیکھا اور دونوں بہنیں دونوں بچوں کو لے کر کھڑ کی کے راستے بھاگ نکلی ہیں دونوں نے اپنے یہی نام بتائے تھے وہ روتے ہوئے التجا کر رہی تھیں کہ میں ان بچوں کو چھپا لوں ان کی باتیں میری سمجھ سے باہر تھیں اور وہ سمجھانے سے قاصر تھیں اس وقت میرے ذہن میں صرف ایک بات آئی کہ بچے خطرے میں ہیں اور انہیں بچانا میرا فرض ہے میں انہیں لے کر تیزی کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں لے گئی انہیں لٹا کر باہر آئی تو دونوں لڑکیاں غائب تھیں شام کو میرے شوہر علیم آئے تو میں نے ساری رو داد سنائی وہ مجھ پر بہت بگڑے کہ میں نے انہیں گھر میں رکھ کر مجرمانہ حرکت کی ہے۔

ہم بچوں کے ساتھ سیدھے پولیس اسٹیشن گئے واقعہ صاف صاف بیان کر دیا اور خواہش ظاہر کی کہ جب تک ان کا کوئی رشتہ دار نہیں آتا تب تک ہم انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں گھنٹوں کی بھاگ دوڑ کے بعد کاغذی کاروائی کے بعد ہم انہیں اپنے گھر لے آئے اب وہ اسکول بھی جانے لگے ہیں۔

میری بات ختم ہونے سے پہلے رُباب نے میرے پیروں پر اپنا سر رکھ دیا۔

*****

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پھولوں کی چبھن

اپنے آپ سے ایک سوال کرتے ہوئے وہ تھک گئی تھی کہ کس جرم کی پاداش میں اسے بے حسی کی چھری سے ذبح کیا جا رہا ہے! کون دے گا اس سوال کا جواب کہ والدین بچوں کی شادی میں انتہائی تاخیر کیوں کر دیتے ہیں کیوں ان کے جذبات کو مجروح کرتے ہیں۔ اکثر لڑکے والوں کا وتیرہ بن گیا ہے کہ قبول صورت لڑکیوں کو دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کر دیتے ہیں جبکہ خود ان کے اپنے گھر میں بیٹیاں اسی انتظار میں بیٹھی ہوتی ہیں کہ کوئی انہیں پسند کر لے قبول کر لے۔ دل و دماغ میں عجیب جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ دل کہتا کہیں بھاگ چل کسی اجنبی کا ہاتھ پکڑ کر کہہ دے کہ مجھے اپنا لو۔ میری مانگ میں ستارے بھر دو، مجھے دلہن بنا دو، میرے ساتھ کی سکھی سہیلیاں اپنا اپنا گھر بسا چکی ہیں۔ دنیا بھر کی سیر و تفریح میں مشغول ہیں زندگی کی خوشیاں ان کے قدم چوم رہی ہیں۔ مجھے بھی زندگی کی خوشیوں سے ہمکنار کر دو۔ دماغ کہتا تو دیوانہ ہے! صبر کر! شاید تیرے دن بھی پلٹ جائیں۔ تو نے اگر اس عمر میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو خاندان کی ناک کٹ جائے گی۔ جھکتی کمر کے ساتھ باپ کی گردن بھی جھک جائے گی ماں کچھ کھا کر سو جائے گی۔ بھائی پھانسی لے لے گا اور بہنوں کے لئے کبھی کوئی رشتہ نہیں آئے گا۔ تو ایک بدنما داغ بن کر ان کے ماتھے سے چپک جائے گی وہ داغ دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہ سکے گی۔

رات کی تاریک تنہائیوں میں ایک شعلہ سا میرے پہلو میں دہک اٹھتا عمر کی پچیس بہاریں گزر چکی ہیں میں کیا کروں کہ کسی نے مجھے پسند ہی نہیں کیا کیونکہ میرا رنگ گورا نہیں ہے۔ صراحی دار گردن نہیں ہے۔ سرو جیسا قد اور ہرنی جیسی آنکھیں نہیں ہیں۔ نہ اتنی دولت ہے کہ مٹی کی طرح لڑکے والوں کی آنکھوں میں جھونک دیں کہ انہیں میرے اندر کوئی خامی نظر ہی نہ اس کے۔ دو تین لڑکے والوں نے میرے ملاحت آمیز چہرے کو پسند کیا تھا لیکن اباجی نے شیخ اور سید کا جھگڑا کھڑا کر دیا کہا کہ "بھئی ہم تو نجیب الطرفین ہیں۔ لڑکا بھی ہمیں ہماری طرح کا چاہئے۔" میں کس طرح انہیں سمجھاتی کہ شیخ، سید یا پٹھان کے جھگڑے میں نہ پڑیں کسی کمانے والے شریف آدمی کے ہاتھ میں ہاتھ تھما دیں۔ ایک کا بوجھ تو کم ہو جائے گا۔ باقی تین بھی شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہیں۔ بھائی تو ابھی کسی کا سہارا بننے کے قابل نہیں بنا ہے۔ لیکن میں کچھ بھی تو نہ کہہ پائی۔ شہنائیوں کی گونج مجھے کسی مغموم مظلوم

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com
مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی بین جیسی لگنے لگی تھی۔ کسی بارات کو دیکھ کر ہول سی ہونے لگتی۔ میں گھبرا کر جلدی سے وضو کرتی اور مصلیٰ بچھا کر نماز کے لئے کھڑی ہو جاتی۔ جانے کتنی رکعتیں پڑھ لیتی کہ پاؤں شل ہو جاتے۔ میں کمرے سے باہر نکل آتی آنگن میں موتیا کے پھولوں سے معطر فضا اور بھی اداس کر دیتی۔ پھول جو سہاگن کی سیج پر بچھائے جاتے ہیں اور کسی کی تربت پر بھی چڑھائے جاتے ہیں۔ پھول زندگی کے خوبصورت لمحے کی یادگار بن جاتے ہیں اور کبھی عمر بھر کے لئے چبھن بھی بن جاتے ہیں۔ چاند کی چاندنی مسکرا رہی تھی جیسے میرا مذاق اڑا رہی ہو اس کی ٹھنڈی ٹھنڈی کرنیں میری رگوں میں عجیب سی دکھن بھر رہی تھی۔ جذبات کی لہریں کسی ساحل سے ٹکرا کر خاموش ہو جانے کے لئے بے چین تھیں لیکن اس گھپ اندھیرے میں ساحل کا دور تک پتہ نہیں تھا۔

ایک دن اچانک میری زندگی کی فیصلہ کن گھڑی آ پہنچی۔ ابا جی کے ایک دوست آئے تھے ان کی بڑی خاطر مدارات کی گئی ہم بہنیں خوش تھیں کہ شاید اپنے بیٹے کے لئے رشتہ مانگنے آئے ہیں۔ وہ گھنٹوں بیٹھے رہے اور ان کے جانے کے بعد ابا اور امی بڑی دیر تک کھسر پھسر کرتے رہے۔ پھر امی نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر وہ سب کچھ کہا جو شاید کہنا نہیں چاہئے تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ابا کے جو دوست آئے

تھے ان کی بیوی کا ایک ماہ قبل انتقال ہو گیا ہے انکے چار بچے ماں کے پیار سے محروم ہو چکے ہیں اور وہ ایک بیوی کی تلاش میں ہمارے گھر آئے تھے میرا ہاتھ مانگ رہے تھے بابا نے ہاں کر دی ہے۔ مجھے بچوں سے بھرا بسا بسایا گھر مل جائے گا اور ابا کی پریشانی بھی دور ہو جائے گی میرے اندر چھن کے ساتھ کچھ ٹوٹ گیا ایک چبھن سی رگ رگ میں محسوس ہونے لگی اور ابا کے اطمینان کے لئے یہ کافی تھا کہ وہ دوست نجیب الطرفین تھے اپنی پلکوں پر تھرکتے موتیوں کو سنبھالتی سب کچھ سنتی رہی میرے ضبط اور حوصلے کو آخری حد تک آزمایا جا رہا تھا آرزوؤں کے گلدان ریزہ ریزہ ہو رہے تھے جسم کا رواں رواں احتجاج پر آمادہ تھا لیکن میرے پاس ہاں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میری نگاہوں کی زبان پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ حسین خوابوں کے اجالے ایک دھندلی شام میں بدل گئے اور اس ڈھلتی ہوئی اداس، شام کو میں نے گلے لگا لیا۔ چند مہمانوں کی موجودگی میں میرا نکاح ہو گیا۔ بارات آئی نہ ڈولی سجی نہ ہی ڈھولک پر بابل کے گیت گائے میں جھر جھر، جھر نے بہاتی شیشے کی کرچیوں پر چلتی پیا گھر سدھار گئی۔ اجنبی چہرے ، نامانوس ساماحول ، گھٹی گھٹی فضاء۔ مجھے ایک دالان میں بٹھایا گیا۔ تب ہی کسی نے کہا اب یہ گھونگھٹ اٹھا دو اور ان بچوں کو دیکھو جن کی دیکھ بھال تمہیں کرنی۔ ہائے! کیا دلہنوں کا سواگت اسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرح کیا جاتا ہے ؟ امنگوں اور آرزوؤں کا ایسے ہی مذاق اڑا یا جاتا ہے ؟ زندگی کے سفر پر پہلے ہی قدم نے راستے کی دشواریوں کی خبر دے دی۔کسی نے میرا گھونگھٹ الٹ دیا اور کہا کہ دیکھو یہ ہیں تمہاری نئی امی! اور یہ ہیں نذیر ، ظہیر ، دردانہ اور پنکی۔میں نے سرجھکا لیا۔کچھ دیر بعد مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں ایک پرانی مسہری پر میلی سی چادر بچھی ہوئی تھی۔چند ہی منٹ بعد بچوں کے والد محترم تشریف لائے اور یوں گویا ہوئے "سنئے ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہماری پریشانی کے وقت ہمارا ہاتھ تھامنا منظور کیا۔ہم آپ کے احسان مند ہیں۔آپ تھک گئی ہوں گی کپڑے بدل کر آرام کریں دراصل آج میری چھوٹی لڑکی پنکی کو بخار ہے جب سے اس کی ماں کا انتقال ہوا ہے وہ میرے ہی قریب سوتی ہے آپ اجازت دیں تو میں اس کے کمرے میں سوجاؤں اور اعتراض نہ ہو تو اسے یہاں لے آؤں ؟ میرے احساسات پر ٹھنڈی ٹھنڈی برف گر رہی تھی! کیا ایسی ہی ہوتی ہے سہاگ رات؟ جس کا ذکر کتاب زندگی کے اوراق پر سنہری حرفوں میں لکھا جاتا ہے ؟ گلے میں پڑے پھولوں کے ہار مجھے سانپ بن کر ڈسنے لگے یہ شادی ہے یا آزمائش؟ اگر آزمائش ہے تو مجھے ثابت قدم رہنا ہو گا کیونکہ ماں باپ نے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے تو ہر حال میں اسے تھامے رہنا ہو گا، کیونکہ عورت کو ایثار و محبت کا مجسمہ کہا گیا ہے وہ حیا اور وفا کی دیوی کہلاتی ہے جو ٹوٹ ٹوٹ کر بنتی اور بن بن کر ٹوٹتی رہتی ہے۔

دن مہینوں اور مہینے سالوں میں ڈھلتے رہے میں دو بچوں کی ماں بن گئی پھر زندگی ایک سنگین موڑ ، پر آ کر ٹھہر گئی۔اس دن وہ باہر سے آئے دھوپ لگ گئی تھی۔ سر درد اور چکر سے بے حال! بستر پر ایسے لیٹے کہ پھر نہ اٹھے! وہ دھندلی شام جسے میں نے گلے لگالیا تھا اب اندھیری رات میں بدل چکی تھی۔ایسی رات جس کا سویرا نہیں تھا میں بت بنی ان پھولوں کو تک رہی تھی جو ان کی میت پر سجائے جا رہے تھے۔

☆☆☆

بلا عنوان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حالات کا ماتم لا حاصل حالات تو گم ہو جاتے ہیں

کچھ حال کی اجڑی بستی میں کچھ ماضی کے ویرانوں میں

افسانہ، کہانی، ناول یہ سب کیا ہیں ؟ یہ وہی ننگی حقیقتیں ہیں ، جنہیں خوبصورت الفاظ کے پیرہن میں لپٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔کہانیاں اس کی ذات سے جنم لیتی ہیں جس کے لیے شاہانِ وقت نے کہیں تاج و تخت چھوڑ دیئے تو کہیں تاج محل بنا دیا۔وہ بڑے بڑے سورماؤں کو جنم دیتی ہے ، اپنی چھاتی سے خون کے دھارے ان کی رگوں میں پہنچا کر پروان چڑھاتی ہے یہ وہی ہے جس کے وجود سے تصویر کائنات میں رنگ ہے۔پھر بھی اسے لوٹا کھسوٹا جاتا ہے ، آبرو کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں ، خون آلود گرد و غبار میں راستوں کی دھول پھانکتی ہے۔بچوں کو بھی چٹاتی ہے اور دھول چاٹے ہوئے یہ بچے جب چٹان بن جاتے ہیں تو نئی کہانیاں جنم لیتی ہیں ، بم پھٹتے ہیں ، لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم ہوتا ہے ، نوجوانوں کے سینے سے گولیاں آر پار ہوتی ہیں ، ماؤں کی گوریں اجڑتی ہیں ، ان کے آنگن کی پھلواری میں لگی کلیوں کو مسلا اور کسی کی جوانی رہن رکھ دی جاتی ہے تو کسیی جوانی کے چاند کو گہن لگ جاتا ہے پھولوں کو روندا جاتا ہے۔وقت کا چکر چلتا رہتا ہے اور لکھنے والے کہانیوں کے تانے بانے بنتے رہتے ہیں۔ رضا بھی ایسی ہی ایک کہانی کا

کردار تھا۔وہ اپنے والدین سے شاکی تھا کہ وہ ہر وقت لڑتے کیوں رہتے ہیں۔ویسے دونوں ہی تعلیم یافتہ تھے ، ملازمت کرتے تھے ، شاید کام کی زیادہ اور تھکان کے باعث ماں کا موڈ بکھرا بکھرا سا رہنے لگا تھا وہ ہمیشہ اس بات پر جھگڑا کیا کرتی تھی کہ "ملازم تم ہو تو میں بھی تمہارے برابر محنت کر کے پیسہ کماتی ہوں ، پھر اس گھر پر تمہاری حکومت کیوں ؟ گھر کا ہر کام اور بچوں کی ذمہ داری میرے ہی سر کیوں ؟ تم بھی کاموں میں میرا ہاتھ کیوں نہیں بٹاتے ؟ باپ کہتا "میں نے تمہیں ملازمت کرنے سے منع کیا تھا، عورت کا ملازمت کرنا ہماری خاندانی روایات کے خلاف ہے چونکہ تمہارے اپنے اخراجات زیادہ ہیں جن کے پورا کرنے کے لیے میری تنخواہ کافی نہیں ہوتی نا! پھر بھی تمہارا ہاتھ بٹاتا ہوں ، لیکن برابر کا حصہ نہیں لے سکتا"۔ یہ سرد جنگ ایک دن بڑے جھگڑے میں تبدیل ہو گئی۔رضا کے پاپا نے ماں کو اس کے کزن کی اسکوٹر پر گھر آتے دیکھ لیا تھا اس سے ملنا یا بات کرنا بھی اس کے پاپا کو پسند نہیں تھا۔اعتماد کا جو ایک قطرہ تھا بے اعتمادی کے سمندر میں گم ہو گیا۔وہ ٹی وی کھولے چپ چاپ بیٹھا اپنے خیالوں میں گم تھا۔رضا نے ریموٹ اٹھا کر چینل بدل دیا تب ہی اس کے گال پر تھپڑ لگا کر پاپا نے ریموٹ چھین لیا اور ٹی وی پر دے مارا ماں دوڑی ہوئی آئی اور رضا کو اپنے کمرے میں لے کر چلی گئی، وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیچھے لپکا اور اسے بھی ایک طمانچہ جڑ دیا کہا 'خود غلط کام کرتی ہو اور بچوں کو میرے خلاف بھڑ کاتی ہو؟ بحث تکرار بڑھ گئی اور پاپا گھر چھوڑ کر چلے گئے۔ کئی دن کئی راتیں سونی سی گزر گئیں ، کئی ہفتے کئی مہینے گزر گئے ، جانے والا نہیں آیا۔ گھر پر بے سکونی کی فضاء طاری تھی۔ جذبات کی رو میں بہہ کر کئے جانے والے فیصلے حال اور مستقبل کو تہ و بالا کر دیتے ہیں ، راہیں تاریک اور منزل کے نشان معدوم ہو جاتے ہیں ان کی زندگی زلزلوں کی زد پر تھی توازن بگڑ گیا تھا۔ ماں کی مصروفیت بڑھ گئی تھی وہ گھر دیر سے آنے لگی۔ رضا کا زیادہ وقت گھر سے باہر گذر رہا تھا۔ دوستوں نے گھر آ کر ماں سے شکایت کی کہ رضا اکثر جھگڑے اور مار پیٹ کرنے لگا ہے۔ ماں نے پیار سے سمجھایا کہ بات بات پر الجھنا ، ضد کرنا، مار پیٹ کرنا اخلاق سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ تشدد سے مسائل حل نہیں ہو سکتے اسے پڑھائی میں سنجیدہ ہو جانا چاہئے کیوں کہ اسے ہی ماں اور بہن کا سہارا بننا ہے۔ محلے والوں کو آہستہ آہستہ معلوم ہو گیا تھا کہ رضا کا باپ گھر چھوڑ کر چلایا گیا ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں ہونے لگیں بچے رضا کو چھیڑ نے اور ستانے لگے تھے۔ ایک دن رضا کے پرنسپال نے ماں کو بلوا کر بتایا کہ ''وہ اسکول برابر نہیں آ رہا ہے۔ کیا آپ بچے پر نظر رکھتیں ؟ کیا آپ اس کی جیبوں سے سگریٹ کے ٹکڑے اور کنڈوم ملے ہیں۔

نہیں جانتیں اس عمر میں بچوں پر کڑی نگرانی رکھنی پڑتی ہے ؟ ماں کو یہ سب معلوم ہوا، تب تک دیر ہو چکی تھی۔ رضا بہت دور چکا تھا۔ جہاں سے واپس لانا مشکل تھا۔ وہ ایک ایسے گروہ کے ہاتھ لگ چکا تھا جس کا کام چوری ، ڈاکہ ، قتل ، ڈرگز کا کاروبار پھیلانا، بینک ڈکیتی، بچوں کا اغوا اور جنسی کاروبار کے لیے خوبصورت لڑکیوں اور عورتوں کو پھانسنا تھا۔ جو پہلے ان کے باس کے استعمال میں آتیں۔ پھر ان سب کے حوالے کی جاتی تھیں۔ رضا اس دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ باس کا محل نما مکان اسے محفوظ قلعہ کی مانند لگتا تھا۔ جہاں عیش و نشاط کے تمام سامان مہیا تھے۔ مہینے میں صرف ایک بار دن بھر کی چھٹی ملتی تھی۔ شام ہوتے ہوتے اپنے مقام پر سب کا حاضر رہنا لازمی تھا۔ رضا کبھی چھٹی لینا نہیں چاہتا تھا۔ ہر مہینہ ایک معقول رقم ماں کے اکاؤنٹ میں جمع کر دیا کرتا تھا۔ ایک دن سیاہ بادل اُمڈ اُمڈ کرا رہے تھے۔ بجلیاں کڑک رہی تھیں اسے سیاہ بادلوں اور بجلیوں سے ڈر لگتا تھا۔ جب بھی ایسا موسم ہوتا وہ ماں کی گود میں منہ چھپائے پڑا رہتا۔ اسے ماں کی یاد آ رہی تھی۔ زندگی نے کہاں لا پٹکا تھا جہاں سب کچھ تھا لیکن اپنا کہہ سکیں جسے ایسا کوئی نہیں تھا۔ اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔ تب ہی اس کے ساتھ دو تین خوبصورت لڑکیوں اور عورتوں کو پکڑ لائے وہاں کے قانون کے مطابق باس کے عشرت کدہ میں پہنچا دی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گئیں جو دوسرے ان سب کے حوالہ کر دی گئیں۔ رضا نے دیکھا ان میں ایک اس کی ماں اور دوسری اس کی بہن تھی۔ بادلوں کی تیز چنگھاڑ میں تین چیخوں کی آواز گم ہو گئی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اختتام